کتاب الشفعه

از

کتب مذہب حنفی

مجمع البحرین و فتاوی قاضیخان

و عینی شرح کنز

مؤلف و مترجم اونریبل سید محمود
بیرسٹر ایٹ لا جعل ظله ممدودا

الہ آباد باہتمام احقر العباد خواجه
مصلح الدین احمد غفر له
الاحد فی یوم التناد
سنه ۱۸۹۷ء

مطبع مصلح المطابع واقع دہلی مین طبع ہوئی

كتاب الشفعة

بسم الله الرحمن الرحيم

(۱) وهي تمليك البقعة جبرًا بما قام على المشتري بالشركة او الجوار۔

(۱) بسبب شرکت یا جوار کے جبراً کسی جایداد پر (اوسی قدر ثمن دلاکر جو مشتری پر لازم ہوا ہے) مالک کر دینے کا نام شفعہ ہے۔

(۲) وهي مشتقة من الشفع وهو الضم انما سميت بها لما فيها من ضم المشتراة الى عقار الشفيع

(۲) شفعہ شفع سے ماخوذ ہے جو اتصال کے معنیٰ میں ہے شفعہ کو شفعہ اسواسطے کہتے ہیں کہ اوس میں بھی خریدی ہوی شی شفیع کے ملک کے ساتھ ملجاتی ہے۔

(۳) ويجب للخليط اى تثبت الشفعة للشريك في المبيع۔

(۳) سب سے پہلے حق شفعہ اوس شخص کو ثابت ہوتا ہے جو مبیع کے اندر شریک ہے۔

(۴) وهذا مقدم على غيره بلا خلاف لانه اقوى لتعلق الشركة باجزاء الملك۔

(۴) شریک فے البیع کو بالاتفاق اوروں پر تقدم ہے کیونکہ بہ نسبت اور شریکوں کے اوس کو قوت ہے اس لئے کہ اجزاء ملک کے ساتھ یہاں شرکت کا تعلق ہے۔

(۵) وفي التبيين الشريك في البناء بدون الارض لا يكون خليطًا في المبيع۔

(۵) تبیین میں بیان کیا ہے کہ اگر ایک شخص صرف مکان کے عمارت میں شریک ہے اور زمین کے اندر شریک نہیں ہے تو اوسکو شریک فے المبیع کا حکم نہیں ہے۔

(۶) ثم في حقه يعني اذا سلم الخليط في المبيع الشفعة يجب للخليط في حق

(۶) اگر شریک فی المبیع نے حق شفعہ چھوڑ دیا تو اب حق شفعہ شریک فی حق المبیع کو ثابت ہوگا کیونکہ منافع

المبيع لانه شريك فى مرافق الملك — ملک مین شریک ہے۔

(۷) ثم لو كان الخليط فى المبيع غائبًا يقضى بالشفعة للخليط فى حقه اذا طلب لان الغائب يحتمل ان لا يطلب فلا يؤخر حق الحاضر بالشك۔

(۷) اگر شریک فی المبیع غیر حاضر ہو اور شریک فی حق المبیع نے شفعہ چاہا تو قاضی اس کے لئے شفعہ کا حکم دیدیگا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ غیر حاضر آکر حق شفعہ طلب نہ کرے پس صرف احتمال سے اس حاضر کے حق مین تاخیر نہ کیجائیگی۔

(۸) ثم اذا حضر وطلب الشفعة قضى له بها۔

(۸) شریک فی المبیع کے غیبت مین اگر قاضی نے اس حاضر کو شفعہ دلادیا اور پھر اوس نے حاضر ہوکر شفعہ کا مطالبہ کیا تو اوسکے لئے شفعہ [illegible]

(۹) وبعد القضاء له لو ترك شفعته ليس للخليط فى حقه ان يأخذها لانه بالقضاء للشريك انقطع حقه وبطل۔

(۹) قاضی نے شریک فی المبیع کے لئے شفعہ کا حکم دیدیا مگر اوس نے شفعہ کے لینے سے انکار کردیا تو اب شریک فی حق المبیع کو حق شفعہ نہین ہے کیونکہ شریک فی المبیع کے لئے جب اوس نے حکم دیدیا تو اوسیوقت شریک فی حق المبیع کا شفعہ باطل اور منقطع ہوگیا۔

(۱۰) ولو لم يطلب الخليط فى حقه حين غيبة الشريك فاذا حضر وسلم ليس للخليط ان يأخذها كذا فى القنية۔

(۱۰) شریک فی المبیع تو غیر حاضر تھا اور اوس کے پیچھے شریک نے حق المبیع نے شفعہ کے درخواست نہ کی اس کے بعد شریک فی المبیع آگیا اور شفعہ لینے سے اوس نے انکار کیا تو اب شریک فی حق المبیع شفعہ نہین لے سکتا۔

(۱۱) كالشرب والطريق الخاص۔

(۱۱) حق المبیع مین شریک ہونے کے یہ صورتین ہین جیسے شرب خاص اور طریق خاص۔

(۱۲) قيد به لانهما اذا كانا عامين لم يستحق بهما الشفعة۔

(۱۲) شرب عام اور طریق عام مین شفعہ کا استحقاق نہین ہوتا۔

(۱۳) الشرب الخاص نهر لا يجرى فيه السفن۔

(۱۳) شرب خاص اوس نہری نہر کو کہہ سکتے ہین جس مین ناؤ نہ چل سکے۔

(۱۴) وقيل ما نفذ ماؤه الى آخر الاراضى المسقية منه۔

(۱۴) بعض کے نزدیک شرب خاص سے اوس نہری نہر مراد ہے جو اسقدر چھوٹی ہو کہ اراضی کے لئے پوری طور پر آب پاشی کو کافی ہوسکے۔

(۱۵) وعن ابى يوسف ما يسقى منه قراحان او ثلثة او بستانان

(۱۵) ابو یوسف رح فرماتے ہین جس سے صرف دو تین کھیت یا دو تین باغ کو پانی دے سکین شرب خاص

اوثلثة وما زاد على ذلك فهو عام كذا فى النهاية۔

وہ نہر یا تالاب شرب خاص ہے ورنہ وہ شرب عام مین داخل ہے۔

(۱۶) والطريق الخاص ما يكون غير نافذ۔

(۱۶) طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو۔

(۱۷) ثم تثبتها للجار الملازق۔

(۱۷) شریک فی البیع اور شریک فی حق البیع کے بعد حنفیہ کے نزدیک پاس والے کو حق شفعہ ہے۔

(۱۸) خلافا للشافعی۔

(۱۸) امام شافعی رحمہ کے نزدیک پاس والے کو حق شفعہ نہین ہے۔

(۱۹) وفى الحقائق كذا الخلاف فى الجار المقابل فى السكة الغير النافذة۔

(۱۹) کوچہ سربستہ مین سامنے کے پاس والے کو حنفیہ کے نزدیک حق شفعہ ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہین ہے۔

(۲۰) اما الجار المقابل فى السكة النافذة لا شفعة له اتفاقا۔

(۲۰) اگر کوچہ نافذہ ہو تو سامنے کے پاس والے کو بالاتفاق حق شفعہ نہین ہے۔

(۲۱) واذا قسمت الدار وحددت فلا شفعة۔

(۲۱) ایک مکان مین دو شخص شریک تھے اور وہ مکان ان مین تقسیم ہو گیا تو اب کوئی کسی کا شفیع نہین ہو سکتا۔

(۲۲) ولنا قوله عليه السلام الجار احق بشفعته

(۲۲) پاس والے کو حق شفعہ ثابت ہونے پر حنفیہ کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پاس والا اپنے شفعہ کا مستحق ہے۔

(۲۳) ولو ذميا اى وان كان الشفيع ذميا۔

(۲۳) جس طرح مسلمان کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اسیطرح ذمی کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

(۲۴) قيد به لان ابن ابى ليلى قال لا شفعة للذمى كذا فى الكفاية۔

(۲۴) کفایہ مین بیان کیا ہے کہ ابن ابی لیلے کے نزدیک ذمی کو حق شفعہ نہین ہے۔ اسواسطے یہان ذمی کا ذکر کر دیا گیا۔

(۲۵) وكذا لو كان ماذونا او مكاتبا لانها شرعت لدفع الضرر والكل فى ذلك سواء۔

(۲۵) غلام ماذون اور مکاتب کو بھی حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ شفعہ دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اسبات مین سب لوگ برابر ہین۔

(۲۶) وحكم الجار مع الخليط فى الطلب كحكم الخليط مع الشريك۔

(۲۶) شفعہ کے طلب کرنے مین پاس والے کا شریک فی حق البیع کے ساتھ وہی حکم ہوتا ہے جو شریک فی حق البیع کا شریک فی البیع کے ساتھ ہے۔

(۲۷) ونقسمها على الرؤس لا السهام يعني الشفعة تثبت عندنا على قدر رؤس الشفعاء۔

(۲۷) حنفیہ کے نزدیک شفعا کے اوپر شفعہ علی قدر الرؤس تقسیم کیا جاتا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ جتنے شفیع ہونگے برابر برابر شفعہ کے مستحق ہوں گے۔

(۲۸) وعند الشافعي على قدر سهامهم

(۲۸) امام شافعی رح کے نزدیک شفعا کے حصوں پر شفعہ تقسیم ہوتا ہے۔

(۲۹) مثلا اذا كان دار بين ثلثة لاحدهم نصفها وللآخر ثلثها وللآخر سدسها فباع صاحب النصف نصيبه قضى بالشفعة بين الآخرين اثلاثا عنده على قدر ملكهما ونصفين عندنا على قدر رؤسهما وان باع صاحب الثلث نصيبه يكون الشفعة بينهما ارباعا عنده وان باع صاحب السدس نصيبه يكون الشفعة بينهما اخماسا لصاحب الثلث خمساها ولصاحب النصف ثلثة اخماس كذا في المصفى۔

(۲۹) ایک مکان میں تین شخص شریک ہیں ایک نصف کا ایک ثلث کا ایک چھٹے حصہ کا اور نصف والے نے اپنا حصہ فروخت کیا اس صورت میں امام شافعی رح کے نزدیک اس نصف کے دو تہائی میں ایک شخص کو اور ایک تہائی میں دوسرے کو حق شفعہ ثابت ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک اون دونوں کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا۔ اور اگر ثلث والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو امام شافعی رح کے نزدیک ایک کو اس ثلث کے تین ربع میں اور دوسرے کو ایک ربع میں حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر چھٹے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوس کے پانچ حصہ کیے جائینگے جنمیں سے دو حصے تہائی والے کو اور تین حصے نصف والے کو بحق شفعہ دلائے جائیں گے۔

(۳۰) له ان الشفعة من مرافق الملك فيثبت بقدره كالربح والكسب ولنا ان بينهما اتصال الملك وقليل الملك ككثيره ولهذا لو تفرد صاحب القليل فله كل الشفعة بخلاف الربح والكسب لانهما من نتائج الملك فيكونان بقدره۔

(۳۰) امام شافعی رح کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ ملک کی ایک منفعت ہے لہذا نفع اور کسب کی طرح بقدر منفعت شفعہ حاصل ہوگا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اون دونوں میں ملکیت کا اتصال پایا جاتا ہے اور اسباب میں ملکیت کثیر ہو یا قلیل دونوں برابر ہیں ولہذا اگر صرف تھوڑے حصہ والا شریک ہوتا تو بالاتفاق اوسکو کل میں شفعہ کا حق حاصل ہوتا بخلاف نفع اور کسب کے اس لئے کہ یہ دونوں ملک کے نتائج میں داخل ہیں۔ لہذا ملک کے حساب سے اونکا اندازہ کیا جائے گا۔

(۳۱) اعلم ان كلا من الشفعاء قبل القضاء بالشفعة لهم مستحق بجموع

(۳۱) معلوم کرو کہ جبتک قاضی شفعا کے لئے شفعہ کا حکم نہ دے اوس وقت تک ہر شفیع کو پورے مکان مشفوعہ میں شفعہ کا استحقاق ہے مگر صرف مزاحمت کے

الدار المشفوعة والقسمة بينهم للمزاحمة فينبغي ان يطلب كذلك حتى لو طلب واحد منهم بعضها بطل شفعته عند محمد لما سيجيء۔

خیال ہے۔ زمین باہم حق شفعہ تقسیم کیا جاتا ہو لہٰذا شفیع کو پورے مکان میں شفعہ کی درخواست کرنی چاہیے حتیٰ کہ اگر کوئی شفیع مکان کے ایک حصہ میں شفعہ چاہیگا تو امام محمد رہ کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جاویگا چنانچہ آیندہ آتا ہے۔

(۳۲) وتجب الشفعة بعد البيع الصحيح قيد به لان الفاسد مستحق للفسخ فلا يثبت فيه الشفعة دفعا لتقرير فساده الخالي عن خيار البائع لانه يمنع خروج المبيع عن ملك البائع فلا يمكن الشفيع التملك۔

(۳۲) حق شفعہ اوس بیع صحیح کے بعد ثابت ہوتا ہو جسمین بائع کو اختیار باقی نہو کیونکہ اگر اوسکو واپس لینے کا اختیار باقی ہو تو وہ بیع کو اپنے ملک مین روک سکتا ہو پھر شفیع کسیطرح مالک نہین ہو سکتا اور بیع فاسد کرنے سے شفعہ ثابت نہین ہوتا کیونکہ وہ بیع فسخ کے قابل ہے اور شفعہ کے ثابت کرنے مین اوس کے فساد کا قائم رکھنا ہے۔

(۳۳) قيد بخيار البائع لانه لو كان للمشترى فله الشفعة اتفاقا اما عندهما فلكونه مالكا للمبيع وقت الشراء واما عنده فلثبوت حق التملك له وهذا كاف لثبوت الشفعة كما جاز للمكاتب الشفعة۔

(۳۳) اگر بیع مین بائع کو اختیار نہین ہو مگر مشتری کو اختیار ہے تو بالاتفاق حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے صاحبین کے نزدیک تو اس لئے کہ خریدتے وقت مشتری بیع کا مالک ہو گیا اور امام صاحب کے نزدیک اس لئے کہ اوس کو حق ملکیت حاصل ہو گیا اور شفعہ ثابت ہونے کے لئے اسقدر کافی ہے جس طرح مکاتب کے لئے شفعہ جائز ہے۔

(۳۴) وكذلك خيار العيب والروية لا يمنعان من الشفعة۔

(۳۴) خیار عیب اور خیار رویت کے صورت مین بھی شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۳۵) وما في معناه يعني تجب الشفعة بعد وجود ما في معنى البيع كالصلح على مال والهبة بعوض۔

(۳۵) جسطرح بیع سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہو اسیطرح جس چیز مین مبادلۃ المال بالمال کے معنے پائے جاتے ہون مثلاً مال دیکر صلح کرنا یا کسی چیز کے عوض مین ہبہ کرنا۔

(۳۶) وبسقوط الخيار يعني يثبت الشفعة بعد سقوط الخيار عن البائع۔

(۳۶) جس صورت مین بائع کو بیع کا اختیار حاصل ہو اور پھر وہ اختیار جاتا رہے تو پھر ہر طرح سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۳۷) والفسخ في الفاسد اي بسقوط الفسخ في البيع الفاسد لان حق الفسخ فيه كان للشرع فاذا تعلق به حق المشتري بالبناء او الغرس سقط الفسخ وزال المانع عن الشفعة۔

(۳۷) اگر بیع فاسد مین کسی وجہ سے اختیار فسخ باقی نہ رہے تو شفعہ ثابت ہوجاتا ہو کیونکہ بیع فاسد مین شرع سے حق فسخ ہوتا ہو پھر جبکہ اوس کے ساتھ بسبب مکان بنالینے یا باغ لگالینے کے مشتری کا حق متعلق ہوگیا تو اب فسخ کا اختیار باقی نہ رہا اور شفعہ کا مانع جاتا رہا۔

(۳۸) قال المصنف في شرحه وانما قال ويجب بعد البيع لانه لو قال بالبيع لكان موهما ان البيع سبب وليس كذلك بل البيع شرط والسبب الشركة بنوعيه اي حق المبيع او نفسه او الجوار اقول على هذا كان ينبغي ان يقول او سقوط الخيار بلا باء عطفا على البيع اذ بالباء يوهم ان سقوط الخيار سبب

(۳۸) معلوم کرو کہ شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے بیع کے سبب سے نہین ثابت ہوتا کیونکہ بیع شرط ہے نہ سبب ہے اور اوس کا سبب شرکت یا جوار ہے اسیواسطے مصنف نے یہ کہا ہے کہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے یہ نہین کہا کہ بیع کے سبب سے ثابت ہوتا ہے اسیطرح بائع کے اختیار ساقط ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے ساقط ہونے کے سبب سے نہین ثابت ہوتا

(۳۹) وتستقر بالاشهاد لان الشفعة حق ضعيف لابد من طلب المواثبة ليثبت رغبته في الشفعة ومن الاشهاد على الطلب ليمكن اثبات طلبه عند القاضي

(۳۹) شفعہ ثابت ہونے کے لئے شرط ہو کہ شفیع شفعہ کو فوراً طلب کرے اس لئے کہ شفعہ حق ضعیف ہو فوراً اوس کے طلب ہونی چاہیے تاکہ اوس طلب سے شفیع کی رغبت ثابت ہو۔ اور اوس کو طلب کرنے پر گواہ کرنا چاہیے تاکہ عند القاضی اوس طلب کو ثابت کرسکے۔

(۴۰) ويملك اي الدار المشفوعة بالاخذ اذا سلمت اليه اي سلمها المشتري الى الشفيع لان الملك ثابت للمشتري حتى لو اجره يطيب له الاجرة فينتقل برضاه

(۴۰) شفیع مکان مشفوعہ کا اوسوقت مالک ہوتا ہو کہ مشتری اوس مکان کو شفیع کے قبضہ مین دیدے اور وہ اوسکو لے لے اس لئے کہ ملک مشتری کو ثابت ہو یہان تک کہ اگر وہ اس مکان کو کرایہ پر دیدے تو مشتری کے لئے اوسکا کرایہ شرعاً حلال ہوگا لهذا اوسکی رضامندی سے ملک منتقل ہوجاوے گی۔

(۴۱) او حكم له وهو بالجر معطوف على الاخذ

(۴۱) اگر مشتری نے وہ مکان

يعنى يملك الشفيع باحد الامرين
اما بالاخذ بالتراضى او بحكم
الحاكم للشفيع بها اى بالشفعة۔

(٢٤) وفائدة هذين ان الشفيع
اذا مات بعد الطلبين قبل الاخذ
او الحكم لم يورث عنه الدار
المشفوعة ولو باعها لا يجوز۔

(٣٤) ولا يجب الشفعة فى غير العقار
لقوله عليه السلام لا شفعة الا فى
ربع او حائط حتى لو بيع النخل وحده
او البناء وحده فلا شفعة لانهما
لا قرار لهما بدون العرصة فكان
فى معنى المنقول۔

(٤٤) بخلاف العلو حيث يستحق به
الشفعة فى سفل لجواره اذا لم
يكن طريقهما مشتركا لان له حق
القرار فالحق بالعقار۔

(٥٤) وفى البدرية لو باع العقار
مع العبيد والدواب يثبت فى الكل
تبعا للعقار۔

(٦٤) وفى التجريد لا شفعة فى الوقف
ولا بجواره۔

(٧٤) نثبتها فيما لا يقسم كالبير و
الرحى والحمام۔

(٨٤) وقال الشافعى لا يثبت الشفعة

شفیع کے قبضہ مین رضامندی سے نہین دیا مگر قاضی نے
شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تب ہی شفیع اوس کا
مالک ہو جاوے گا۔

(٢٤) اسکا نتیجہ یہ ہو کہ اگر شفیع طلب اشہاد اور طلب
مواثبت کے بعد اور مکان پر قبضہ کرنے یا حکم قاضی سے
پہلے مرگیا تو اوس کے وارثون کو وہ مکان نہ ملیگا اور اگر اوسکو
بیچ گیا تو اوسکی بیع ناجائز ہوگی۔

(٣٤) شفعہ صرف عقار یعنے غیر منقولات مین ثابت
ہوتا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ شفعہ نہین
ہوتا مگر مکان مین یا باغ مین اسی قدر پر اگر
کوئی شخص صرف باغ کے درختون یا مکان کے دیوارونکو
بغیر زمین کے بیع کرے تو اونمین شفعہ نہین ہو اس لیے کہ زمین کے بغیر انکو
قیام نہین ہو پس وہ منقولات مین داخل ہین

(٤٤) اوپر کے مکان والے کو نیچے کے مکان مین حق شفعہ ہو۔ اس لئے
کہ اگر دونون کا راستہ مشترک نہین ہو تو جوار کے سبب سے حق شفعہ
ثابت ہوگا کیونکہ اوپر کے مکان کو نیچے کے مکان پر حق قرار
ہو لہذا اوسکو غیر منقول کا حکم دیا جاوے گا۔

(٥٤) کتاب بدریہ مین بیان کیا ہو کہ اگر جائداد کو معہ غلامون
اور مویشی کے ایک شخص نے فروخت کیا، تو یہ سب چیزین اوس
جائداد کے تابع سمجھی جاوینگی اور سب مین حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(٦٤) کتاب تجرید مین ہو کہ وقف مین شفعہ نہین ہوتا اور نہ اوس کے
جوار سے شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(٧٤) حنفیہ کے نزدیک جن چیزون کی تقسیم نہین ہوسکتی انکو
شفعہ ثابت ہوتا ہو جیسے کنوان پنچکی۔ حمام۔

(٨٤) امام شافعی رح کے نزدیک جو چیزین قابل تقسیم نہین

فيها وهذا الخلاف مبني على ان الشفعة لدفع ضرر القسمة عنده ولدفع ضرر الجوار على الدوام عندنا۔

ہین اور انہین شفعہ ثابت نہین ہوتا۔ اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک شفعہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تقسیم کرنے کی دقت نہ اوٹھانی پڑے اور حنفیہ کے ہین کہ ہمیشہ کے لئے ضرر جوار سے امن ہو جائے۔

(۴۹) والظلة وهي التي احد طرفي جذوعها على حائط الدار المبيعة وطرفها الآخر على حائط الجار لاتدخل عنده فلا ياخذها الشفيع حتى يقول بكل حق هو لها وقالا يدخل اراد بالظلة ما يكون مفتوحة في الدار المبيعة لانها لو كانت مفتوحة الى غيرها لايدخل اتفاقا۔

(۴۹) وہ سائبان جسکی کڑیان ایک جانب سے فروخت شدہ مکان کی دیوار پر اور دوسری طرف جار کی دیوار پر رکھے ہوئے ہین حنفیہ کے نزدیک وہ سائبان بیع مین داخل نہو گا اور شفیع اوس کو نہ لے سکیگا مگر جس صورت مین بائع کل حقوق کی تصریح کر دے اور صاحبین کے نزدیک وہ بلا تصریح بیع مین داخل ہو گا اور سائبان سے وہ سائبان مراد ہے جسکا راستہ اوس مکان کی طرف کھلا ہو کیونکہ اگر دوسری طرف کو ہو تو بالاتفاق داخل نہ ہو گا۔

(۵۰) لهما ان الظلة من مرافق الدار ينتفع بها صاحبها كالكنيف المشروع الى خارج الدار وله انها تبع للدار من وجه دون وجه لان قرارها بها وبغيرها فان قال بكل حق لها دخلت والا فلا بخلاف المقيس عليه لانه لا اتصال له بملك الغير۔

(۵۰) صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ سائبان مکان کے تابع ہوتا ہے جس سے مالک مکان نفع اوٹھا سکتا ہو مثل پاخانہ وغیرہ کے جو مکان سے باہر ہو۔ اور امام صاحب کی یہ دلیل ہو کہ من وجہ وہ مکان کے تابع ہو اور من وجہ اوس سے الگ ہو کیونکہ اوس کا قیام صرف اسی مکان پر نہین ہے بلکہ دوسرے مکان پر بھی ہو لہذا اگر بائع کل حقوق کا لفظ کہدے گا تب تو وہ سائبان داخل ہو گا ورنہ نہین۔ بخلاف مقیس علیہ کے کہ اوسمین دوسرے کی ملک سے اتصال نہین پایا جاتا۔

(۵۱) واذا ملك العقار بعوض وهو مال وجبت اي ثبت الشفعة۔

(۵۱) اگر ایک شخص بعوض کسی مال کے ایک مکان کا مالک ہو تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۵۲) فان ملكها بلا عوض كالهبة المطلقة والصدقة لا يثبت۔

(۵۲) اگر ایک شخص بلا عوض مالک ہوا جسطرح ہبہ مطلقہ اور صدقہ مین تو شفعہ ثابت نہو گا۔

(۵۳)، وکذا اذا ملکها بعوض لیس
بمال وعلیه یتفرع قوله۔
(۵۴)، فلا نثبتها ای الشفعة فی دار
یتزوج علیها ای یکون مهرًا للمنکوحة
وان قال جعلها بمهرك ففیها
الشفعة لانها عوض عن المهر۔
(۵۵)، او یخالع بها او یستاجر بها
یعنی اذا اجر داره واخذ لاجرته
من المستأجر دارا فلا شفعة لهذا
لانه بدل المنفعة لا بدل
المال۔
(۵۶)، او یصالح بها عن دم عمدا
او یعتق علیها۔
(۵۷)، وقال الشافعی یثبت الشفعة
فیها۔
(۵۸)، لان هذه الاشیاء متقومة
فی الشرع فیکون الدار قیمة للمتقوم
ولنا ان قیمة الشئ ما یقوم مقامه
لاتحادهما فی المقصود ولا اتحاد بین
المال وهذه الاشیاء فیه فلا یکون
المال قیمة لها الا ان الشارع جعل
للبضع قیمة فی النکاح لضرورة تعظیم
قدره سیجیٔ بیانه فی النکاح وللمنافع
قیمة فی الاجارة لضرورة حاجة
الناس الیها وللدم قیمة لضرورة

(۵۳)، اگر ایک شخص بعوض مکان کا مالک ہو اگر وہ عوض
مال نہین ہے تو شفعہ ثابت نہ ہوگا۔
(۵۴)، اگر ایک مکان کے عوض ایک عورت سے نکاح
کیا تو حنفیہ کے نزدیک شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ اور
اگر مہر کے عوض مین وہ مکان ٹھیرا ہے تو شفعہ ثابت
ہو جائے گا کیونکہ وہ بعوض مال کے ہے۔
(۵۵)، اگر ایک شخص نے بعوض مکان کے اپنی بیوی سے
خلع کیا یا ایک مکان کسی کو کرایہ پر دیا اور کرایہ دار سے اوس کے
کرایہ مین ایک مکان لے لیا تو اوسمین شفعہ نہین ہے کیونکہ
وہ مکان اُسنے بعوض مال کے نہین لیا ہے بلکہ بعوض
سکونت کے لیا ہے۔
(۵۶)، اگر ایک شخص نے قصدًا ایک شخص کا خون کیا اور ایک مکان
دیکر اوس کے وارثون سے صلح کرلی یا بعوض ایک مکان کے اپنے غلام آزاد کیا تو شفعہ نہ ہوگا
(۵۷)، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان پانچون صورتون مین
شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔
(۵۸)، امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ شرع کے اندر
خلع اور خون وغیرہ متقوم چیزین ہین پس مکان متقوم چیز کے
بدلہ پایا گیا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ قیمت اوس چیز کو کہتے ہین
جو بسبب اتحاد مقصود کے ایک شی کے قائم مقام ہو سکے اور مال مین
اور ان چیزون مین اتحاد فی المقصود نہین ہے پس مال ان کی قیمت
نہین ہو سکتا مگر شارع نے صرف شرافت انسانی کا لحاظ کر کے
شرمگاہ کے نکاح مین قیمت مقرر کی ہے اور اجارہ مین منافع کو متقوم
قرار دیا ہے کیونکہ لوگون کو اونکی ضرورت پیش آتی رہتی ہے اسیطرح ضرورت
انسانی کا لحاظ فرما کر خون کی قیمت مقرر کی ہے تاکہ خون سب کا ضائع
نہو اور جو چیز کسی ضرورت سے مقرر کیجاتی ہے وہ صرف اوسی ضرورت کے

صيانته عن الهدر وما ثبت بالضرورة لا يتعدى عن موضعها فلا يكون مقومة في حق الشفعة والاعتاق ازالة المالية فكيف يقوم المال مقامه۔

اندر منحصر ہتی ہر پس حق شفعہ مین یہ چیزین متقوم نہی جاوین گی اور باقی رہا آزاد کرنا تو مال کسیطرح اوس کے قائم مقام نہین ہو سکتا کیونکہ آزاد کرنا اصل مین مالیت کا زائل کرنا ہے نہ مال کا مال سے بدلنا۔

(۵۹) فلو تزوجها على دار ان ترد اليه الفا يعني اذا تزوج امراة وامهرها دارا على ان ترد اليه الف درهم فالشفعة غير ثابتة عنده مطلقا اي في حصة الالف وفي حصة الصداق۔

(۵۹) اگر ایک عورت سے بعوض یک مکان کے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر وہ عورت ہزار روپیہ اس شخص کو دے تو یہ شخص وہ مکان عورت کو دیدے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اوس مکان مین بالکل حق شفعہ نہو گا نہ مہر کے حصے مین نہ ہزار کے حصے مین۔

(۶۰) واوجباها في حصة الالف لانه مبادلة مال بمال۔

(۶۰) صورت مذکورہ بالا مین صاحبین رح کے نزدیک اوس قدر حصے مین جو ہزار کے بدلے مین آئے گا حق شفعہ ثابت ہو گا۔

(۶۱) اقول لو قال فالشفعة غير ثابتة في حصة الالف لكان اخصر واولى لانه لم يحتج الى قوله مطلقا واوجباها وعدم الشفعة في حصة الصداق قد كان عرف في المسئلة السابقة۔

(۶۱) شارح رحمہ اللہ کہتے ہین اگر ماتن یہ کہتا کہ ہزار کے حصے مین شفعہ ثابت نہو گا تو بہتر اور مختصر ہوتا اور مطلقاً واوجباها کہنے کی ضرورت نہو تی اور مہر کے حصہ مین شفعہ کا ثابت نہو نا پہلے مسئلہ سے معلوم ہو چکا تہا۔ پس دوبارہ اوس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تہی۔

(۶۲) وله ان البيع مشروط في النكاح والمشروط اتباع فيكون معنى المعاوضة تبعا للصداق واذا لم يثبت الشفعة في الاصل لا يثبت في تبعه۔

(۶۲) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہو کہ اس نکاح مین بیع کی شرط لگائی گئی ہے اور شرط مشروط کے تابع ہوا کرتی ہو لہذا معاوضہ کے معنے مہر کے تابع ہوے اور جب اصل مہر مین شفعہ ثابت نہین ہو اوس کے تابع مین بہی ثابت نہو گا۔

(۶۳) اورد بعض المشائخ هذه

(۶۳) بعض مشائخ رح نے اس مسئلہ کو کتاب النکاح مین

المسئلة فی کتاب النکاح وبعضهم فی کتاب الشفعة والمصنف اوردها فی کلیهما لکن بینا فی ایجاز الکتاب۔

بیان کیا اور بعض نے کتاب الشفعہ مین اور اس کتاب مین دونون مقام پر اوس کو بیان کیا ہے اس مین اگرچہ کچھ حرج نہین ہے مگر اختصار کی منافی ہے۔

(٦٤) ولو صالح عنها بانکار او سکوت لم تجب یعنی من ادعی دار رجل وانکر صاحبها او سکت ثم صالحه عن تلک الدار علی مال لا شفعة فیها اما فی صورة الانکار فلان زعمه ان الدار لم تنزل عن ملکه واما فی السکوت فلزعمه ان ما اعطاه افتداء لیمینه فلم یثبت المبادلة المالیة۔

(٦٤) ایک شخص نے دوسرے کے مکان کا دعوی کیا اور مالک مکان نے انکار کیا یا سکوت کیا اور پھر کچھ مال دیکر اوس شخص سے اوس نے صلح کر لی تو اوس مکان مین شفعہ نہین ہے انکار کی صورت مین تو اس لئے کہ مالک مکان کے نزدیک وہ مکان اسیکا مملوک تھا اور سکوت کی صورت مین اس لئے کہ اوس نے جو مال دیا ہے اپنے نزدیک قسم کے عوض مین دیا ہے لہذا مبادلہ مالیہ نہین پایا گیا۔

(٦٥) ولو باقرار یعنی لو صالح عنها بعد اقراره بها یثبت الشفعة لان الصلح بعد الاعتراف یکون مبادلة بمال۔

(٦٥) ایک شخص نے دوسرے کے مکان کا دعوی کیا اور اوس نے اقرار کر لیا اور کچھ مال دیکر مدعی سے صلح کر لی تو شفعہ ثابت ہو جائے گا کیونکہ اقرار کے بعد یہ صلح مبادلہ ہے۔

(٦٦) او علیها ای لو صالح عن دعوی خصمه علی دار مطلقا ای سواء کان الصلح باقرار او سکوت او انکار وجبت الشفعة لان زعم المدعی انه اخذها عوضا عن حقه فیؤاخذ بزعمه۔

(٦٦) اگر ایک شخص نے ایک مکان پر دعوی کیا اور مالک مکان نے اوس سے انکار یا اقرار یا سکوت کیا اور ایک مکان دیکر صلح کر لی تو شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ مدعی نے اپنے نزدیک بعوض اپنے حق کے اوس مکان کو لیا ہے پس اوس کے زعم کے موافق اوس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

(٦٧) ولا یجب الشفعة بالارث والوصیة لان الملک الحاصل بکل منهما حاصل بغیر عوض۔

(٦٧) بذریعہ وراثت یا وصیت کے اگر کسی شخص کو ایک مکان ملے تو اوسمین شفعہ نہین ثابت ہوتا اسلئے کہ یہان مبادلہ مالیہ نہین ہے۔

(۶۸) وطردوا ذلك اى عدم ثبوت الشفعة فى الهبة اذا عوض عنها لان التعويض عنها تبرع ولا شفعة فى التبرعات۔

(۶۸) اگر ایک شخص نے کسیکو ایک مکان ہبہ کیا اور موہوب لہٗ نے اوس کے عوض مین کچہ مال ہبہ کنندہ کو دیا تو ہمارے ائمہ کے نزدیک اوسمین شفعہ نہین ہے اس لئے کہ ہبہ کا عوض دینا تبرعات مین داخل ہے اور تبرعات مین شفعہ نہین ہوتا۔

(۶۹) الا بعوض مشروط يعنى اذا شرط العوض فى الهبة يثبت الشفعة فيها عندنا لان العوض يكون واجبا عليه ويكون بيعا انتهاء۔

(۶۹) اگر ایک شخص نے کسی کو ایک مکان ہبہ کیا اور اوس کے عوض مین کچہ مال شرط کر لیا تو حنفیہ کے نزدیک اسمین شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ یہ عوض موہوب لہ پر واجب ہو جاوے گا اور انتہاءً یہ بیع سمجھی جاویگی۔

(۷۰) وقال مالك يثبت الشفعة فى الهبة متى عوض عنها وان لم يكن العوض مشروطا فيها لانها يصير بمنزلة البيع ولنا انها هبة من الجانبين لانه لم يشترط فى العقد عوض ولا شفعة فى الهبة بخلاف ما اذا شرط العوض حيث صارت معاوضة اعلم ان انفهام قول مالك من المتن فيه نوع خفاء لعلم بالتامل۔

(۷۰) امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر ہبہ کے اندر عوض دیا جاے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ عوض کی شرط نہو کیونکہ وہ بمنزلہ بیع کے ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ بیع نہین ہے بلکہ جانبین سے ہبہ ہے اس لئے کہ عقد کے اندر عوض کی شرط نہین ہے اور جب ہبہ ٹہیرا تو اسمین شفعہ نہو گا بخلاف اوس صورت کے کہ ہبہ مین عوض شرط ہو کہ وہان مبادلہ پایا جاتا ہے۔ معلوم کرو کہ متن سے بظاہر امام مالک رحمہ اللہ کا قول سمجہ مین نہین آتا۔

(۷۱) وفى المحيط الشفعة فى الهبة المشروطة بعوض انما تثبت اذا تقابضا فان قبض احدهما دون الأخر فلا شفعة۔

(۷۱) محیط مین بیان کیا ہے کہ ہبہ مشروط بعوض مین شفعہ اوسوقت مین ثابت ہوتا ہے کہ جب دونون کا قبضہ بدلین پر ہو جائے اور اگر صرف ایک نے قبضہ کیا ہے اور ہنوز دوسرے نے نہین کیا ہے تو اوسمین شفعہ نہین ہے۔

(۷۲) خلافا لزفر وهذا ابناء على ان الهبة المشروطة بعوض ينعقد معاوضة ابتداءً عنده وعندنا ينعقد تبرعا ابتداءً ويتم معاوضة

(۷۲) اوپر کی صورت مین امام زفر کا اختلاف ہے اوس کی بنا یہ ہے کہ اون کے نزدیک ہبہ مشروط بعوض شروع سے ہی معاوضہ ہوتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک شروع مین تبرع اور دونون کے قبضہ کرنے کے بعد

اذا تقابضا۔

مبادلہ تصور کیا جاتا ہے۔

(۷۳) ولا تثبت ای الشفعۃ للجار باقتسام الشرکاء العقار لان فی القسمۃ معنی الافراز لا مبادلۃ المال بالمال ولہذا یجری فیہا الجبر علی القسمۃ اذا کانت فی المثلیات بطلب احد الشرکاء والشفعۃ لم تثبت الا فی المبادلۃ المطلقۃ۔

(۷۳) اگر چند شریک ایک مکان کو باہم تقسیم کرلیں تو جار کو اوسمین مجال شفعہ نہیں ہے کیونکہ تقسیم مین ہر شخص اپنے حصہ کو الگ کرتا ہے اور اوسمین مبادلہ نہیں ہوتا ولہذا اگر مثلیات مین شرکت پائی جاوے اور ایک شریک تقسیم کی درخواست کرے تو اور شریک راضی ہون یا نہون اوس شئ مین تقسیم جاری ہوسکتی ہے الحاصل تقسیم مین مبادلہ نہیں ہے اور شفعہ مطلقاً مبادلہ مین ثابت ہوتا ہے۔

(۷۴) ولا برد المشتری ای لا تثبت الشفعۃ للجار اذا رد المشتری بشرط او برؤیۃ او عیب ای بسبب خیار الشرط او خیار الرؤیۃ او خیار العیب بقضاء ای بقضاء القاضی ہذا قید للرد بالعیب سواء یکون الرد بعد القبض او قبلہ بعد التسلیم ای تسلیم الجار الشفعۃ وقت الشراء لان الرد فسخ من الاصل۔

(۷۴) اگر بسبب خیار شرط یا خیار روئیت یا خیار عیب حاصل ہونے کے مشتری نے مبیع کو بحکم قاضی واپس کردیا خواہ مبیع پر ہنوز قبضہ کیا ہو یا نہین اور جار نے خریدنے وقت اوس شفعہ کے طلب نہ کی تھی تو اب اوس جار کو حق شفعہ نہوگا کیونکہ واپس کرنا فی الحقیقت بیع کا فسخ کرنا ہے اور حکم قاضی کی قید صرف خیار عیب کے متعلق ہے۔

(۷۵) فان ردہ بعیب بعد القبض بغیر قضاء او تقایلا البیع وجبت الشفعۃ لان ذلک فسخ فی حقہما وعقد جدید فی حق الشفیع اذ لا ولایۃ لہما علی غیرہما فیکون معاوضۃ مالیۃ فی حقہ قید بقولہ بعد القبض لان الرد بالعیب قبل القبض فسخ من الاصل۔

(۷۵) اگر مشتری نے خیار العیب حاصل ہونے کی وجہ قبضہ کرنے کے بعد بغیر حکم قاضی کے مبیع کو واپس کیا یا بائع مشتری نے باہم بیع کا اقالہ کرلیا تو شفعہ ثابت ہو جاوے گا کیونکہ اون دونون کے حق مین یہ بیع کا فسخ ہو مگر شفیع کے حق مین وہ از سر نو دوسری بیع ہو اس لئے کہ بائع اور مشتری کو اپنی ذات کا اختیار ہو مگر شفیع پر اونکو کچھ ولایت نہین ہو پس شفیع کے حق مین یہ معاوضہ مالیہ سمجھا جاوے گا۔ بعد قبض کے قید اس سے لگائی ہو کہ قبضہ کرنے سے پہلے مبیع کا عیب کی وجہ سے واپس کردینا اصل مین فسخ کردینا ہے۔

(۷۶) ولو استثنی ذراعا مما یلیه ای من الجانب الذی یلی الشفیع امتنعت الشفعة لانعدام اتصال الملک۔

(۷۶) ایک شخص نے ایک زمین فروخت کی اور جس طرف شفیع کے زمین سے اوس کو اتصال تھا ایک گز زمین کو بیع میں نہ داخل کیا تو شفعہ ثابت نہ ہوگا کیونکہ اتصال ملکیت نہیں پایا گیا۔

(۷۷) وکذا لو وهبه وسلمه الیه

(۷۷) بیع کے بعد زمین کا کچھ حصہ جو شفیع کے زمین سے ملا ہوا تھا مشتری کو ہبہ کیا

(۷۸) ولو ابتاع سهما من العقار قلیلا بثمن کثیر بحیث لا یرغب الیه الجار اصلا ثم ابتاع الباقی تثبت الشفعة للجار فی الاول ای فی السهم الاول دون بیع الباقی لان المشتری فی سهم صار شریکا للبائع فی الباقی والشفیع جار له فیه والشریک مقدم علیه۔

(۷۸) اگر ایک شخص نے ایک زمین کا کچھ حصہ جو شفیع کے زمین سے ملا ہوا ہے زیادہ قیمت سے فروخت کیا تاکہ شفیع اوس کے خریدنے کا قصد نہ کرے اور پھر باقی کو بھی فروخت کر دیا تو صرف اوس حصہ میں شفعہ ثابت ہوگا باقی میں نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ جس نے بائع سے وہ حصہ خریدا ہے وہ شخص بائع کا باقی میں شریک ہو گیا اور وہ شفیع صرف جار رہتا اور شریک کو جار پر تقدم ہے۔

(۷۹) وهذه الحیلة لدفع الجار عن الشفعة۔

(۷۹) صورت مذکورہ بالا کے حیلہ سے جار کا شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(۸۰) او بثمن ای لو ابتاع العقار الذی قیمته مائة مثلا بثمن غال کالف ثم عوضه عنه ای المشتری البائع عن ذلک الالف بثوب قیمته مائة تثبت الشفعة بالثمن لانه هو العوض عن العقار والتعوض بالثوب عقد آخر وهذه حیلة تم دفع الجار والشریک الا ان فیها اضرار البائع عند الاستحقاق لانه باع الثوب من البائع بالف وقع

(۸۰) اگر ایک جائداد کی قیمت سو روپیہ ہو اور مالک نے اوسکو ہزار روپیہ سے فروخت کیا پھر مشتری نے اوس ہزار کے عوض میں بائع کو ایک کپڑا دیا جس کی قیمت سو روپیہ ہو تو شفیع ہزار روپیہ دیکر اوس جائداد کو لے سکتا ہے ورنہ نہیں لے سکتا کیونکہ اوس جائداد کی عوض ہزار روپیہ قرار پائے ہیں اور باقی رہا عوض ہزار روپیہ کے اوس کپڑے کا لینا یہ دوسرا عقد ہے یہ ایسا حیلہ ہے جس سے جار اور شریک دونوں کا شفعہ باطل ہو سکتا ہے مگر جس صورت میں جائداد کے اندر کسی کا حق برآمد ہوا تو اوس میں بائع کو ضرر ہوگا کیونکہ مشتری اوس کپڑے کو اوس بائع کے ہاتھ بعوض ہزار روپیہ کے جسکو اون دونوں نے باہم قرار

المقاصة بینهما فاذا استحق العقار بطل ثمنه لکن بقی للمشتری علی البائع ثمن الثوب وهو الف لان بیع الثوب صحیح۔

(۸۱) فالاولی ان یباع بالدراهم الثمن دنانیر بقدر قیمة العقار فیکون صرفا بما فی ذمته۔

(۸۲) فاذا استحق العقار وتبین ان لا دین علی المشتری یبطل الصرف للافتراق قبل القبض فیجب رد الدنانیر لا غیر فلا یتضرر بها البائع۔

(۸۳) وکره محمد الحیلة فی اسقاطها وقالا لا یکره۔

(۸۴) له ان ثبوتها لدفع الضرر فاذا ابیحت الحیلة فی اسقاطها یکون ابقاء لضرر الجار فیکون حراما

(۸۵) لهما ان هذه امتناع عن اثبات الحق وهو مشروع۔

(۸۶) قید بقوله فی اسقاطها لان الحیلة فی ابطالها مکروهة اتفاقا کما اذا قال المشتری للشفیع بعد ما ثبت حقه انا ابیعها منک بما اخذت وقال الشفیع نعم تبطل الشفعة کذا فی النهایة۔

(۸۷) لکن قال شمس الائمة لا باس

دے لیا ہو فروخت کر یگا۔ پس اگر وہ جایداد کسی اور شخص کی نکلی تو اوسکا ثمن باطل ہو جاوے گا مگر کپڑے کی قیمت جو ہزار روپیہ اوسکا زرثمن قرار پایا ہو مشتری کے اس بائع پر لازم ہو جاویگی کیونکہ کپڑے کی بیع صحیح ہو۔

(۸۱) اور اگر اسطرح پر حیلہ کیا جاوے کہ بعوض ہزار روپے زرثمن کے کچھ اشرفیاں بقدر قیمت جایداد کے مشتری بائع کو دے تو بیع صرف ہو جاویگی اور بائع کا کچھ ضرر نہو گا۔

(۸۲) حیلہ مذکورہ بالا کے بعد اگر اوس جایداد مین کسی کا حق برآمد ہوا اور یہ بات ظاہر ہو گئی کہ مشتری پر زرثمن لازم نہین ہو تو وہ بیع صرف قبل از قبض فراق پا جانے سے باطل ہو جاویگی اور بائع کو صرف اون اشرفیون کا واپس کرنا پڑے گا جسسے اوسکو کچھ ضرر نہو گا۔

(۸۳) امام محمد رح کے نزدیک اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہو اور صاحبین کے نزدیک مکروہ نہین ہو۔

(۸۴) امام محمد کی دلیل یہ ہو کہ شفعہ دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہو پس اگر اوس کے ابطال کے لئے حیلہ کرنا جائز ہو تو بدستور ضرر جوار باقی رہتا ہو پس خواہ مخواہ حیلہ کرنا روا نہو گا۔

(۸۵) صاحبین کی دلیل یہ ہو کہ حیلہ کرنے مین اثبات حق غیر سے بچنا ہے اور یہ ناجائز نہین ہے۔

(۸۶) حیلہ مین اسقاط شفعہ کی قید اس لیے لگائی ہو کہ ابطال شفعہ کے لئے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے جسطرح مشتری شفیع سے اوس کا حق ثابت ہو جانے کے بعد کہے کہ جتنی قیمت کو مین نے یہ مکان لیا ہو اوسی قیمت کو مین تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون اور وہ کہدے کہ اچھا تو شفعہ اوسوقت مین باطل ہو جاوے گا۔

(۸۷) شمس الائمہ نے بیان کیا ہے ابطال حق شفعہ کے لئے

بالحيلة لابطال حق الشفعة اذا كان قصده الدفع عن نفسه لان فى اخذ داره بغير رضاه ضررا عليه واضرار الغير به ضمنى فلا يعتبر۔

اگر کوئی شخص حیلہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین بشرطیکہ اوس کو اپنی ذات سے ضرر کا دور کرنا مقصود ہو اسواسطے کہ بغیر اوسکی رضا مندی کے اوس کا گھر لینے مین اوس کے لئے ضرر ہے اور غیر کو اگر ضرر ہوگا تو ضمنا ہو۔

(٨٨) **فصل** فى طلب الشفعة والخصومة فيها۔

(٨٨) **یہان سے شفعہ کے طلب کرنے اور اوسمین مخاصمت کرنے کا بیان کیا جاتا ہی**

(٨٩) واذا علم الشفيع بالبيع اشهد فى مجلس علمه على الطلب سمى هذا طلب المواثبة لابد للشفيع منه وان لم يكن بحضرته من يشهد لكيلا يسقط حقه فيما بينه وبين الله تعالى لقوله عليه السلام الشفعة لمن واثبها اى طلبها على المسارعة ويمكنه الحلف اذا استحلف۔

(٨٩) جسوقت شفیع کو بیع کا علم ہو تو اوسکو لازم ہے کہ اوسی جلسہ مین طلب شفعہ پر کسیکو گواہ کردے اور اس طلب کو طلب مواثبت کہتے ہین شفیع کے لئے یہ طلب خواہ مخواہ ضروری ہے اگرچہ اوسوقت کوئی گواہ موجود نہو تاکہ فیمابینہ وبین اللہ تعالے اوس کا حق ساقط ہو جائے کیونکہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے شفعہ اوس شخص کے لئے ہے جو فورا اوسکی طلب کرے۔ اور تاکہ حلف کرنے کے موقع پروہ حلف کر سکے۔

(٩٠) ثم هذا الطلب انما يجب عليه اذا اخبره رجلان او رجل عدل عنده۔

(٩٠) امام رحمہ اللہ کے نزدیک طلب مواثبۃ اوسوقت واجب ہوتی ہے جبکہ دو مرد غیر عادل یا ایک مرد عادل شفیع کو بیع کی خبر دے۔

(٩١) وعندهما يجب اذا اخبره واحد حرا كان او عبدا صغيرا كان او كبيرا اذا كان الخبر حقا۔

(٩١) صاحبین رح کے نزدیک طلب مواثبت اوسوقت واجب ہوتی ہے کہ ایک شخص خبر دے خواہ حر ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ بشرطیکہ وہ خبر صحیح ہو۔

(٩٢) ولو اخبره المشترى بنفسه يجب عليه الطلب اتفاقا كيف ما كان لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة فى الخصومة كذا فى التبيين۔

(٩٢) اگر مشتری نے خود بیع کی خبر دی تو شفیع پر بہر صورت شفعہ کے طلب واجب ہی خواہ وہ مشتری کیسا ہی ہو اسواسطے کہ اس شفعہ مین مشتری اوسکی مخاصمت ہو اور خصومت مین عدالت شرط نہین ہے۔

(۹۳) وعن محمد ان له خيارا الى اخر المجلس ما لم يشتغل بما يدل على الاعراض وهو مختار الكرخي لانه تملك لابد فيه من التامل

(۹۳) امام محمد رح سے مروی ہے کہ شفیع کو آخر جلسہ تک طلب کرنیکا اختیار حاصل ہے بشرطیکہ شفیع اُس جلسہ کے اندر کسی ایسے کام میں مشغول نہو جس سے اُسکا اعراض ثابت ہو کرخی نے اسی منقول کو اختیار کیا ہے اسلئے کہ شفعہ مین ملکیت کا حاصل کرنا ہوتا ہے جسمین تامل کرنے کی ضرورت ہے۔

(۹۴) لكن المشهور عن ائمتنا انه على الفور حتى قالوا لو سكت بعد علمه او تكلم بلغو بطل الشفعة۔

(۹۴) ہمارے ائمہ سے یہ قول مشہور ہے کہ شفیع کو فی الفور طلب کرنی چاہیے حتی کہ اگر بیع کا حال معلوم ہونیکے بعد شفیع نے سکوت کیا یا کوئی بیکار بات زبان سے نکالے تو شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(۹۵) وفي الواقعات الصحيح ان الشفعة تثبت بكل كلام يفهم منه طلبها اسمية كانت او فعلية۔

(۹۵) واقعات مین مذکور ہے قول صحیح یہ ہے کہ شفعہ ہر کلام سے جس سے اُسکی طلب پائی جائے ثابت ہوجاتا ہے خواہ وہ کسی قسم کا جملہ ہو۔

(۹۶) ثم على البائع اي ليشهد على البائع ان كان المبيع في يده لكونه خصما فيه۔

(۹۶) طلب مواثبت کے بعد شفیع پر لازم ہے کہ اگر بائع کے پاس مبیع موجود ہو تو اُس پر بھی کسیکو گواہ کرے اسلیے کہ اُسے مبیع مین اسکو مخاصمت کرنی ہے۔

(۹۷) نص محمد في جامع الكبير انه يصح الاشهاد على البائع بعد تسليم المبيع استحسانا لانه عاقد لا قياسا۔

(۹۷) امام محمد نے جامع کبیر مین اس بات کی تصریح کی ہے کہ اگر بائع نے مبیع کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا تو اُسوقت بھی شفیع کسیکو گواہ کردے تو صحیح ہے کیونکہ وہ عاقد ہے مگر یہ بات قیاس کے خلاف ہے صرف استحسانا ہے۔

(۹۸) او على المشتري لانه ملك المبيع۔

(۹۸) اگر طلب مواثبت کے بعد بائع کے پاس اگر کسیکو گواہ نکرے تو مشتری کے پاس جاکر کسیکو گواہ کرے کیونکہ وہ مبیع کا مالک ہے۔

(۹۹) او عند العقار لتعلق الحق به ويسمى هذا طلب التقرير وصورته ان يقول ان فلانا اشترى دارا وهذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة وانا طالبها الان فاشهدوا على ذلك۔

(۹۹) اگر شفیع نے بائع اور مشتری مین سے کسیکے پاس جاکر گواہ نہ کیا تو اُسکو چاہیے کہ اراضی مبیعہ کے پاس جاکر کسیکو گواہ کردے کیونکہ حق اُسکے ساتھ متعلق ہے۔ طلب مواثبت کے بعد گواہ کرانے کا نام طلب تقریر ہے اُسکا طریقہ یہ ہے کہ شفیع لوگونکے سامنے یہ بیان کرے کہ فلان شخص نے ایک مکان یا یہ مکان خریدا ہے اور مین اُسکا شفیع ہون اور مین اُسکو طلب کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ اس بات پر گواہ رہو۔

(۱۰۰) قال شیخ الاسلام لو علم الشفیع البیع عند احد هذه الثلثة فطلب واشهد علیه یکفیه فلا حاجة الی طلب الاشهاد ثانیا ومدة هذا الطلب مقدرة بالتمکن من الاشهاد مع القدرة علی احد هذه الثلثة۔

(۱۰۰) شیخ الاسلام نے بیان کیا ہے کہ اگر ان تینون مین سے کسی جگہ شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اُسجگہ اُس نے کسیکو گواہ کر دیا تو اُسقدر اثبات شفعہ مین ہو سکنے کیلئے کافی ہے اور دوبارہ طلب اشہاد کے حاجت نہین ہے اور طلب کرنیکی مدت اُس قدر ہے جس مین وہ ان تینون مین سے کسی جگہ جا کر گواہ کر سکے۔

(۱۰۱) فان ترك الاقرب من هؤلاء وطلب الابعد فی مکان اخر بطل شفعته الا ان یکونوا فی مصر

(۱۰۱) اگر ان تینون مین سے شفیع نے قریب کو چھوڑ کر بعید کو دوسری جگہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہو جاوے گا مگر جس صورت مین کہ یہ سب ایک شہر مین ہون۔

(۱۰۲) وعن محمد انها مقدرة بثلثة ایام۔

(۱۰۲) امام محمد رح سے طلب اشہاد کے مدت تین روز مروی ہین۔

(۱۰۳) وعن الشافعی ان له الطلب فی جمیع عمره۔

(۱۰۳) امام شافعی رح سے مروی ہے کہ شفیع کو تمام عمر طلب اشہاد کرنے کا اختیار ہے۔

(۱۰۴) وتاخیر الخصومة وسمی طلب التملك بعد الاشهاد لا یسقطها ای الشفعة عند ابی حنیفة لان الحق متی تقرر لم یسقط الا باسقاط صاحبه بلسانه کما فی سائر الحقوق وعلیه الفتوی۔

(۱۰۴) طلب اشہاد کے بعد اگر خصومت مین دیر ہو جائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک شفعہ نہین ساقط ہوتا کیونکہ جب کوئی حق ثابت ہو جاتا ہے تو جب تک دونون شخص اپنی زبان سے اُسکو ساقط نکرین وہ ساقط نہین ہو سکتا تمام حقوق کا یہی حال ہے اسی قول پر فتوی ہے اور اس خصومت کو طلب تملک کہتے ہین۔

(۱۰۵) ویسقطها ای ابو یوسف شفعته بترك المحاکمة یعنی المرافعة الی القاضی مع القدرة علی ذلك لانه دلیل الاعراض والتسلیم کما فی تاخیر الطلبین الاولین۔

(۱۰۵) امام ابو یوسف کے نزدیک اگر شفیع باوجود قدرت کے قاضی کی طرف چارہ جوئی نہ کرے تو حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اسلیے کہ طلب نہ کرنا اعراض کرنے تسلیم کرنیکی دلیل ہے جسطرح پہلے دونون طلبون مین تاخیر کرنے سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔

(١٠٦) وقدره اى محمد زمان ترك المحاكمة بشهر لان الشهر ادنى الآجال ومادونه عاجل كما سيجئ فى الايمان من غير عذر۔

(١٠٦) امام محمد رح نے بلا عذر چارہ جوئی نکرنیکی مدت ایک مہینہ معین کی ہے کیونکہ ایک مہینہ ادنےٰ درجہ کی مدت ہی اور ایک مہینہ سے کم عجلت مین داخل ہے چنانچہ کتاب الایمان مین اسکا بیان آتا ہے۔

(١٠٧) قيد به لانه لو كان بعذر كمرض وسفر اوعدم قاض يرى الشفعة بالجوار فى بلده لا يسقط اتفاقا۔

(١٠٧) تاخیر مین بلا عذر کی قید اسلیے لگائی ہو کہ اگر کسے عذر سے تاخیر ہوئی شلا وہ بیمار تھا یا سفر مین تہا یا اُسکے شہر مین ایسا قاضی موجود نہ تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو تو بالاتفاق شفعہ ساقط نہو گا۔

(١٠٨) وفى الجامع الخانى الفتوى اليوم على قول محمد لتغير احوال الناس فى قصد الاضرار۔

(١٠٨) جامع خانی مین ہو کہ آج کل امام محمد رح کے قول پر فتوا ہو اسلیے کہ ضرر رسانی مین لوگون کا حال متغیر ہوگیا ہے۔

(١٠٩) واذا ادعى الشراء اى اذا ادعى الشفيع ان المشترى اشترى الدار المشفوعة وطلب الشفعة سأل القاضى المشترى بان يقول الدار التى يشفع بها الشفيع هل هى الملك وانما احتيج الى هذا السوال لانه بمجرد كونها فى يده لا يستحق الشفعة فان اعترف بملكه الذى يشفع به ثبت كونه خصما باعترافه۔

(١٠٩) جسوقت شفیع دعوے کرے کہ فلان شخص نے فلان مکان جس مین میرا شفعہ ہے خرید کیا ہو اور مین اُسمین شفعہ چاہتا ہون اوسوقت قاضی کو مشتری سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ جس مکان مین شفیع شفعہ کرتا ہو وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا نہین اور اس سوال کے اسلیے حاجت ہو کہ صرف شفیع کے قبضہ سے اوس کو حق شفعہ ثابت نہو گا اگر مشتری نی اوس مکان کے شفیع کی ملک ہونے کا اقرار کر لیا تو اوس کے اقرار ہی سے ثابت ہو گیا کہ وہ شفیع کا مخاصم ہے۔

(١١٠) والا كلفناه البينة اى ان لم يعترف به كلف القاضى الشفيع باقامة البينة على انه مالك بما يشفع به۔

(١١٠) اگر قاضی نے مشتری سے اس مکان کی ملکیت کا سوال کیا اور مشتری نے ملکیت کا اقرار نہ کیا تو قاضی کو شفیع کہنا چاہیے کہ اپنے شفعہ پر گواہ سنا دے۔

(١١١) وقال زفر يكون خصما بلا بينة لان ظاهرة اليد دليل الملك

(١١١) امام زفر کے نزدیک شفیع کو مخاصمت مین گواہ کی ضرورت نہین ہے کیونکہ شفیع کا ظاہری قبضہ ثبوت ملک کے لیے کافی ہو

(۱۱۲) لهذا يجوز للشهود ان يشهد و ابا لملك بمشاهدة اليد و لنا ان ظاهر الملك يصلح لدفع دعوى الغير لا الاستحقاق به۔

(۱۱۲) ظاہری قبضہ ملکیت کی دلیل ہو جاتا ہے اسی لئے اگر کوئی شخص کسی کے قبضہ میں کوئی چیز دیکھے تو اوس شخص کے اسباب کی گواہی دینی درست ہو جاتی ہے کہ وہ شے اوس قابض کی مملوک ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ظاہری قبضہ غیر کا دعوی دفع کرنے کے لئے کافی ہوسکتا ہے دوسرے کا حق ثابت ہونے کے لئے کافی نہیں ہوسکتا

(۱۱۳) فان عجز اى الشفيع عن اقامة البينة استحلف المشترى ما يعلم به اى يحلف بان يقول بالله ما اعلم ان الشفيع مالك لما يشفع به۔

(۱۱۳) صورت مذکورہ میں اگر شفیع گواہ نہ لاسکا تو قاضی کو مشتری سے اس بات کا حلف لینا چاہئے کہ مجھکو شفیع کی ملکیت بذریعہ شفعہ کے خدا کی قسم معلوم نہیں ہے۔

(۱۱۴) وانما يستحلف على نفى العلم لانها يمين على فعل الغير۔

(۱۱۴) عدم علم کی قسم مشتری سے اس لئے لیجاتی ہے کہ یہ دوسرے کے فعل پر قسم ہے۔

(۱۱۵) هذا اذا قال المشترى ما اعلم واما لو قال اعلم انه غير مملوك للشفيع يحلف على البتات من فصول استروشنی

(۱۱۵) یہ اوس وقت ہے جبکہ مشتری عدم علم بیان کرے اور اگر اوس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ وہ شفیع کی نہیں ہے تو اوس سے علم قطعی پر حلف لیا جاوے گا۔

(۱۱۶) فان نكل اى المشترى اليمين او برهن الشفيع اى اقام بينة على مدعاه سأل القاضى المشترى عن الشراء ليثبت كونه خصما عنده فان اعترف يسمع دعوى الشفيع فان انكره المشترى الشراء طولب الشفيع بالبينة على شرائه لانه هو المدعى

(۱۱۶) اگر مشتری نے قسم سے انکار کیا یا شفیع نے اپنے ملک پر گواہ سنا دیئے تو قاضی مشتری سے اوس شے کے خریدنے کا سوال کریگا تاکہ عند القاضی اوس کا مخاصم ہونا ثابت ہو جائے پس اگر مشتری خریدنے کا اقرار کرے تو شفیع کا دعوی مسموع ہو گا اور اگر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا تو شفیع سے خریدنے پر گواہ طلب کئے جاوینگے کیونکہ وہ مدعی ہے۔

(۱۱۷) فان عجز استحلف المشترى ان طلب الشفيع لان اليمين حقه فلا يحلفه القاضى بدون طلبه ما ابتاع اى يقول فى حلفه بالله ما اشتريت الدار المشفوعة وهذا يمين على سبب وهو قول ابى يوسف

(۱۱۷) اگر شفیع خریدنے پر گواہ نہ لاسکا تو مشتری سے یہ حلف لینا چاہئے کہ خدا کی قسم میں نے مکان مشفوعہ کو نہیں خریدا ہے اور یہ سبب پر قسم لینا ہے اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے کیونکہ مدعی نے اصل خریدنے کا دعوی کیا ہے تو اوسی کے نفے پر مدعی علیہ سے حلف لیا جاوے گا اس لئے کہ حلف دعوی کے لحاظ سے واجب ہوتا ہے۔ مگر مشتری سے حلف اوس وقت لیا جاوے گا

لان المدعى ادعى اصل الشراء فينبغى
ان يستحلف على نفيه لان اليمين انما
يجب بحسب الدعوى وما يستحق عليه
هذه الشفعة اى يقول فى حلفه بالله
ما يستحق الشفيع هذه الشفعة علىّ
وهذا ايمين على الحاصل وهو قول ح
ومحمد لان فى الاستحلاف على
السبب اضرارا للمدعى عليه لجواز
ان يكون قد فسخ العقد واذا استحلف
على الحاصل يكون رعاية لحقهما
(۱۱۸) الا ان يدعى الشفعة على من لا
يراها بالجوار ويستحلف على السبب
لانه لو حلف فيه على الحاصل يصدق
فى يمينه فى اعتقاده فيفوت النظر فى
حق المدعى۔
(۱۱۹) فان نكل اى المشترى قضى بها
اى بالشفعة۔
(۱۲۰) اعلم انه ذكر فى هذا الكتاب
ومتن الكنز ان القاضى يسأل المدعى
عليه عن ملك الشفيع اولا وليس كذلك
بل يسأل القاضى اولا المدعى عن
موضع الدار وحدودها لانه ادعى
فيها حقا فلابد ان تكون معلومة كما
لو ادعى رقبتها فاذا بين الشفيع ذلك
سأله هل قبض المشترى الدار لانه

جب شفیع ہی حلف لینا چاہے اس لیے کہ حلف لینے کا حق
اوسی کو ہے بغیر اوسکے درخواست کے قاضی مشتری سے حلف نہین
لے سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک
اس صورت مین مشتری سے یہ حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم
میرے اوپر شفیع اس شفعہ کا مستحق نہین ہے اور یہ
حاصل پر قسم لینا ہے ان دونون کی دلیل یہ ہے کہ
کہ سبب پر حلف لینے مین مدعی علیہ پر ضرر کا احتمال ہے
اور ممکن ہے کہ بیع وشرا ہو کر اوسکا فسخ ہو گیا ہو اور حاصل
پر حلف لینے مین کسیکی حق تلفی نہین ہے بلکہ دونون کی
رعایت ہے۔
(۱۱۸) اگر شفیع نے اپنا مقدمہ ایسے قاضی کے روبرو
دائر کیا جو شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا تو وہان بالاتفاق
سبب پر حلف چاہیے کیونکہ اگر وہان بھی حاصل پر حلف کیا
اور قاضی نے اپنے اعتقاد کے موافق اوسکی تصدیق کرے
تو مدعی کا حق تلف ہو جاوے گا۔
(۱۱۹) اگر مشتری نے حلف سے انکار کیا تو شفیع کے لیے شفعہ
کا حکم دیا جاوے گا۔
(۱۲۰) معلوم کرو کہ اس کتاب مین اور متن کنز مین
یہ مسئلہ مذکور ہے کہ قاضی اولاً مدعی علیہ سے شفیع کی ملکیت کا
سوال کرے حالانکہ یہ بات ٹھیک نہین ہے بلکہ اولاً قاضی کو
مدعی سے اوس مکان کا پتا اور اوس کے حدود دریافت
کرنی چاہئیں اس لیے کہ وہ اوس مکان مین اپنا حق
بیان کرتا ہے لہذا اوس مکان کا تعین ضروری ہے جسطرح کوئی
شخص مکان کی ملکیت کا دعوی کرے تو اوس شخص سے
حدود اور پتا دریافت کیا جاتا ہے اور جب شفیع

لو لم يقبضها لا يصح دعواه على المشتري حتى يحضر البائع فاذا ابين ذلك سأله عن سبب شفعته لاحتمال ان يزعم ما ليس بسبب سببا او يكون هو محجوبا بغيره فاذا ابين سببا صالحا وانه غير محجوب بغيره سأله انه متى علم وكيف صنع حين علم لانها تبطل بطول الزمان وبما يدل على الاعراض فاذا ابين ذلك سأله عن طلب التقرير وكيف كان وعند من اشهد وهل كان الذي اشهد عنده اقرب من غيره على ما بيناه فاذا ابين ذلك كله اقبل على المدعى عليه وسأله عن ملك الشفيع الى آخر ما ذكر كذا في التبيين۔

(١٢١) ولا يلزم الشفيع احضار الثمن الى مجلس القاضي وقت خصومته الا بعد القضاء بها اي بالشفعة لان الثمن لا يجب عليه قبل القضاء بالشفعة ولا يجب احضاره۔

(١٢٢) والزمه اي محمد الشفيع به قبله اي باحضار الثمن قبل القضاء فلا يقضي القاضي بها اذا لم يحضره لاحتمال ان يكون الشفيع مفلسا ويتوى مال المشتري۔

پتا وغیرہ دریافت کرلے تو قاضی اوس سے دریافت کرے کہ مشتری نے اوس مکان پر قبضہ کرلیا ہو یا نہیں اس لئے کہ اگر قبضہ نہیں کیا ہو تو مشتری پر شفیع کا دعوی جبتک بائع حاضر نہو صحیح نہوگا جب شفیع اس بات کو بیان کردے تو اوس سے شفعہ کرنے کا سبب دریافت کرنا چاہیے ممکن ہے کہ اوس نے غیر سبب کو اپنی دانست مین سبب سمجھا ہو یا اوس کے حق پر کوئی دوسرا شفیع مقدم ہو جب شفیع ٹھیک ٹھیک ان باتون کو بیان کردے تو اوس سے یہ دریافت کرنا چاہیے کہ تجھکو بیع کا علم کب ہوا اور جب تجھکو علم بالبیع ہوا تو تونے کیا کیا اس لئے کہ تاخیر کرنے یا کسی ایسی چیز کے پائے جانے سے جس سے اعراض سمجھا جاوے شفعہ ساقط ہو جاتا ہی جب شفیع یہ بھی بیان کردے تو اوس سے طلب تقریر کا سوال کرے کہ کس طرح اوس نے طلب کیا اور کس کے پاس لوگونکو گواہ کیا وہ بنسبت دوسرے کے اقرب تھا یا نہیں غرض جس طرح ہم بیان کر چکے ہین اوسی ترتیب سے اوس سے سوال کئے جاوین جب شفیع ان سب باتونکا جواب دیدے تو اب قاضی کو مدعی علیہ کیطرف متوجہ ہونا چاہیے اور اوس سے شفیع کی ملکیت وغیرہ اور اوسکے متعلق سب باتین دریافت کرنی چاہئین

(١٢١) شفیع کو ضرور نہین ہی کہ قاضی کے پاس اوس مکان کی قیمت خصومت کے وقت لاکر موجود کرے بلکہ اوسوقت موجود کرنا ضروری ہی کہ جب قاضی اوس کے لئے شفعہ کا حکم دیدے کیونکہ قبل از حکم قاضی زر ثمن شفیع پر واجب نہین ہوتا اور نہ اوس کا موجود کرنا اوسپر ضروری ہی۔

(١٢٢) امام محمد رح کے نزدیک قبل از حکم قاضی شفیع پر زر ثمن کا موجود کردینا ضروری ہے جبتک زر ثمن موجود نہوگا قاضی شفعہ کا حکم نہ دے گا کیونکہ اگر شفیع مفلس نکلا تو مشتری کا مال تلف ہو جاوے گا۔

(۱۲۳) وهو رواية اى قول محمد رواية عن ح۔

(۱۲۳) ایک روایت مین امام صاحب سے بھی یہ قول مروی ہے کہ قبل از حکم قاضی شفیع پر زر ثمن کا موجود کرنا ضروری ہے۔

(۱۲۴) ولو حكم القاضى قبل احضار الثمن فللمشترى ان يحبس العقار حتى يدفع الثمن اليه لانهما بمنزلة البائع والمشترى

(۱۲۴) اگر قاضی نے زر ثمن موجود ہونے سے پہلے شفیع کو شفعہ کا حکم دیدیا تو مشتری کو اسبات کا اختیار ہے کہ جبتک وہ اسکو زر ثمن نہ دے مبیع کو روکے رہے کیونکہ وہ دونون بمنزلہ بائع و مشتری کے ہین۔

(۱۲۵) واذا كان المبيع فى يد البائع لم يسمع البينة اى القاضى بينة الشفيع ولم يقض له بالشفعة حتى يحضر المشترى لان للبائع يدًا وللمشترى ملكا فلابد من اجتماعهما ولو قضى بها قبل حضوره يكون قضاء على الغائب وانه لا يجوز۔

(۱۲۵) جبتک مبیع بائع کے قبضہ مین ہو قاضی شفیع کے گواہ نہ سنے گا اور شفعہ کا حکم نہ دے گا جبتک کہ مشتری موجود نہو کیونکہ قبضہ بائع کا ہے اور ملک مشتری کی ہے اس لیئے دونون کا اجتماع ضروری ہے اور اگر مشتری کے حاضر ہونے سے پہلے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا تو وہ قضاء علی الغائب ہونے کی وجہ سے نافذ نہ ہوگا۔

(۱۲۶) بخلاف ما بعد القبض حيث لا يشترط حضور البائع لان العقد قد انتهى بالتسليم الى المشترى فصار البائع اجنبيا فيفسخ البيع بحضرته اى بحضرة المشترى ويقضى بها اى بالشفعة۔

(۱۲۶) مشتری کا قبضہ ہو جانے کے بعد بائع کا حاضر ہونا ضروری نہین ہے اس لئے کہ قبضہ سے بیع تمام ہو چکی اور بائع اجنبی ہو گیا پس صرف مشتری کے موجودگی مین بیع فسخ ہو جاوے گی اور شفعہ کا حکم دے دیا جاوے گا۔ اگرچہ بائع اوس جگہ موجود نہو۔

(۱۲۷) ويجعل العهدة اى ضمان الثمن عند الاستحقاق على البائع اذا اخذ الشفيع الدار من يده لانه اذا اخذها منه ينفسخ العقد الذى جرى بين البائع والمشترى فيكون متملكا على البائع فكانه اشترى

(۱۲۷) اگر شفیع نے وہ مکان بائع کے قبضہ مین سے لیا تھا اور اب اوسمین کسی کا حق بر آمد ہوا تو بائع اوس کے زر ثمن کا ضامن ہوگا اس لئے کہ جب شفیع خود بائع سے مبیع کو لے لیا ہو تو بائع اور مشتری کے مابین جو عقد ہوا تھا فسخ ہو جاوے گا اور بائع کی طرف سے شفیع کو یہ ملکیت حاصل ہوگی اور یہ سمجھا جاوے گا کہ اوس نے بائع سے اس مکان کو خریدا ہے لہذا وہی ذمہ دار ہوگا

منه فیکون العهدة علیه لا علی المشتری

اور مشتری سے کچھ واسطہ نہو گا۔

(۱۲۸) ای قال الشافعی العهدة علی المشتری سواء اخذها من البائع او المشتری لان العقد لا ینفسخ ویکون متملکا علی المشتری فیکون العهدة علیه کما لو اخذها منه۔

(۱۲۸) امام شافعی رح کے نزدیک بہر صورت مشتری ثمن کا ذمہ دار ہوتا ہو خواہ شفیع نے اوس مکان کو بائع کے پاس سے لیا ہو یا مشتری کے پاس سے اس لیے کہ بائع اور مشتری مین جو عقد ہوا ہو وہ فسخ نہو گا اور شفیع کو یہ ملکیت ہر حال مشتری کی طرف سے حاصل ہو گی پس وہی ذمہ دار ہو گا۔

(۱۲۹) ویرد الشفیع الدار المشفوعة بخیار الرویة والعیب لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء لانه مبادلة المال بالمال مع شرط المشتری البراءة عن خیار العیب فی عقده لان الخیار حق للشفیع فلا یسقط باسقاط المشتری

(۱۲۹) اگر مشتری نے خریدتے وقت خیار عیب سے بری ہونے کی قید لگا دی ہو اوس وقت مین بھی شفیع کو اختیار رہے کہ بسبب خیار عیب یا خیار رویت کے اوس مکان کو واپس کر دے کیونکہ خیار العیب شفیع کا حق ہو مشتری کے ساقط کر دینے سے وہ ساقط نہین ہوتا۔

(۱۳۰) ومن اشتری لغیره کان خصما للشفیع لان الاخذ بالشفعة من حقوق العقد فیتوجه الی الوکیل لانه هو العاقد۔

(۱۳۰) اگر ایک شخص نے دوسرے کے لئے ایک مکان خریدا تو یہی شخص شفیع کا مدمقابل سمجھا جاوے گا اس لیے کہ شفعہ عقد کے متعلق ہو پس جس نے عقد کیا ہو اوس ہی سے شفعہ کا مواخذہ کیا جاوے گا۔

(۱۳۱) الا بالتسلیم الی الموکل یعنی اذا سلم الوکیل المبیع الی الموکل یخرج عن کونه خصما لانه لا ید له ولا ملک فیکون الخصم هو الموکل۔

(۱۳۱) اگر وکیل نے اپنے موکل کے لئے مکان خرید کے موکل کو دیدیا تو اب شفیع کو اس وکیل سے خصومت کا استحقاق نہو گا بلکہ موکل سے خصومت کرنا چاہئے اس لئے کہ وکیل نہ قابض ہو نہ مالک۔

(۱۳۲) ولو قال المشتری لوکیل الشفیع قد سلم موکلك الشفعة یامر ابو یوسف رح بتاخیر القضاء حتی یحضر الموکل فیحلف علی انه لم یسلمها لانه لو قضی بها فی الحال ثم حضر الشفیع

(۱۳۲) امام ابو یوسف رح فرماتے ہین اگر مشتری نے شفیع کے وکیل سے کہا کہ تیرے موکل نے حق شفعہ ترک کر دیا ہے تو قاضی کو حکم دینے مین موکل کے حاضر ہونے اور اوس کے اس بات پر حلف کرنے تک کہ مین نے شفعہ کو ترک نہین کیا تاخیر کرنا چاہئے اس لئے کہ اگر موکل کے حاضر ہونے سے پہلے شفعہ کا حکم دیدیا اور پھر موکل نے

ونكل عن اليمين لزم نقض القضاء فيجب تاخيره صيانة له عن النقض۔

عدم تسلیم شفعہ پر حلف کرنے سے انکار کیا تو قاضی کو اپنے حکم کا منسوخ کرنا پڑے گا اس مصلحت سے اوسکو دیر کرنی چاہئے۔

(١٣٣) وامر به اى محمد بقضاء الشفعة للحال لان الحق لما ثبت عند القاضى وجب عليه الحكم بما ظهر عنده فلا يؤخر لامر موهوم فان الشفيع يحتمل ان لا يحضر اصلا فان حضر ونكل رد الدار على المشترى۔

(١٣٣) امام محمد رح فرماتے ہین کہ صورت مذکورہ بالا مین قاضی کو حکم دینے مین انتظار نہ کرنا چاہئے بلکہ فی الفور حکم دینا چاہئے اس لئے کہ جب عند القاضی ایک حق ثابت ہو چکا تو قاضی پر اوس کے متعلق حکم دینا فرض ہو گیا صرف امر موہوم کی وجہ سے اوسمین تاخیر نہین کرسکتا ممکن ہے کہ شفیع حاضر نہو اور اگر حاضر بھی ہوا اور حلف سے انکار کیا تو قاضی اوس مکان کو مشتری کے طرف واپس کرادیگا۔

(١٣٤) ولو باع او وهب يعنى من اشترى دارا فباعها من غيره او وهبها له ثم غاب فادعى الشفيع على الحاضر اى على المشترى الثانى او على الموهوب له فانكر الحاضر فاراد الشفيع اقامة البينة يجعله اى ابو يوسف الحاضر خصما فيقبل بينته -

(١٣٤) ایک شخص نے مکان خریدا بعد ازان دوسرے کے ہاتھ اوسکو بیچ یا ہبہ کردیا بعد ازان وہ غائب ہوگیا اور شفیع نے مشتری ثانی یا موہوب لہ پر دعوی کیا اور اون دونون نے انکار کیا تو شفیع نے گواہ پیش کرنے کا قصد کیا امام ابو یوسف کے نزدیک یہ مشتری ثانی یا موہوب لہ اوس کا مدمقابل قرار دیا جاوے گا اور گواہون کی گواہی مقبول ہوگی۔

(١٣٥) وقالا لا يكون خصما۔

(١٣٥) امام محمد اور امام صاحب کے نزدیک مشتری ثانی یا موہوب لہ سے شفیع دعوی نہ کرسکے گا۔

(١٣٦) له ان الموهوب له او المشترى الثانى ذو اليد ومدع لرقبة الدار لنفسه فيكون خصما لمن ينازعه كما لو صدقه فى الدعوى لكن يوخذ منه كفيل للثمن او يوضع الثمن عند عدل نظرا

(١٣٦) امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ موہوب لہ یا دوسرا مشتری قابض ہے اور مکان کی ملکیت کا اوسکو دعوی ہے پس جو شخص اوس مکان مین نزاع کرتا ہے لامحالہ یہ دونون اوس کے مدمقابل ہونگے جسطرح یہ موہوب لہ وغیرہ اوسکے دعوی کے تصدیق کردے تو اس تصدیق کا اعتبار کیا جاتا ہے مگر صورت مذکورہ مین

للغائب ولهما ان القضاء على الغائب
قصدا لايجوز وفي جعله خصما
ابطال حق الغائب قصدا فلا يجوز
بخلاف ما اذا صدقه لان
الاقرار حجة قاصرة
فلا تتعدى عن نفسه
واما البينة فحجة متعدية
يظهر بها القضاء على
الغائب۔

شفیع کیطرف سے کسی شخص کو کفیل کرلینا چاہئے یا اوس سے
زر رہن لیکر کسی عادل شخص کے پاس رکھدینا چاہئے تاکہ اوس
غائب کی حق تلفی نہو اور امام محمد اور امام صاحب کی یہ
دلیل ہے کہ قصداً غائب پر کوئی حکم دینا درست نہین ہے اور مشتری
ثانی یا موہوب لہ کو اگر شفیع کا مدمقابل ٹھیرایا گیا تو اسمین
قصداً غائب کا حق باطل کرنا ہے لہذا اوسکا مدمقابل ٹھیرانا
جائز نہوگا بخلاف صورت تصدیق کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے
مقر کی ذات سے تجاوز نہین کرسکتا اور بینہ حجت متعدیہ ہے
کہ اوس کے سبب سے غائب پر حکم دینا پڑتا ہو۔

(۱۳۷) **فصل** فيما تبطل به الشفعة
ومالا تبطل۔

(۱۳۷) **فصل** شفعہ کے بطلان اور عدم بطلان
کی صورتون کے بیان مین۔

(۱۳۸) ولو ترك الاشهاد على طلبه
مع القدرة او صالح من شفعته
على عوض او باع مايشفع به بيعا
باتا قبل القضاء بها اي بالشفعة
مطلقا اي علم شراء العقار اولم
يعلم اوساوم المشتري اي طلب
الشفيع ان يشتري منه او استاجر منه
اي العقار من المشتري او اخذه اي
العقار من المشتري مزارعة او معاملة
اي مساقاة مع علمه بالشراء او مات اي الشفيع
قبل القضاء بها بطلت جواب لو۔

(۱۳۸) اگر شفیع نے باوجود قدرت کے طلب پر گواہ
کسیکو نہ کیا یا کچھ عوض لیکر شفعہ سے صلح کرلی یا ہنوز قاضی نے
شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اپنے مکان کی جسکے ذریعہ سے
شفعہ کرتا تھا کسی سے بیع قطعی کردی خواہ اوسکو مکان مشفوعہ
کے فروخت ہونے کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو یا مشتری سے
خریدنے کے ارادہ سے اوس مکان کی قیمت ٹھیرا لی۔ یا
مشتری سے اوسکو کرایہ پر لیا یا زمین کو مشتری سے
کاشتکاری یا باغ لگانیکی غرض سے لیا باوجودیکہ شفیع کو
زمین کے فروخت ہونے کا علم تھا یا ہنوز قاضی نے شفعہ کا
حکم نہین دیا تھا کہ شفیع فوت ہوگیا ان سب صورتونمین
شفعہ باطل ہوجاوے گا۔

(۱۳۹) قيدنا البيع بالبات لانه لو باع
ما يشفع به بالخيار لا يبطل شفعته
ما دام الخيار ثابتا لان

(۱۳۹) صورت مذکورہ بالا مین بیع کے اندر قطعی
کی قید اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر شفیع نے بیع قطعی نہین کی
بلکہ بیع بالخیار کے تو جبتک کہ اختیار ثابت ہے حق شفعہ

الملك لم يزل ولو رجع اليه عقاره بخيار
او عيب بقضاء او بغيره لا يعود اليه
حق الشفعة لانها لما بطل لا تعود الا
بسبب جديد۔

(۱۰۴۰) قيد بقوله قبل القضاء لانه لو باع
ما يشفع به بعد القضاء لا تبطل شفعته
لتاكيده بالقضاء۔

(۱۰۴۱) فالآن نشرع في بيان عللها على
الترتيب اما بطلان الشفعة في المسئلة
الاولى فلان تركه يدل على الاعراض
واما في الثانية فلان الشفيع ليس
له حق في المحل وانما الثابت له حق
التملك وهو فعله والفعل لا يتقوم
الا بالعقد فلم يجز اعتياضه فتبطل
شفعته لانه اسقطها واما في الثالثة
فلزوال سبب الاستحقاق
فلا يتوقف على العلم واما
في سومه فلدلالته على الاعراض
عن الشفعة وكذا في
العقود الباقية وانما شرط
فيها العلم بالشراء لان دلالتها
على الاعراض ليست بصريحة بخلاف
تسليم الشفعة حيث يسقط به
مع الجهالة بالشراء لانه
صريح في الاسقاط كالطلاق۔

ساقط نہوگا کیونکہ اُس وقت تک شفیع کے ملک زائل ہوگی۔
اور اگر بحکم قاضی بوجہ خیار یا عیب کے اُس کی جائداد
واپس ہوگئی تو حق شفعہ دوبارہ ثابت نہوگا کیونکہ حق شفعہ جب باطل
ہوچکا تو اب سبب جدید سے اسکا اعادہ ہوسکتا ہے ورنہ نہیں ہوسکتا۔

(۱۰۴۰) قبل حکم قاضی کے قید اسلیے لگائی تھی کہ اگر شفیع نے اپنے
مکانکو بعد از حکم قاضی بیع کیا ہو تو اب شفعہ باطل نہوگا اسلیے
کہ قاضی کے حکم سے شفعہ کو استحکام ہوگیا۔

(۱۰۴۱) اب ہم بہ ترتیب ان مسائل کے وجوہ بیان کرتے
ہیں۔ مسئلہ اولے مین بطلان شفعہ کی یہ وجہ ہے کہ اُسکو ترک
کر دینا اعراض کے دلیل ہے۔ مسئلہ ثانیہ مین یہ وجہ ہے کہ شفیع کو
حق نفس محل نہیں ہے صرف حق تملک ہے اور وہ اُسکا
فعل ہے اور فعل کو بغیر عقد کے قرار نہیں ہے تو اُسکا عوض
دینا صحیح نہوگا اور شفعہ باطل ہوگا کیونکہ وہ اُسکو
خود باطل کریگا اور تیسری صورت مین اسلیے کہ وہ جبکہ
اپنے مکان کے بیع قطعی کرچکا تو استحقاق شفعہ کا
سبب جاتا رہا خواہ اُسکو مکان مشفوعہ کے بیع کا علم
ہوا ہو یا نہو اور مشتری سے قیمت ٹھیرانے کی صورت مین
اسلیے شفعہ باطل ہو جاتا ہے کہ قیمت ٹھیرانے سے یہ بات
ظاہر ہوتی ہے کہ شفعہ کی طرف اُسکو توجہ نہیں ہے۔ وعلیٰ ہذا
القیاس باقی صور مذکورہ مین۔ اور ان صورتون
مین یہ قید کہ شفیع کو مکان مشفوعہ کے بیع کا حال معلوم ہو اسلیے
لگائی ہے کہ ان صورتو نمین صراحۃً اعراض نہیں ثابت ہوتا بخلاف
اس صورت کے کہ شفعہ کو ترک کردے کہ باوجود لاعلمی کے شفعہ ساقط
ہو جاویگا کیونکہ شفعہ کے ترک کرنے مین صراحۃً اُسکا اسقاط ہے
جیسے طلاق مین۔

(۱۴۲) ولا نورثها اي الشفعة اذا مات الشفيع بعد البيع قبل القضاء۔

(۱۴۲) ہمارے نزدیک اگر شفیع قبل از حکم اور بعد از بیع مرجائے تو اوسکے وارثوں کو حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔

(۱۴۳) وقال الشافعي يورث الشفعة عن الشفيع ويقسم بين ورثته على عدد رؤسهم والذكر والانثى فيه سواء۔

۱۴۳ امام شافعی رح کے نزدیک شفعہ مین توریث جاری ہوتے ہے اور بقدر شمار ورثہ کے حق شفعہ اُن پر تقسیم ہوتا ہے اور مرد وعورت کے لیے برابر حق ہوتا ہے۔

(۱۴۴) قيدنا بقولنا قبل القضاء لانه لو مات بعد القضاء بها قبل نقد الثمن وقبضه فالبيع لازم لورثته اتفاقا كذا في الحقائق۔

(۱۴۴) قبل از حکم کے قید اسلیے لگائی تھی کہ اگر شفیع نے بعد از حکم قاضی انتقال کیا ہو اور اُس نے ہنوز زر ثمن بائع کو نہین دیا تھا تو بالاتفاق اُسکے وارثون کو وہ بیع لازم ہوجاویگی۔

(۱۴۵) له انه حق معتبر في الشرع كالقصاص فيورث ولنا ان الشفعة هي ولاية التملك وهي لا تبقى بعد موت صاحبها فكيف يورث عنه بخلاف القصاص لان من عليه القصاص صار كالمملوك لمن له القصاص حتى صح الاعتياض عنه والعين المملوكة تبقى بعد موت المالك۔

(۱۴۵) امام شافعی رح کے دلیل یہ ہو کہ شفعہ شرع مین ایک معتبر حق ہے مثل قصاص کے لہذا اُس مین توریث جاری ہوگی ہمارے ائمہ کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ فے الحقیقت ولایت تملک کا نام ہو اور ولی کے مرجانے کے بعد ولایت باقی نہین رہتی جب باقی نہین رہی تو اُس مین توریث کیونکر جاری ہوسکتی ہو بخلاف قصاص کے کہ اُسمین قاتل ورثہ مقتول کیلئے مثل مملوک کے ہوجاتا ہو اسی وجہ سے اُسکا عوض دینا صحیح ہو اور شے مملوک مالک کے مرجانے کے بعد بھی باقی رہتی ہو۔

(۱۴۶) وفي المحيط لو باع حق الشفعة من انسان لا يكون تسليما لها لان البيع لم يصادف محله۔

(۱۴۶) محیط مین مذکور ہے اگر حق شفعہ کسی انسان کے ہاتھ بیع کردیا تو یہ ترک شفعہ نہ سمجھا جاوے گا کیونکہ یہ بیع بے محل ہے۔

(۱۴۷) ولو قال اجنبي للشفيع سلم حق الشفعة للمشتري فقال سلمت لك صح استحسانا لان اللام للتعليل

(۱۴۷) اگر ایک اجنبی شخص نے شفیع سے کہا کہ حق شفعہ مشتری کو تسلیم کردے شفیع نے جواب دیا کہ مین نے تیرے لیے تسلیم کردیا تو استحساناً تسلیم کرنا صحیح ہوگا اور تیرے لیے کے معنے یہ ہونگے کہ تیری خاطر سے مین نے

فكانه قال سلمتها لغرمتك۔

(۱۴۸) وان مات المشتري لم تبطل الشفعة لان سبب الاستحقاق قائم حتى لا يباع في دين المشتري لان حق الشفيع كان مقدما على المشتري فكذا يكون مقدما على من تلقى الحق من قبله۔

(۱۴۹) ولو بيع فللشفيع نقضه وان باعه القاضي۔

(۱۵۰) ولا شفعة لوكيل البائع ان كان شفيعا لان البائع لو كان شفيعا لم يكن له الاخذ بالشفعة لان البيع تمليك والاخذ بالشفعة تملك وبينهما منافاة فكذا الوكيل القائم مقامه۔

(۱۵۱) ولا لمن ضمن له الدرك يعني من ضمن للمشتري عن البائع الدرك وهو تبعة الاستحقاق ان كان شفيعا فلا شفعة لان ضمان الدرك تقرير للبيع في يد المشتري ففي اخذه بالشفعة ابطال ذلك فلم يصح۔

(۱۵۲) بخلاف وكيل المشتري حيث له الشفعة لان المشتري لو كان شفيعا لم تبطل شفعته فكان له

حق شفعہ مشتری کو تسلیم کر دیا۔

(۱۴۸) اگر مشتری مر گیا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ استحقاق شفعہ کا حق برابر قائم ہے حتی کہ مشتری کے دین مین مکان مشفوعہ کی بیع نہیں ہو سکتی کیونکہ شفیع کا حق مشتری پر مقدم ہے تو اسیطرح جو مشتری کے طرف سے حق لینا چاہے گا اس پر بھی مقدم ہوگا۔

(۱۴۹) اگر مشتری مر گیا اور اسکے دین مین وہ مکان مشفوعہ بیع ہو گیا تو شفیع اوس بیع کے فسخ کرنیکا مجاز ہے اگرچہ وہ بیع خود قاضی کی ہو۔

(۱۵۰) اگر مالک مکان نے شفیع کو اوس مکان کے بیع کا وکیل کیا تو پھر اس شفیع کو حق شفعہ نہوگا کیونکہ جس صورت مین اگر بائع خود شفیع ہوتا تو بذریعہ شفعہ کے اوس مکان کو نہیں لیسکتا تھا اسلیے کہ بیع کے اندر مالک کرنا اور شفعہ کے اندر خود مالک بننا ہوتا ہے اور ان دونون مین منافات ہے اسیطرح وکیل کو بھی جو بائع کا قائم مقام ہے حق شفعہ نہیں۔

(۱۵۱) جو شخص بائع کی طرف سے مشتری کیلیے اسباب کا ضامن ہو کہ اگر اس بیع مین بعد کو کوئی قضیہ پیش آئے تو مین اس کا ذمہ دار ہون تو اس کو بھی حق شفعہ نہیں ہے کیونکہ جب وہ اسباب کا ضامن ہو گیا ہے تو گویا اس نے بیع کو ثابت کر دیا اب اس مین شفعہ کا دعوے کرنا اس بیع کا باطل کرنا ہے۔

(۱۵۲) اگر مشتری نے ایک شخص کو خریدنے کیلیے وکیل کیا ہو تو اس شخص کا شفعہ باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ مشتری اگر خود شفیع ہوتا تو اسکا شفعہ باطل نہوتا پس اس شخص کا شفعہ

ان يشارك سائر الشفعاء ان لم يقدموا عليه لان الاخذ بالشفعة تملك كالشراء فيكون مقدارا له فكذا وكيله۔

شفعہ کے اندر شریک ہو سکتا ہی اگر انکو اُسپر تقدم نہو اسلیئے کہ جسطرح خریدنے مین مالک بننا مقصود ہوتا ہی اسیطرح شفعہ مین بھی مقصود ہوتا ہی پس خریدنمین شفعہ بھی شامل ہوسکتا ہی دوسرا شخص اسکا وکیل ہی پس حق شفعہ اس شخص کا باطل نہوگا

(١٥٣) ولو كان الخيار للبائع وشرطه لثالث فاجاز فهو كالبائع لا شفعة له۔

(١٥٣) اگر بیع مین بائع کو اختیار حاصل تھا اور اس نے تیسرے ایک شخص کی اجازت شرط کی تھی اور اسنے اجازت دیدی تو وہ مثل بائع کے ہی اور اس شخص کا شفعہ جاتا رہا۔

(١٥٤) وان كان الخيار للمشتري وشرطه لثالث فاجاز فهو كالمشتري فله الشفعة۔

(١٥٤) اگر مشتری کو بیع کا اختیار تھا اور ایک تیسرے شخص کی اجازت پر اس بیع کو منحصر کیا تھا اور اُس تیسرے نے انکو اجازت دیدے تو وہ مثل مشتری کے ہوگا اور اُس کا شفعہ باطل نہوگا

(١٥٥) ولو باع المريض بمرض الموت من وارثه دارا بمثل القيمة او اكثر واخذ الآخر فيه الشفعة فالبيع والشفعة باطلان عند ح

(١٥٥) اگر ایک بیمار نے مرض الموت کی حالتمین اپنے وارث کے ہاتھ ایک مکان کو خواہ برابر قیمت کے یا زیادہ قیمت کے فروخت کیا پھر ایک شخص نے اسمین شفعہ کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک وہ بیع اور شفعہ دونون باطل ہین۔

(١٥٦) وقالا يجوز بيعه ويصح الشفعة منه۔

(١٥٦) صاحبین کے نزدیک مرض الموت کے بیع اور اُسکے بعد شفعہ دونون صحیح ہین۔

(١٥٧) وعلى هذا الخلاف اذا باع وصي الميت من الوارث ذكره في الفصول۔

(١٥٧) اگر میت نے ایک شخص کو وصیت کی اور اس شخص نے میت کے وارث کے ہاتھ ایک مکانکو بیع کیا تو امام اعظم کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی۔

(١٥٨) لهما ان حق الورثة تعلق بمالية امواله لا باعيانها ولهذا اجاز للمورث استبدالها بما يشاء وبهذا البيع لم ينقص ماليتها فلم يقع تصرفه ملاقيا لحق الورثة وله ان الوصية لم يجز لوارث لان فيها ايثار بعض الورثة

(١٥٨) صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ وارثون کا حق مورث کے مال کے مالیت کیساتھ متعلق ہوا ہی عین مال کیساتھ متعلق نہین ہوا اسی واسطے مورث کو جائز ہے انکو بدل سکتا تھا اور اس بیع سے مال کی مالیت مین نقصان نہین آتا پس اس تصرف کو وارثونکے حق سے کچھ علاقہ نہوا اور امام ابوحنیفہ رح کے یہ دلیل ہی کہ وارث کیلئے وصیت جائز نہین ہی اسلیئے کہ اسمین بعض وارثونکی بعض پر

على الباقين فيودى ذلك الى العلاوة عرفا و البيع من الوارث كالوصية له لان عين بعض المال قد يكون اولى من ماليته فاذا لم يصح البيع لم يصح الشفعة لبنائها عليه۔

ترجیح لازم آتی ہے اور عرفا یہ بات باہمی عداوت کا سبب ہو جاتی ہے اور وارث سے بیع کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اُسکے لئے وصیت کرنا کیونکہ بسا اوقات ایک شیے کی ذات اُسکی مالیت سے بہتر ہوتی ہے پس جبکہ بیع صحیح نہیں ہوئی شفعہ بھی صحیح نہوگا اِس لیے کہ وہ بیع پر مبنی ہے۔

(۱۵۹) الا ان یجیزہ بقیة الورثة لانهم رضوا بسقوط حقهم۔

(۱۵۹) صورت مذکورہ میں اگر باقی ورثہ نے بھی اُسکی اجازت دیدی تو بیع صحیح ہو جاویگی کیونکہ خود اُنھوں نے رضامندی سے اپنا حق ساقط کیا۔

(۱۶۰) او باقل یعنی لو باع المریض من وارثه دارا باقل من قیمتها کما لو باع دارہ بالفین وقیمتها ثلثة الاف ثم مات والاجنبی شفیعها ولا مال له غیرها فلا شفعة له اتفاقا۔

(۱۶۰) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اپنے کسی وارث کے ہاتھ ایک مکان کم قیمت سے فروخت کیا مثلاً اِس مکان کی قیمت تین ہزار روپیہ ہیں اور دو ہزار روپیہ پر فروخت کیا بعد ازان وہ مرگیا اور اُسکا شفیع ایک اجنبی شخص ہے اور میت نے بجز اُس مکان کی کچھ اور نہیں چھوڑا تو بالاتفاق شفعہ نہوگا۔

(۱۶۱) ذکر فی المحیط فی هذه المسئلة لاشفعة للاجنبی عندہ وله الشفعة بثلثة الاف عندهما بناء علی ما مر من ان بیعه لوارثه لا یجوز عندہ ویجوز عندهما سواء کان للمریض مال غیرها اولا انظر کیف اورد المصنف الخلافیه علی صیغة الوفاق وقید بقید لا احتیاج الیه۔

(۱۶۱) محیط میں اِس مسئلہ کی اندر مذکور ہے کہ اجنبی کو امام صاحب کے نزدیک کچھ شفعہ نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک شفعہ کر سکتا ہے بشرطیکہ مکان کی اصلی قیمت یعنے تین ہزار روپیہ دیدے اوسکی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک یہ بیع درست نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک درست ہے خواہ مریض کے پاس بجز اُس مکان کے اور مال ہو یا نہو۔ دیکھو کہ مصنف رح نے یہاں اختلافی مسئلہ کو کسطرح بیان کیا ہے کہ اُسکا اتفاقی ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایسی قید لگائی ہے کہ جس کی حاجت نہ تھی۔

(۱۶۲) ولو باعها ای المریض دارہ من اجنبی بالمثل ای بمثل القیمة او باکثر ووارثه شفیعها فشفعة الوارث باطلة عندہ لان تلك الصفقة ینتقل الی الوارث بالشفعة

(۱۶۲) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اجنبی شخص کے ہاتھ اپنا مکان برابر قیمت یا زیادہ قیمت پر فروخت کیا اور اُسکا وارث اُسمیں شفیع ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک اُسمیں شفعہ باطل ہے کیونکہ شفعہ کے سبب سے یہ بیع وارث کے جانب منتقل ہو جاویگی اور ایسا ہوگا کہ گویا اوس نے اپنے

فيصير كانه باعها من وارثه وذا غير جائز وقالا له الشفعة لان هذا البيع جائز عندهما۔

(۱۶۳) او باقل يعني لو باع المريض داره من اجنبي باقل من قيمتها فلا شفعة له اي للشفيع الوارث اتفاقا

(۱۶۴) وفي المحيط مريض باع داره من اجنبي بالفين وقيمتها ثلثة الاف ولا مال له غيرها ثم مات وابنه شفيعها لا شفعة له اتفاقا۔

(۱۶۵) وفي رواية الاصل قالا يأخذها بقيمتها لان المريض صار بائعا للدار من الشفيع حكما فصار كما لو باع منه حقيقة بالفين وقيمته ثلثة الاف كان للوارث ان ياخذها بثلثة الاف عندهما۔

(۱۶۶) في الاصح احترز به عما قيل يجوز له الاخذ عندهما بمثل القيمة وانما احترز عنه لان الشفعة انما شرعت بالثمن وتمام القيمة لم يكن منه فلا يجوز الاخذ به ولا بالثمن لان فيه محاباة للوارث ولا يعمل اجازة الوارث لانه لا يعمل في حق المشتري لان المحاباة يخرج من الثلث وهنا لا مال له غيرها

وارث کے ہاتھ بیع کی اور یہ جائز نہیں ہے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں وارث شفعہ کر سکتا ہے کیونکہ انکے نزدیک یہ بیع درست ہے۔

(۱۶۳) اگر ایک شخص نے اپنے مکان کو کسی اجنبی کے ہاتھ کم قیمت پر فروخت کیا تو اُس شفیع کو جو میت کا وارث بھی ہے بالاتفاق شفعہ نہیں ہے۔

(۱۶۴) محیط میں مذکور ہے اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اپنے مکان کو جسکی قیمت تین ہزار ہے کسی اجنبی کے ہاتھ دو ہزار پر فروخت کیا اور بجز اوسکے کوئی مال اسکے پاس نہ تھا اور مر گیا اور اسکا بیٹا اس مکان میں شفیع ہے تو بالاتفاق اسکو شفعہ نہیں ہے۔

(۱۶۵) مبسوط میں ایک روایت ہے کہ صاحبین رح کے نزدیک اُس مکان کی اصل قیمت دیکر وہ وارث لے سکتا ہے کیونکہ حکماً مریض نے شفیع کے ہاتھ مکان بیع کی ہے تو اسکا حال ایسا ہوا کہ حقیقۃً دو ہزار سے بدست اُس وارث کے بیع کی اور اسکی قیمت تین ہزار تھی کہ صاحبین رح کے نزدیک اس صورت میں وارث تین ہزار دیکر مکان کو لے سکتا ہے۔

(۱۶۶) قول صحیح یہی ہے کہ بالاتفاق اس شفیع کو جو کہ میت کا وارث بھی ہے حق شفعہ نہیں رہتا اور بعض نے یہ جو بیان کیا ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک برابر قیمت دیکر وہ شفیع لے سکتا ہے تو یہ قول غیر معتبر ہے اسواسطے کہ شفعہ ثمن کے ساتھ مقرر کیا گیا ہے اور باقی قیمت ثمن نہیں ہے اس لئے نہ برابر قیمت کے لے سکتا ہے نہ ثمن سے اس لئے کہ ثمن سے دینا وارث کو کچھ مال چھوڑ دینا ہے اور اگر دوسرا وارث اجازت دیدے تو اوسکی اجازت دینے کا کچھ اثر نہ ہوگا کیونکہ مشتری کے حق میں اوسکا کچھ اثر نہیں ہے اس لئے کہ ثلث مال سے درگذر ہو سکتی ہے اور یہاں سوائے اوس کے مورث کا کچھ مال نہیں ہے دوسرے وارث کا اجازت دینا

واجازة الوارث يتضمن ابطال ملك المشتري لانها متى صحت اخذها الشفيع فيبطل ملكه۔

ملک مشتری کا باطل کرنا ہو کیونکہ اگر اجازت صحیح ہو جاویگی شفیع فوراً اوس مکان کو لے لیگا اور مشتری کی ملکیت باطل ہو جاویگی۔

(۱۶۷) ولو كان له مال غيرها فاجازت الورثة فله الشفعة اتفاقاً انظر كيف ترك المصنف هذا القيد مع انه مقيد۔

(۱۶۷) جس صورت مین علاوہ اوس کے مورث کا اور بھی مال ہو تو بالاتفاق اجازت کی صورت مین وارث شفیع ہو جاوے گا دیکھو مصنف رحمہ اللہ نے اس قید کو کسطرح ترک کر دیا حالانکہ یہ حکم مقید ہے۔

(۱۶۸) واذا اخبرانها اي الشفيع بان الدار بيعت بالف او ان المشتري فلان فسلم الشفيع اي الشفيع الشراء ثم علم انه غيره اي ان المشتري غير فلان او ان البيع باقل من الالف او بمكيل اي علم ان البيع كان بمكيل او موزون قيمته الف او اكثر لم تبطل شفعته لان تسليمه حين سمع الالف كان لاستكثاره واذا ظهر ان الثمن اقل منه فله الاخذ۔

(۱۶۸) جس صورت مین شفیع کو خبر لگی کہ فلان مکان ہزار کو فروخت ہو گیا یا فلان شخص نے خریدا ہے اور اوس وقت مین تو شفیع نے شرار کو تسلیم کر لیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا دوسرے شخص نے خریدا ہے یا ہزار سے کم کو فروخت ہوا ہے یا یہ معلوم ہوا کہ کسی کیل یا موزون چیز سے جس کی قیمت ایک ہزار ہے یا ایک ہزار سے زیادہ خریدا ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہو گا کیونکہ ایک ہزار سنکر اوسکا شفعہ کو تسلیم کرنا گران خیال کرنے کے سبب سے تھا اور جب اوسکو معلوم ہوا کہ اوس سے کم کو فروخت ہوا ہے تو اب وہ لے سکتا ہے۔

(۱۶۹) وفي المحيط هذا اذا كان التفاوت في الثمن ولو كان في المبيع فقط كما اذا سمع انه بيع كل الدار بالف فسلم ثم علم انه بيع بعضها بالف بطلت شفعته لان من رغب عن شراء الكل وليس فيه عيب الشركة كان ارغب عن شراء النصف وفيه عيب الشركة ولو كان بالعكس لا يبطل لان الرغبة

(۱۶۹) محیط مین مذکور ہے یہ جب ہو کہ ثمن کے اندر تفاوت ہو اور اگر صرف مبیع کے اندر تفاوت ہو جیسے کہ اوس نے سنکر کہ کل مکان ہزار کو فروخت ہوا ہے شرار کو تسلیم کر لیا اور بعد کو معلوم ہوا نصف مکان ہزار کو فروخت ہوا ہے تو شفعہ باطل ہو جائے گا کیونکہ جو شخص کل مکان کے خریدنے سے باوجودیکہ شرکت کے جھگڑے سے پاک ہو اعراض کرے گا تو نصف مکان کے خریدنے سے باوجود عیب شرکت کے بطریق اولی اعراض کرے گا اور اگر اس کے عکس ہو تو حق شفعہ باطل نہو گا کیونکہ

عن شرى النصف المعيب لا يكون رغبة عن الكل التسليم وكذا لتسليمه حين سمع ان المشترى فلان كان لرضائه بجواره واذا بان غيره فله الاخذ حذرا عن اضراره وكذا لتسليمه فى الف يجوز ان يكون لعجزه عن ذلك واذا ظهر انها بيعت بجنس اخر مما يثبت فى الذمة ككيل وموزون وعددى متقارب فله ان يرغب فى اخذها لقدرته على ذلك -

نصف کے خریدنے سے جو عیب دار ہے اعراض کرنا کامل تسلیم سے اعراض کی دلیل نہین ہو سکتا۔ اسیطرح اس بات کو علم کہ فلان شخص نے خریدا ہو اوس شراء کو تسلیم کر لینا اس غرض سے تہا کہ وہ اوس مشتری کے جوار پر خوش تہا اور جب اوس کو دوسرے شخص کے خریدنے کا علم ہوا تو وہ حق شفعہ لے سکتا ہو تاکہ اوس کے جوار سے شفیع کو ضرر نہ پہونچے اسیطرح اوس نے جب نقد ہزار سنے تہے تو ہو سکتا ہو اس لئے اوس نے تسلیم کر دیا ہو کہ وہ ہزار کے بہم پہونچانے سے عاجز تہا اور جب اوس کو معلوم ہوا کہ دوسری چیز سے اوس کی بیع ہوئی ہو جو کسی کے ذمہ ثابت ہو سکتی ہو مثل اون چیزون کے جو ناپ تول یا شمار کے حساب سے بکتی ہین جنمین فرق نہین ہوتا ہو تو اب وہ اوسکو رغبت سے لے سکتا ہو اسلیے کہ اوسکو بہم پہونچا سکتا ہے۔

(۱۷۰) او بمائة قيمتها الف يعنى لو اخبر انها بيعت بالف درهم فسلم ثم علم انها بيعت بمائة دينار قيمتها الف درهم ابطلناه اى حق الشفعة وجعلنا تسليمه صحيحا -

(۱۷۰) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار درم کو فروخت ہوا ہے اوسوقت تو اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا سو اشرفی کو جنکی قیمت ہزار درم ہین فروخت ہوا ہے تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفعہ باطل ہو اور اوسکا اول مرتبہ تسلیم کر لینا صحیح ہو۔

(۱۷۱) وقال زفر وهو القياس هو على شفعته -

(۱۷۱) اور زفر رحمہ اللہ فرماتے ہین اور قیاس بہی یہی چاہتا ہو کہ اوسکا شفعہ قائم رہیگا۔

(۱۷۲) قيد بقوله قيمتها الف اذ لو كان قيمة الدنانير اقل فهو على شفعته اتفاقا -

(۱۷۲) دینار مین یہ قید کہ اونکی قیمت ہزار درم ہین اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر اس سے کم اونکی قیمت ہو گی تو بالاتفاق اوس کا شفعہ قائم رہیگا۔

(۱۷۳) له ان الدراهم والدنانير جنسان مختلفان ولهذا لو اكره على احدهما فاقر بالاخر كان مختارا

(۱۷۳) امام زفر رح فرماتے ہین کہ دراہم اور دنانیر مختلف جنسین ہین۔ اس لئے کہ اگر اون دونون مین سے ایک پر کوئی شخص اکراہ کیا جاوے اور دوسرے کا اقرار کرے تو وہ

فلا يكون التسليم فى احدهما تسليما فى الآخر ولنا انهما كالجنس فى الثمنية ولهذا يضم فى الزكوة وكلامنا فى الثمن فيكون الاختلاف راجعا الى القدر دون الجنس۔

مختار ہوگا۔ تو ایک مین تسلیم کردینا دوسرے مین تسلیم کردینا شمار نہ کیا جاوے گا۔ ہم کہتے ہین ثمنیت کے اندر وہ دونون جنس واحد کے مانند ہین اور ثمن مین ہمارا کلام ہے تو اختلاف مقدار مین سمجھا جاویگا نہ جنس مین۔

(١٧٤) او بعرض غير مثلى يعنى لو اخبر انها بيعت بالف فسلم ثم علم انها بيعت بعرض غير مثلى قيمته الف بطلت شفعته وصح تسليمه لان الواجب فى القيمى القيمة فلم يظهر فيه اختلاف الجنس

(١٧٤) اگر معلوم ہوا کہ کسی غیر مثلی چیز سے بیع ہوی ہے یعنے جب اوسکو معلوم ہوا کہ ہزار سے بیع ہوی ہے تو مان گیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ کسی غیر مثلی چیز سے جس کی قیمت ایک ہزار ہے بیع ہوی ہے تو شفعہ باطل ہو جاوے گا اور اوسکا تسلیم کردینا صحیح ہوگا کیونکہ غیر مثلی مین قیمت واجب ہوتی ہے اور اوس مین اختلاف جنس کا ظاہر نہوا۔

(١٧٥) قيد بقوله غير مثلى لانه لو كان مثليا كالمكيل والموزون والعددى المتقارب قيمته الف لم تبطل شفعته لما مر۔

(١٧٥) غیر مثلی کی قید اس لحاظ سے بڑہائی ہے کہ اگر مثلی ہو مانند اون چیزون کے جو ناپ یا تول یا بوجہ قریب قریب برابر ہونیکے شمار سے فروخت ہوتی ہین اور اوسکی قیمت ایک ہزار ہو تو شفعہ باطل نہوگا جسکی وجہ مذکور ہو چکی ہے۔

(١٧٦) او اقل يعنى لو كان قيمة العرض اقل من الالف لم تبطل شفعته لان تسليمه يكون لاستكثار الالف۔

(١٧٦) اور اگر ایک ہزار سے اوسکی قیمت کم ہو تو شفعہ باطل نہوگا کیونکہ ایک ہزار سنکر اوس کا تسلیم کردینا ہزار کو زیادہ سمجھنے کی غرض سے رہا۔

(١٧٧) ولا يجعل قوله اخذ نصفها تسليما اى اذا قال الشفيع اخذ نصف الدار لا يكون تسليما للنصف الآخر عند ابى يوسف رح لان طلب بعض الحق لا يكون رضا بسقوط الباقى عرفا وعادة۔

(١٧٧) شفیع کا یہ کہدینا کہ مین نصف مکان کو لیتا ہون تسلیم نہ شمار کیا جائیگا یعنے اگر شفیع کہدے کہ نصف مکان کو لیتا ہون تو یہ اوسکا کہنا امام ابو یوسف رح کے نزدیک نصف باقی مین تسلیم کردینا نہ شمار کیا جائے گا کیونکہ بعض حق کے طلب کرنے سے باقی حق کے ساقط ہو جانے سے رضامندی ثابت نہین ہوتی نہ عرفاً نہ عادۃً۔

(١٧٨) وخالفه اى محمد لانه

(١٧٨) امام محمد رح کا اس مین اختلاف ہے کیونکہ

لما سلم في النصف الآخر صار مسلماً في الكل لانه غير متجزٍ۔

جب دوسرے نصف مین اوس نے بیع کو تسلیم کر لیا تو گویا کل ہی مین تسلیم کر لیا کیونکہ وہ تجزی نہین ہے۔

(۷۹) وفي المحيط الاصح قول ابي يوسف

(۷۹) محیط مین مذکور ہے ابو یوسف رح کا قول زیادہ صحیح ہے

(۸۰) وابطل اي محمد تسليم الاب والوصي شفعة الصبي فيما اذا بيعت بمثل القيمة فله ان ياخذها بعد البلوغ۔

(۸۰) اگر ایک مکان برابر قیمت سے فروخت کیا جاوے اور ایک نابالغ اوسمین شفیع ہو اور اوس نابالغ کا باپ یا باپ کا وصی شفعہ کو تسلیم کر دے تو یہ تسلیم کرنا امام محمد رح کے نزدیک باطل ہے اور بعد بلوغ کے وہ نابالغ اپنا شفعہ لے سکتا ہے۔

(۸۱) وقالا صح تسليمهما فلا ياخذها الصبي بعده۔

(۸۱) صاحبین رح کے نزدیک اون دونون کا تسلیم کر دینا صحیح ہے اور اوس کے بعد نابالغ اوسکو نہین لے سکتا

(۸۲) وعلى هذا الخلاف اذا بلغهما شراء دار بجوار دار الصبي فلم يطلبا۔

(۸۲) ایسا ہی اوس صورت مین اختلاف ہے کہ باپ کو یا باپ کے وصی کو نابالغ کے جوار مین ایک مکان کے فروخت ہو جانے کی خبر لگی اور انہون نے شفعہ کے طلب نہ کی۔

(۸۳) قيد بالتسليم لانه لو لم يكن له ولي توقف على بلوغه اتفاقا لقوله عليه السلام ينتظر للشفيع اذا كان غائبا وكذلك اذا كان عاجزا كذا في المحيط۔

(۸۳) تسلیم کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر اوسکا کوئی ولی نہین ہے تو بالاتفاق اوسکے وقت بلوغ تک انتظار کیا جائے گا اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شفیع کا انتظار کیا جائے جبکہ غائب ہو اور ایسی ہی جبکہ عاجز ہو۔

(۸۴) له انه حق ثابت فلا يملكان ابطاله كالعفو عن القصاص ولهما ان حق الشفعة انما تملك بالثمن فصار في معنى البيع وهما يملكان الامتناع عنه بخلاف العفو عن القصاص لانه تبرع وهما لا يملكانه۔

(۸۴) امام محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک حق ثابت ہے اور وہ دونون اوس کے ابطال کے مالک نہین ہین جیسے قصاص سے عفو کرنے پر اونکو اختیار نہین ہے صاحبین رح فرماتے ہین حق شفعہ کی ملکیت ثمن سے ہوتی ہے اور وہ حقیقت مین بیع ہے اور وہ دونون بیع کے ترک کر دینے کے مالک ہین بخلاف عفو عن القصاص کے کہ یہ تبرع ہے اور وہ تبرع کے مالک نہین ہین

(۸۵) وفي المحيط يثبت الشفعة للحمل بدار الذي ورثها من ابيه

(۸۵) محیط مین مذکور ہے حمل کو بسبب اوس مکان کے جو اوسکے باپ کے ورثہ مین اوس کو ملا ہے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے لیس

فان وضعت لاقل من ستة اشهر منذ البيع فله الشفعة۔

ایسی صورت مین اگر ایک عورت وقت بیع سے چھ ماہ سے کم مین بچا جنے تو وہ شفیع ہو جائے گا۔

(۱۸۶) ولو بيعت اى الدار التى شفيعها الصبى بثمن يسير اى باقل من قيمتها بمحاباة فتسليمه اى تسليم كل من الاب والوصى صحيح عنده لانه امتناع عن ادخاله فى ملك الصغير لا ازالة عن ملكه۔

(۱۸۶) اگر ایک مکان جسکا نابالغ کو شفعہ حاصل ہے کم قیمت سے کچھ رعایت کرکے فروخت کیا جائے ایسی صورت مین باپ اور وصی کا تسلیم کردینا امام صاحب رح کے نزدیک صحیح ہو کیونکہ شفعہ کا تسلیم کردینا اوس مبیع کو نابالغ کے ملک مین داخل کرنے سے باز رکھنا ہی اوس کے ملک سے مبیع کا دور کرنا نہین ہو۔

(۱۸۷) وابطله محمد لما فيه من ترك النظر للصغير۔

(۱۸۷) اور امام محمد رح نے اوس تسلیم کو باطل سمجھا ہو کیونکہ اوس کے چھوڑ دینے مین نابالغ کے نفع کی رعایت کا ترک کردینا ہے۔

(۱۸۸) قيد بقوله يسير لانها لو بيعت باكثر من قيمتها مما لا يتغابن الناس فى مثله جاز التسليم اتفاقا والاصح انه لا يجوز اتفاقا لانه لا يملك الاخذ فلا يملك التسليم كالاجنبى۔

(۱۸۸) کم قیمت کی اس لئے قید لگائی ہو کہ اگر اسقدر زیادہ قیمت سے فروخت ہوا کہ کوئی شخص اتنا نقصان نہین گوارا کرسکتا تو بالاتفاق تسلیم صحیح ہو مگر اصح یہ ہو کہ بالاتفاق تسلیم کردینا صحیح نہین ہو کیونکہ اوس کا حال اجنبی کا سا ہو جب لینے کا مالک نہین ہو تو تسلیم کرنے کا بھی اوسکو کیا اختیار ہے۔

(۱۸۹) ولو اشتراها اى الاب دارا لابنه الصغير اجزنا له اخذها اى جاز للاب اخذ الدار بالشفعة قبل بلوغه وقال زفر لا يجوز۔

(۱۸۹) اگر ایک شخص نے اپنے صغیر لڑکے کے لئے ایک مکان خریدا تو قبل اوسکے بلوغ کے باپ کو مکان کا شفعہ مین لے لینا ہمارے ائمہ کے نزدیک جائز ہے اور امام زفر رح فرماتے ہین جائز نہین ہے۔

(۱۹۰) انما قيد نابه لان الشفعة بعد بلوغه جائز اتفاقا۔

(۱۹۰) قبل بلوغ کی قید اس لئے لگائی ہو کہ بعد از بلوغ تو بالاتفاق شفعہ جائز ہو۔

(۱۹۱) وقيد بالاشتراء لان الاب لو باع ملك نفسه ليس له الشفعة لابنه الصغير لان البائع

(۱۹۱) اور خریدنے کی اس لئے قید لگائی ہو کہ اگر باپ نے اپنے ملک کو فروخت کیا تو اپنے صغیر لڑکے کے لئے اوسکو شفعہ جائز نہین ہو کیونکہ بائع کو حق شفعہ نہین ہے

لاشفعة له وللصغير الشفعة اذا بلغ اتفاقا۔

اور صغیر کے لیے بالاتفاق جب وہ بالغ ہو جائے شفعہ کرنیکا استحقاق حاصل ہی۔

(١٩٢) وقيد بالاب لان الوصي لا يملك اخذها لنفسه اتفاقا لان ذلك بمنزلة الشراء ولا يجوز للوصي ان يشتري مال اليتيم لنفسه بمثل القيمة۔

(١٩٢) اور باپ کی قید اس لئے لگائی ہی کہ وصی بالاتفاق اپنی ذات کے لئے لینے کا مالک نہین ہی کیونکہ یہ بمنزلہ خریدنے کے ہی اور وصی کو یتیم کا مال اپنی ذات کے لئے برابر قیمت سے خریدنا درست نہین ہی۔

(١٩٣) وقيد بقوله لابنه لانه لو اشترى الاب لنفسه والصبي شفيعها فله الشفعة لابنه اتفاقا۔

(١٩٣) اور بیٹے کے لئے خریدنیکی قید اس لئے لگائی ہی کہ اگر باپ نے اپنی ذات کے لئے خریدا اور نابالغ کو اوسمین حق شفعہ ہو تو اپنے بیٹے کے لئے وہ شفعہ کرسکتا ہی اتفاقًا۔

(١٩٤) له ان كون الشخص الواحد مطالبا ومطالبا ممتنع ولنا ان ولاية الاب قامت مقام شخصين ولهذا اجاز له ان يشتري من مال الصغير شيئا بمثل القيمة۔

(١٩٤) امام زفر کی دلیل یہ ہی کہ ایک شخص کا مطالب اور مطالب ہونا غیر ممکن ہی اور حنفیہ کی دلیل یہ ہی کہ باپ کی ولایت دو شخصون کے قائم مقام ہی اسی غرض سے باپ کے لئے یہ بات درست ہی کہ صغیر کے مال سے کوئی چیز برابر قیمت سے خریدے۔

(١٩٥) ومنعنا من اخذ الدارين بيعتا في مصرين اي سواء كانتا متلاصقين او متفرقين بصفقة واحدة اي اذا كان شفيعهما واحدا وقال زفر له ذلك وكذا الخلاف لو كان ارضين او قريتين۔

(١٩٥) جس صورت مین دو مکان جو دو شہرون کے اندر ہین ایک عقد سے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کئے جائین خواہ وہ دونون شہر ملے ہوئے ہون یا دور دور ہون اور ایک ہی شخص دونون مکانون مین شفیع ہو تو وہ شفیع اون مکانون مین شفعہ نہین کرسکتا اور امام زفر رح فرماتے ہین شفعہ کرسکتا ہی یہی اختلاف دو زمینون اور دو گانون مین ہی۔

(١٩٦) قيد بمصرين لانه لو بيعت داران في مصر واحد فقوله كقولنا كذا في الحقائق

(١٩٦) دو شہرون کی اس لئے قید لگائی ہی کہ اگر ایک شہر مین ہون تو امام زفر رح کا بھی اسمین وہی قول ہی جو ہمارا قول ہی۔

(١٩٧) وذكر في المصفى والايضاح ان التقييد بالمصرين وقع اتفاقا۔

(١٩٧) ایضاح اور مصفی مین مذکور ہی کہ دو شہرون کی قید اتفاقی ہی۔

(١٩٨) قيد بصفقة واحدة لانهما لو بيعتا بصفقتين كان له ان ياخذ

(١٩٨) ایک عقد کی اس لئے قید لگائی ہی کہ اگر دو عقد سے فروخت ہونگی تو بالاتفاق اون دونون مین سے جس کو

ایهما شاء اتفاقا۔

یا ہیگا شفیع لے سکیگا۔

(۱۹۹) وقیدنا بقولنا اذا کان شفیعهما واحدا لانه ان کان شفیعا لاحدهما دون الاخری یاخذ التی هو شفیعها اتفاقا لان الصفقة وان اتحدت فقد اشتملت علی ما تثبت فیه الشفعة وعلی ما لا تثبت الشفعة فیه فاختص الشفعة بالدار المجاورة کذا فی المصفی

(۱۹۹) یہ قید کہ شفیع اون مین ایک ہی شخص ہو اسلئے لگائی ہو کہ اگر ایک شخص ایک مین شفیع ہوا اور دوسرے مین ہوا تو بالاتفاق جس مین وہ شفیع ہو اوسکو لے سکتا ہو کیونکہ صفقہ اگرچہ واحد ہو مگر دو مکانون پر مشتمل ہو جن مین سے ایک مین شفعہ ثابت ہو اور ایک مین نہین اس لئے اوس مکان مین جو شفیع کے مجاور ہو شفعہ متعین ہو گا۔

(۲۰۰) له ان تفرق المکان کتفرق الصفقة ولا ضرر علی المشتری فی اخذ احدهما فقط فیجوز ولنا ان فی اخذ احدهما دون الاخری تفریق الصفقة علی المشتری فلا یجوز۔

(۲۰۰) امام زفر رح کی دلیل یہ ہو کہ تفرق مکان کا تفرق عقد کے مانند ہو اور مشتری کو صرف ایک کے لے لینے مین کچھ نقصان نہین ہو تو شفیع کو لینا جائز ہے حنفیہ کہتے ہین ایک کے لینے اور دوسرے کے نہ لینے مین مشتری پر صفقہ کا تفریق کرنا ہو اور یہ جائز نہین ہے۔

(۲۰۱) ولو اشتری رجل دارا من اثنین نمنعه ای الشفیع من اخذ نصیب احدهما۔

(۲۰۱) اگر ایک شخص نے دو شخصون سے ایک مکان خریدا تو حنفیہ رح کے نزدیک شفیع دونون مین سے ایک کا حصہ نہین لے سکتا۔

(۲۰۲) وقال الشافعی یجوز ذلك۔

(۲۰۲) امام شافعی رح فرماتے ہین یہ جائز ہے۔

(۲۰۳) ولو باع من اثنین جاز ای للشفیع ان یاخذ نصیب احدهما اتفاقا لوقوع العقد متفرقا فی حق المشتری۔

(۲۰۳) اگر ایک مکان دو شخصون سے فروخت کیا تو شفیع دونون مین سے ایک کا بالاتفاق حصہ لے سکتا ہو کیونکہ مشتری کے حق مین تو عقد متفرق واقع ہوئی ہے۔

(۲۰۴) له قیاس المسئلة الاولی علی هذه المسئلة ولنا ان الجار فی الاولی واحد فرضاؤه لجوار المشتری فی نصیب احدهما یکون رضا فی الاخری لان الجار الواحد لا یتجزی واما فی الثانیه فالجار اثنان فله ان یرضی باحدهما دون

(۲۰۴) امام شافعی رح تو مسئلہ اولی کو اس مسئلہ پر قیاس کرتے ہین حنفیہ کہتے ہین پہلے مسئلہ مین جار ایک ہی شخص ہے پس شفیع کا ایک حصہ مین مشتری کے جوار پر راضی ہونا دوسرے کے حصہ مین بھی راضی ہونا ہو کیونکہ جار واحد تجزی چیز نہین ہے اور مسئلہ ثانیہ مین جار دو شخص ہین اور ہو سکتا ہو کہ شفیع ایک کے جوار پر راضی ہو اور دوسرے کے جوار پر ناراض ہو

الاخر فافترقا۔

دونون صورتون مین بہت فرق ہے۔

(۲۰۵) فصل فی البناء والغرس فی الارض المشفوعة۔

(۲۰۵) فصل شفوعہ اراضی مین مکان وغیرہ بنانے اور درخت وغیرہ لگانے کے بیان مین۔

(۲۰۶) وبناء المشتری واتخاذه مسجدا قاطع لحق البائع فی الفسخ یعنی من اشتری دارا شراء فاسدا وقبضها وبنی او اتخذها مسجدا ینقطع عنها حق البائع فی الفسخ عند ابی حنیفة وعلی المشتری قیمتها۔

(۲۰۶) مشفوعہ زمین مین مشتری کا مکان بنا لینا یا اوسکو مسجد قرار دیدینا بائع سے فسخ کرنے کا حق باطل کر دیتا ہے یعنے جس شخص نے بیع فاسد سے ایک مکان خریدا اور اوسپر قابض ہوگیا اور زمین اوس نے اور مکان بنالیا یا اوسکو مسجد کر دیا تو بائع کو جو اس کے فسخ کا بسبب بیع فاسد ہونے کے اختیار حاصل تھا امام صاحب رح کے نزدیک وہ حق منقطع ہو جاویگا اور مشتری پر اوسکی قیمت واجب ہو جاویگی۔

(۲۰۷) وللشفیع الاخذ بالقیمة فی الاول ای فی البناء عنده۔

(۲۰۷) بناء کی صورت مین شفیع کو اوسکی قیمت دیکر امام صاحب رح کے نزدیک لینے کا اختیار حاصل ہے۔

(۲۰۸) وقالا لا ینقطع عنها حق البائع فی المسئلتین فلیس له الاخذ۔

(۲۰۸) صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین بائع کو فسخ کا اختیار حاصل ہو اور شفیع کسی صورت مین اوس کو نہین لے سکتا۔

(۲۰۹) قید بقوله فی الاول لان فی اتخاذه مسجدا لیس له الاخذ اتفاقا اما عندهما فلعدم انقطاع حق البائع عنها واما عنده فلصحة کونها مسجدا والمسجد لا یملک۔

(۲۰۹) صورت اول کی اس لئے قید لگائی ہو کہ مسجد کر لینے کی حالت مین بالاتفاق شفیع کو لینے کا استحقاق نہین ہے صاحبین رح کے نزدیک اس لئے کہ بائع کا حق اوسسے منقطع نہین ہوا اور امام صاحب رح کے نزدیک اس لئے کہ اوس کا مسجد ہونا صحیح ہو اور مسجد ملوک نہین ہو سکتی۔

(۲۱۰) وذکر فی مبسوط شیخ الاسلام الخلاف فیما اذا جعله علی هیئة المسجد ولم یؤذن للناس بان یصلوا فیه حتی یکون رقبة الارض

(۲۱۰) شیخ الاسلام نے مبسوط مین ذکر کیا ہو اختلاف اوس صورت مین ہے کہ اوسکو مسجد کے ہیئت پر کر دے اور لوگون کو ہنوز اجازت نہ دے اور ابتک مسجد کی زمین اور اوسکی دیوارین اوس کے ملک مین باقی ہون

والبناء باقیة علی ملکه اما اذا اذن للناس بان یصلوا فیه ینقطع عنه حق البائع اتفاقا فعلم من هذا ان تقلیل المصنف فی شرحه بان المسجد لایملك غیر صحیح لانه ان اراد ما هو مسجد حقیقة فلیس هو محل الخلاف وان اراد ما هو فی هیئة المسجد فانه یصح ان یملك۔

اور اگر لوگون کو نماز کی اجازت دیدی ہو تو بالاتفاق بائع کا حق اوس سے ساقط ہو جائے گا پس اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مصنف رح کا اپنی شرح مین اسکی یہ علت بیان کرنا کہ مسجد کسی کی مملوک نہین ہوسکتی ٹھیک نہین ہو کیونکہ اگر مسجد سے اوس نے حقیقة مسجد مراد لی ہے تب تو وہ محل خلاف ہی نہیں اور اوس نے مسجد مراد لی ہو کہ بصورت مسجد ہو تو وہ مملوک ہوسکتی ہے

(۲۱۱) ولعله اراد بان المشتری بنیته ان یجعله مسجدا توجه ان یکون حقا لله ومثله لایملك عادة فلو اخذه الشفیع عنه یلزم ان یکون مملوکا۔

(۲۱۱) شاید مصنف کی یہ مراد ہو کہ وہ مکان مشتری کے اس نیت کر لینے سے کہ اوسکو مسجد بنا دے قریب ہے کہ خدائے تعالے کا حق اوس کے ساتھ متعلق ہو جاوے اور عادةً ایسی شئ غیر مملوک ہو جاتی ہے۔ پس اگر شفیع اوسکو لے لیگا تو وہ لامحالہ مملوک ہو جائیگی۔

(۲۱۲) اعلم ان قید البناء اتفاقی لان الخلاف کذا لو اخرجها عن ملکه بالهبة او بجعلها مهرا او بالبیع فللشفیع ان ینقض تصرفه ویاخذها بالقیمة عنده فان اخذها بالبیع الثانی اخذها بالثمن لان البیع الثانی صحیح۔

(۲۱۲) جاننا چاہیے کہ بنا کی قید اتفاقی ہو کیونکہ یہی اختلاف اون صورتون مین بھی ہے کہ مشتری اوس شئ کو اپنے ملک سے بذریعہ ہبہ یا مہر یا بیع کے خارج کر دے پس امام صاحب کے نزدیک ان صورتون مین بھی شفیع کو مشتری کے اس تصرف کے باطل کر دینے اور مبیع کو قیمت دیکر لیلینے کا اختیار حاصل ہے۔ اور اگر بیع ثانی کے بعد لیگا تو ثمن دیکر لینا پڑے گا کیونکہ وہ بیع صحیح ہے۔

(۲۱۳) لهما ان هذا التصرف لایسقط حق البائع کما لایسقط حق المالك اذا وجدا فی المغصوب وکذا اتخاذه مسجدا لایسقط حقه لان الله لایقبله لکون الفسخ واجبا علیه فاذا لم ینقطع حق البائع

(۲۱۳) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ اس تصرف سے بائع کا حق ساقط نہو گا جس طرح کہ اگر یہ تصرفات شئ مغصوبہ مین پائی جائین تو مالک کا حق ساقط نہین ہو جاتا اسیطرح اوسکا مسجد بنا لینا بائع کے حق کو ساقط نہین کر سکتا کیونکہ خدائے تعالی کے نزدیک وہ غیر مقبول

لا يجب حق الشفعة لان حقه اقوى من حق الشفيع ولهذا يسقط حقه بالتاخير دون حق البائع وله ان البناء حق المشترى وحق الفسخ فى الفاسد حق الشرع وحق العبد مقدم عليه وباتخاذها مسجدا لتم قبض المشترى وزال ملكه فيها الى الله فانقطع حق البائع كما لو كان المشترى عبدا فقبضه فاعتقه۔

مقبول ہو اس لئے کہ اوس کا فسخ ضروری ہو پس جب بائع کا حق اوس سے منقطع ہوا تو شفعہ ثابت ہو گا کیونکہ بائع کا حق شفیع کے حق سے قوی ہے اسی لئے تاخیر کرنے سے شفیع کا حق ساقط ہو جاتا ہے بخلاف بائع کے امام صاحبؒ فرماتے ہین کہ بنا مشتری کا حق ہے اور بیع فاسد کے اندر فسخ کا حق شرع کا حق ہے اور بندہ کا حق شرع کے حق پر مقدم ہے اور جب اوس نے اوس مکان کو مسجد بنا لیا تو مشتری کا قبضہ مکان مین پورا ہو گیا اور اوسکی ملکیت مکان سے جاتی رہی اور خداے تعالی کے ملک مین داخل ہو گیا پس بائع کا حق بھی اوس سے منقطع ہو گیا۔ جس طرح ایسی بیع سے غلام کو خریدتا اور بعد قبضہ کر لینے کے اوس کو آزاد کر دیتا۔

+ + + + + + + + + + +

(۲۱۴) واذا ابنى المشترى بالشراء الصحيح او غرس ثم قضى بها اى بالشفعة للشفيع اخذه الشفيع بالثمن وقيمتها اى اخذ الشفيع المبيع بالثمن والبناء والغرس بقيمتهما مقلوعا او كلفه اى الشفيع المشترى قلعهما اى قلع بنائه وغرسه۔

(۲۱۴) اگر ایک شخص بشرا صحیح ایک زمین خرید کرکے اوس مین مکان بنالے یا باغ لگالے بعد ازان قاضی اوس مین شفعہ کا حکم کرے تو شفیع اوس زمین کو اوسی ثمن سے اور دیوارون اور درختون کو اوس قیمت سے جو گرا دینے کے بعد ہوتی ہو لے سکتا ہو یا مشتری سے کہسکتا ہے کہ وہ اپنی دیوارون اور درختون کو گرا لے۔

(۲۱۵) ويخيره اى ابو يوسف الشفيع بين الاخذ بذلك اى اخذ الشفيع المبيع بالثمن والبناء والغرس بقيمتهما قائمين او الترك اى ترك الاخذ ولا يكلفه بالقلع كما لو بنى الموهوب له فى الارض الموهوبة ليس للواهب ان يقلع بناءه ويرجع فى الارض لانه

(۲۱۵) امام ابو یوسف رہ شفیع کو اس بات مین اختیار دیتے ہین کہ یا تو شفیع اوس زمین کو ثمن سے اور دیوارون اور درختون کو وہ قیمت دیکر جو کھڑی رہنے کی حالتمین ہوتی ہو لیلے یا چھوڑ دے اور اوس سے اونکو گرانے کی نسبت نہین کہسکتا جسطرح موہوب لہ ایک زمین موہوبہ مین کچہ مکان بنالے تو واہب کو یہ استحقاق نہین ہو کہ اوس مکان کو ڈھوا دے اور زمین واپس کر لے کیونکہ اپنے ملک مین

بناه فی ملکه۔

اوسکو بنایا ہے۔

(۲۱۶) ولهما ان هذا التصرف وقع فی حق الغیر من غیر تسلیط من جهته فله ان ینقضه کالراهن اذا بنی فی المرهون بخلاف ما استشهد به لان التصرف فیه حصل بتسلیط من جهة من له الحق۔

(۲۱۶) صاحبین رح فرماتے ہین کہ یہ تصرف دوسرے کے ملک مین بدون اوس کے اجازت کے واقع ہوا ہے تو اوسکو اس تصرف کے باطل کرنے کا استحقاق ہو جسطرح راہن شئ مرہونہ مین کچھ بنالے اور زمین موہوبہ سے جو استشہاد کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے کیونکہ وہان پر تصرف صاحب حق کے تسلیط سے پایا گیا ہے۔

(۲۱۷) ولو بنی الشفیع او غرس ای فی الدار المشفوعة ثم استحقت رجع الشفیع بالثمن علی من رده من البائع او المشتری اتفاقا لانه تبین انه اخذه بغیر حق لا بقیمتهما ای لا یرجع بقیمة البناء والغرس علی من اخذ منه الدار یعنی اذا بنی الشفیع فی الدار المشفوعة او غرس فاقلع المستحق الشفیع لا یرجع بقیمتهما۔

(۲۱۷) اگر شفیع نے مکان شفوعہ مین کچھ مکان بنالیا یا کوئی درخت لگا لیا بعد ازان وہ مکان کسی دوسرے شخص کا نکلا تو شفیع اوس کا ثمن جسکو اوس نے دیا ہو بالاتفاق واپس لے سکتا ہے خواہ بائع کو دیا ہو یا مشتری کو کیونکہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ بغیر حق کے اوس سے ثمن لیا گیا تھا مگر بنا کی اور درختون کی قیمت اوس شخص سے جس سے اوس نے مکان لیا ہے نہین لے سکتا۔ یعنے اگر مکان شفوعہ مین شفیع درخت لگالے یا کچھ بنالے اور وہ شخص جسکا حق ثابت ہوا ہے اوسکو گرادے تو شفیع ان کی قیمت نہین لے سکتا۔

(۲۱۸) ویفتی به ای ابو یوسف برجوع القیمة فیهما ای فی البناء والغرس لان الشفیع مع من اخذ منه صار کالمشتری المغرور من جهة البائع۔

(۲۱۸) امام ابو یوسف رح نے درخت اور بنا کی قیمت لے لینے کا فتوی دیا ہے کیونکہ شفیع کا اوس شخص کے ساتھ جس سے اوس نے مکان لیا ہو ایسا حال ہے جیسا اوس مشتری کا جس کو اوسکا بائع فریب دیدے۔

(۲۱۹) ولهما الفرق بان المشتری کان مغرورا من جهة البائع و مسلطا علی التصرف فی المبیع والشفیع غیر مغرور لانه متملك علی صاحب الید

(۲۱۹) اور صاحبین رح فرماتے ہین کہ مشتری تو بائع کی طرف سے فریب مین ہوتا ہو اور مبیع کے اندر تصرف کرنے پر مسلط ہوتا ہو اور شفیع فریب مین نہین ہو سکتا کیونکہ وہ تو جبرًا بلا اختیار صاحب قبضہ کے اوپر مالک ہو جاتا ہے

جبرًا من غیر اختیار فلا یرجع علی احد۔

تو وہ کسی سے قیمت نہین لے سکتا۔

(۲۲۰) ویتخیر الشفیع بین الاخذ ای اخذ العرصة بجمیع الثمن او الترک اذا اصابت المبیع آفة سماویة کما اذا کان دارا فانهدم بناؤها لان البناء تابع للعرصة حتی تدخل فی بیعها من غیر ذکر فالثمن لا یقابل الاتباع ما لم تکن مقصودة۔

(۲۲۰) جس صورت مین مبیع کو کوئی آفت سماوی پہونچ جائے تو شفیع کو اختیار ہوتا ہے کہ پورا ثمن دیکر اوس زمین کو لے یا ترک کردے مثلاً ایک مکان ہو اور اوسکی دیوارین گر جائین کیونکہ بناء زمین کے تابع ہے حتے کہ صرف زمین کے بیع کرنے سے بغیر ذکر کرنے کے بناء بیع کے اندر داخل ہو جاتی ہے پس جبتک کہ توابع ایک شئے کے مقصود مستقل طور پر نہون ثمن اون کے مقابل نہین ہوتا۔

(۲۲۱) وفی التبیین هذا اذا انهدم البناء بالکلیة ولم یبق له نقض لانه لو بقی منه شیء واخذه المشتری بانفصاله من الارض حیث لم یکن تبعا للارض فلا بد من سقوط بعض الثمن لانه مال قائم بقی محتبسا عند المشتری فیکون له حصة من الثمن فینقسم الثمن علی قیمة الدار یوم العقد وعلی قیمة النقض یوم الاخذ۔

(۲۲۱) تبیین مین ہے یہ جب ہو کہ بناء بالکل منہدم ہو جائے اور انہدام کے بعد اوسکا کچھ سامان باقی نرہے کیونکہ اگر کچھ باقی رہگیا اور مشتری اوس زمین مین سے اوٹھا کرلے گیا تو زمین کے تابع نہوگا اور کچھ ثمن کا اوسکے بدلہ مین ضرور ساقط ہو جانا چاہیے کیونکہ وہ ایک مال قائم ہے اور مشتری کے پاس محتبس رہا ہے تو لامحالہ ایک ثمن کا حصہ اوس کے مقابلہ مین بھی ہوگا اور عقد کے وقت مکان کی قیمت پر ثمن منقسم ہوگا اور لینے کے دن اوس مکان کی اینٹون وغیرہ پر منقسم ہوگا۔

(۲۲۲) وان نقضها ای الدار المشتری یتخیر الشفیع بین اخذ العرصة بالحصة ای بحصتها من الثمن او الترک لان التابع صار مقصودا بالاتلاف فقابله شیء من الثمن۔

(۲۲۲) اگر مشتری نے اوس مکان کو گرایا ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اوس صحن کو بحصہ رسدی ثمن دیکر لیلے یا چھوڑ دے کیونکہ تلف کردینے سے تابع بھی مقصود ہوگیا اور کچھ ثمن اوس کے مقابل ہو جائے گا۔

(۲۲۳) ولا یاخذ الشفیع النقض بکسر النون وهو المنقوض لانه صار مفصولا

(۲۲۳) اون اشیاء کو جو مکان کے منہدم ہو جانے سے نکلے ہین شفیع نہین لے سکتا کیونکہ وہ اب ایک جداگانہ

ولم يبق التبعية ولا شفعة في المنقول ويأخذ
الشفيع ثمر النخل مع الارض اذا ذكر الثمر
في البيع۔

(۲۲۴) انما قيدنا به لان الثمر لا يدخل في
بيع النخل من غير ذكر وهذا استحسانا
وكان القياس ان لا يأخذ الشفيع لانه
ليس بتابع فصار كالمتاع الموضوع
في الارض وجه الاستحسان انه
باتصال خلقه صار تبعا للنخيل
من وجه الا ان اتصاله لما كان
للقطع لا للبقاء صار كالزرع
لم يدخل في البيع الا
بالذكر۔

(۲۲۵) وان حدث عند المشتري اي الثمر ولم يكن
على النخيل حين البيع ان هذه للوصل يعني
ياخذ الشفيع الثمر في هذه الصورة ايضا
لانه بيع تبعا للنخل۔

(۲۲۶) فلو جذها اي قطع المشتري الثمر
سقط حصتها اي حصة الثمر من الثمن في
غير الحادثة اي في الثمر التي كانت عند
البائع وقت البيع ولم يكن حادثة
عند المشتري لان شيئا من
الثمن قابلها لكونها
مبيعة۔

(۲۲۷) قيد به لان الثمر لو كانت حادثة

شئ ہو گئی اور تبعیت باقی نہیں رہی اور منقول کے اندر
شفعہ نہیں ہے اور زمین کے ساتھ درختوں کا پھل بھی
شفیع لے سکتا ہے جبکہ بیع کے اندر ثمر کا بھی ذکر ہوا ہو

(۲۲۴) ذکر کی ہم نے اس لئے قید لگائی ہو کہ نخل کے
بیع کے اندر بغیر ذکر کے اوسکا پھل داخل نہوگا اور یہ
استحسانا ہو اور قیاس چاہتا ہے کہ شفیع نہ لے سکے
کیونکہ وہ تابع مین شمار نہین کیا جاتا اور ایسا ہے
کہ زمین مین کچھ اسباب رکھا ہو۔ استحسان کی یہ وجہ
ہے کہ اتصال خلقی کے باعث سے ایک وجہ سے
ثمر درخت کے لئے بمنزلہ توابع کے ہو گیا ہے۔ لیکن چونکہ
اوسکا اتصال بقا کے لئے نہین ہے بلکہ قطع کرنے کے
لئے ہے اس لئے اوسکا حال کھیتی کا سا ہو کہ کھیتی
بدون ذکر کئے ہوئے زمین کے بیع مین داخل نہین ہوتی

(۲۲۵) اگرچہ بیع کے وقت درختون پر پھل نہ تھا
اب مشتری کے پاس آکر اونپر پھل آگیا ہو یعنے اس
صورت مین بھی شفیع پھل لے سکتا ہو کیونکہ درختون کے
تبعیت مین پھل بھی بیع کے اندر داخل ہو گیا۔

(۲۲۶) اگر مشتری نے پھل کو کاٹ لیا بقدر پھل کے
حصہ کے ثمن مین سے اوس صورت مین کم کر لیا
جاوے گا کہ مشتری کے پاس آکر پھل پیدا نہوا ہو
یعنے اوس پھل مین ثمن کم کر لیا جائے گا کہ بیع کے
وقت بائع کے پاس پیدا ہوا ہو گا اور مشتری کے پاس
آکر پیدا نہوا ہو گا کیونکہ بسبب مبیعہ ہونے کے کچھ ثمن
اوس کے مقابلہ مین بھی دیا گیا ہے۔

(۲۲۷) یہ قید اس لئے زیادہ کی ہو کہ اگر مشتری کے پاس

عند المشتري وجذها لا يسقط حصتها من الثمن لانها لم تكن موجودة عند العقد فيأخذ الارض والنخل بجميع الثمن۔

پہل پیدا ہوا ہو اور اوس نے اوسکو قطع کر لیا تو بعوض اوس کے ثمن مین سے کم نہ کیا جائے گا کیونکہ عند العقد اوسکا وجود نہ تھا تو زمین اور درختون کو پورے ثمن سے لیگا۔

(٢٢٨) ولو انهدم علو فبيع السفل لا يوجبها اي ابو يوسف الشفعة للعالي اي لصاحب العلو بل يكون الشفعة لمن يجاور السفل۔

(٢٢٨) اور اگر بالاخانہ گر جائے بعد ازان نیچے کا مکان فروخت ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوپر والیکا شفعہ اس مکان مین نہو گا بلکہ وہ شخص شفیع ہو گا جو نیچے کے مکان کا پڑوسی ہے۔

(٢٢٩) وخالفه اي قال محمد الشفعة لصاحب العلو۔

(٢٢٩) بخلاف امام محمد رح کے کہ اونکے نزدیک اوپر والا شفیع ہو گا۔

(٢٣٠) ولو بيعت الى جانبها دار الجار والمجرور حال اي بيعت دار منضمة الى جانب عرصة السفل فطلباها اي صاحب العلو والسفل الشفعة فانهدم العلو والسفل قبل الاخذ يعقبها اي ابو يوسف الشفعة للسافل اي صاحب السفل۔

(٢٣٠) اگر ایک مکان دو منزلہ مکان کے پہلو مین یعنے جو نیچے والے مکان کے صحن سے ملا ہوا تھا فروخت ہوا اور دونون مکان والونکے اوس مکان مین شفعہ چاہا اور اس سے پہلے کہ اون مین سے کوئی اوس مکان کو لیتا وہ دونون مکان گر پڑے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک صرف نیچے والے کو حق شفعہ ہے دونون کو حق شفعہ نہین ہے۔

(٢٣١) لا لهما يعني قال محمد الشفعة لهما۔

(٢٣١) امام محمد رح فرماتے ہین دونون اوس مین شفیع ہون گے۔

(٢٣٢) لابي يوسف في المسئلتين ان حق الشفعة زال بانهدام العلو ولمحمد ان صاحب العلو له اعادة علوه اذا بنى صاحب السفل وله ان يرفع الامر الى القاضي ليأمره ببناء السفل فيبنى عليه علوه واذا كان حقه قائما استحق الشفعة في السفل

(٢٣٢) دونون مسئلون مین امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اوپر کے مکان کے گر جانے سے اوسکا حق شفعہ زائل ہو گیا۔ اور امام محمد رح فرماتے ہین کہ اوپر والے کو اپنے مکان کے بنانے کا اختیار پھر حاصل ہے اگر نیچے والا مکان بناوے اور اوسکو یہ بھی استحقاق ہے کہ اس معاملہ کو قاضی تک پہونچاوے تاکہ نیچے والے کو قاضی مکان کے بنانے کا

وفی الدار المجاورۃ لهما وفی المحیط لو بنی السفل صاحب العلو لا یکون متبرعًا فلی صاحب السفل ان یعطیه قیمته لانه کان مضطرا فی البناء لاحیاء حقه فصار ماذونا شرعا۔

حکم کرے اور پھر وہ اپنا اوپر کا مکان بنالے۔ پس جب اوسکا حق قائم ہے تو اوسکو نیچے کے مکان مین بھی حق شفعہ ہوا اور اوس مکان مین بھی جو اون دونون کے جوار مین واقع ہوا ہے محیط مین مذکور ہے کہ اگر اوپر والے نے نیچے کا مکان اپنے پاس سے بنوادیا تو وہ اوسمین متبرع نہ سمجھا جائیگا بلکہ نیچے والے کو اوسکی قیمت دینی پڑیگی کیونکہ اپنے احیاء حق کی غرض سے نیچے کے مکان کے بنانے کی طرف مضطر ہوا اور شرعًا اسبات مین وہ ماذون ہے۔

(۲۳۳) ولو بنی احد الشریکین حماما منهدما لم یرجع علی شریکه بشیء لانه غیر مضطر فی البناء فانه یمکنه ان یرفع الامر الی القاضی حتی یقسم الساحة۔

(۲۳۳) اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے بوسیدہ حمام کی مرمت کی تو اپنے دوسرے شریک سے وہ کچھ نہین لے سکتا کیونکہ وہ اوس کے بنانے کی طرف مضطر نہین ہے بلکہ اوسکو یہ استحقاق ہے کہ قاضی تک اس معاملہ کو پہونچا دے تاکہ قاضی اوس زمین کو تقسیم کردے۔

(۲۳۴) **فصل** فی الاختلاف وما یؤخذ به المشفوع۔

(۲۳۴) **فصل** اختلاف اور اوس چیز کے بیان مین جسکے بدلے مین شفوع لیا جاتا ہے یعنے ثمن۔

(۲۳۵) ولو قال المشتری اشتریت البناء والارض فی صفقتین یعنی قال اشتریت البناء اولا ثم اشتریت الارض بدون البناء ثانیا وقال الشفیع بل اشتریتهما معا فی صفقة واحدة والدار لی بنائها ولم یکن لهما بینة کان القول للشفیع اتفاقا لان حق الشفیع قائم والمشتری یدعی ابطاله بادعاء الصفقتین والشفیع ینکره فیکون القول له مع

(۲۳۵) اگر مشتری نے کہا مین نے بناء اور زمین کو دو عقدون مین خریدا ہے یعنے اول بناء کو خریدا ہے بعد ازان دوسرے بیع سے زمین کو بغیر بناء کے خریدا ہے اور شفیع نے کہا بلکہ تو نے دونون کو ایک ہی بیع سے خریدا ہے اور مکان کا مع بناء کے مین مالک ہون اور کسیکے پاس بینہ نہو تو شفیع کا قول بالاتفاق مقبول ہوگا کیونکہ شفیع کا حق تو قائم ہے اور مشتری دو عقد سے خریدنے کا دعوی کرکے اوسکا باطل کرنا چاہتا ہے اور شفیع اوسکا منکر ہے تو اوسیکا قول معتبر ہوگا

يمينه على العلم لانه حلف على فعل الغير۔

اور اسبات کے علم پر اوس سے حلف لے لیا جائیگا کیونکہ دوسرے کے فعل پر حلف ہی۔

(۲۳۶) فان برهنا اى اقام كل منهما البينة على ما ادعاه ولا تاريخ يرجح ابو يوسف بينة المشترى لانها يثبت امر ازائدا على الشراء وهو تفريق الصفقة فكانت اولى۔

(۲۳۶) اگر ہر ایک نے اپنے دعوے پر بینہ پیش کردیا اور دونون مین سے کسی کی تقدم تاخر کی تاریخ نہین معلوم تو امام ابو یوسف رح مشتری کے بینہ کو ترجیح دیتے ہین کیونکہ اوسکی بینہ شراء کے اوپر ایک امر زائد کے مثبت ہی یعنے تفریق صفقہ کی تو وہی مقدم ہوگی۔

(۲۳۷) لا الشفيع اى قال محمد يقضى ببينة الشفيع لان البينة للاثبات وبينة الشفيع مثبتة للاستحقاق فكانت اولى۔

(۲۳۷) امام محمد رح فرماتے ہین شفیع کے بینہ کے موافق حکم دیا جاوے گا کیونکہ بینہ اثبات کے لئے ہوتی ہی اور شفیع کے بینہ استحقاق کے مثبت ہے تو وہ مقدم ہوگی

(۲۳۸) ولو اختلفا اى المشترى والشفيع فى الثمن كان القول للمشترى مع اليمين لان الشفيع يدعى استحقاق الدار عليه عند نقد الاقل والمشترى ينكره۔

(۲۳۸) اگر مشتری اور شفیع مین ثمن کے اندر اختلاف ہوا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اوس سے حلف لے لیا جاوے گا کیونکہ شفیع کا یہ دعوی ہے کہ مین کم ثمن دیکر اس مکان کا مستحق ہون اور مشتری اسبات سے منکر ہے

(۲۳۹) فان برهنا يقدمه اى ابو يوسف برهان المشترى لانه اكثر اثباتا۔

(۲۳۹) اگر دونون نے بینہ پیش کردی تو امام ابو یوسف رح مشتری کے برہان کو مقدم کرتے ہین کیونکہ وہ ایک امر زائد کو ثابت کرتی ہے۔

(۲۴۰) وقدما بينة الشفيع لانه مدع كما ذكرنا فكان بينته اولى على بينة المدعى عليه۔

(۲۴۰) صاحبین رح شفیع کے بینہ کو مقدم کرتے ہین کیونکہ وہ مدعی ہے اور مدعی علیہ کے بینہ پر اوسکے بینہ کو تقدم ہے

(۲۴۱) وفى المحيط لو تصادق المتبايعان بعد طلب الشفيع ان البيع كان تلجئة لا يصدقان على الشفيع الا اذا كان الحال يدل عليه بان كان المنزل كثير القيمة وبيع بثمن قليل فلا شفعة۔

(۲۴۱) محیط مین مذکور ہو اگر بائع اور مشتری نے باہم شفیع کے طلب کے بعد اسبات کو مان لیا کہ یہ بیع جبرا ہوی ہو تو شفیع کے حق مین وہ صادق نہ سمجھے جاوینگے مگر جب کہ قرینہ دلالت کرے اس بات پر کہ وہ مکان بیش قیمت ہو اور کم قیمت سے فروخت ہوا ہو تو اب اوسکا شفعہ نہو گا۔

(۲۴۲) ولو ادعى المشتري ثمنا وادعى البائع اقل منه ولم يقبض البائع الثمن اخذ الشفيع بقول البائع وجعل اي قول البائع حطا عن المشتري من الثمن۔

(۲۴۲) اگر مشتری نے ایک ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اوس سے کم کا اور ہنوز بائع نے ثمن پر قبضہ نہین کیا ہے تو بائع کے قول کے موافق ثمن دیکر شفیع مبیع کو لے لیگا اور بائع کے قول کے موافق مشتری سے ثمن کی کمی کر دی جاویگی۔

(۲۴۳) فان قبض البائع الثمن فبقول المشتري اي ياخذ الشفيع بقول المشتري لان البائع صار كالاجنبي ولا يلتفت الى قوله فبقي الخلاف بين المشتري والشفيع وقد سبق بيانه۔

(۲۴۳) اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہے تو موجب قول مشتری کے ثمن دیکر شفیع مبیع کو لے سکتا ہے کیونکہ بائع اسوقت مین اجنبی کے مانند ہے اور اوسکے قول کا اعتبار نہو گا تو اب صرف شفیع اور مشتری مین اختلاف رہا اور اوسکا بیان ہو ہی چکا۔

(۲۴۴) ولو حط البائع عن المشتري بعض الثمن تسقط عن الشفيع۔

(۲۴۴) اگر بائع نے مشتری سے کچھ ثمن کی کمی کر دی تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفیع سے بھی ثمن مین کمی کر دی جاویگی۔

(۲۴۵) وقال الشافعي لا يسقط بل على الشفيع الثمن المسمى۔

(۲۴۵) امام شافعی رح فرماتے ہین شفیع سے ثمن کم نہ کیا جاویگا بلکہ اوسپر وہی ثمن جو مقرر ہے دینا لازم ہو جائیگا۔

(۲۴۶) وهذا الخلاف فرع الخلاف في ان الحط لا يلتحق عنده باصل العقد بل هو هبة اخرى للمشتري وعندنا يلتحق مرت المسئلة في كتاب البيوع۔

(۲۴۶) اس اختلاف کی بنا اس امر پر ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک یہ کم کر دینا اصل عقد کے ساتھ نہ ملایا جائیگا بلکہ وہ مشتری کے لئے دوسرا ہبہ ہو اور ہمارے نزدیک ملایا جائے گا کتاب البیوع مین یہ مسئلہ ہو چکا ہے۔

(۲۴۷) او الكل اي لو حط البائع كل الثمن لم يسقط ولا يلتحق ذلك باصل العقد اتفاقا لانه لو التحق صار بيعا بلا ثمن وانه باطل۔

(۲۴۷) اگر بائع نے پورا ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع سے ساقط نہو گا اور بالاتفاق اصل عقد کے ساتھ ملحق سمجھا جائے گا کیونکہ اگر بیع کے ساتھ ملحق کیا جائے تو بلا ثمن کے بیع ہو جاویگی اور یہ باطل ہے۔

(۲۴۸) او زاد فيه اي في الثمن المشتري لم يلزم الشفيع فياخذه

(۲۴۸) مشتری نے ثمن مین کچھ زیادتی کر دی تو شفیع کو وہ زیادتی دینی نہ ہوگی اور اول ثمن سے

بالثمن الاول لان فی اعتبار الزیادة اضرار للشفیع۔

وہ مبیع کو لے لیگا کیونکہ اس زیادتی کا شفیع کے حق مین اعتبار کرنے سے شفیع کو ضرر پہونچتا ہے۔

(۲۴۹) وان کان الثمن عرضا او عقارا اخذ بالقیمة ای بقیمة الثمن۔

(۲۴۹) اگر ثمن کچھ اسباب یا کوئی زمین قرار پائی ہو تو مشتری اوس ثمن کی قیمت دیکر مبیع کو لیلے۔

(۲۵۰) وفی الجامع لو وجد البائع الثمن العرض معیبا فرضی به یاخذ الشفیع بقیمته سلیما۔

(۲۵۰) اگر بائع نے اوس شے کو جو ثمن قرار پائی تھی کچھ عیبدار پایا اور وہ اوس کے لے لینے پر راضی ہو گیا تو شفیع مبیع کو وہ قیمت دیکر لیگا جو اوس شے کے سلامتی کی حالت مین ہوتی ہوگی۔

(۲۵۱) او مکیلا او موزونا فبالمثل ای فیاخذ بمثله کما فی الاتلاف۔

(۲۵۱) اگر کیل یا موزون چیز ثمن قرار پائی ہو تو اوسکی مثل دیکر شفیع مبیع کو لے لیگا جس طرح تلف کردینے کی صورت مین مثل دینا آتا ہے۔

(۲۵۲) او مؤجلا ای ان کان الثمن مؤجلا فان شاء الشفیع صبر الی انقضاء الاجل ثم یاخذها وهذا الانتظار لیس فی طلب الشفعة لانه علی الفور بل فی اخذها والا ای ان لم یشأ الشفیع الصبر اخذ بثمن حال

(۲۵۲) اگر ثمن موجل قرار پایا ہو تو اگر شفیع چاہے اوس مدت گذرنے تک صبر کرے بعد ازان شفعہ کرے اور یہ انتظار طلب شفعہ مین نہین ہے کیونکہ طلب فوراً ہی چاہئے بلکہ اوسکے لینے مین انتظار ہو۔

(۲۵۳) لکن البائع لم یرجع علی المشتری بالثمن المؤجل لان شرط التاجیل بینهما لم یبطل۔

(۲۵۳) اگر صبر نہ کر سکے اوسیوقت ثمن دیکر لیلے لیکن بائع مشتری سے اوس ثمن موجل کے طلب اسوقت نہ کرے کیونکہ تاجیل کی شرط جو اونکی مابین ہوئی تھی وہ باطل نہین ہوئی ہے۔

(۲۵۴) وفی المحیط ان استحق الثمن بعد اخذ الشفیع الشفعة ینظر ان کان اخذها بالقضاء یرد المشفوعة علی البائع لانه تبین انه لم یکن لهحق الشفعة لکون الشراء فاسدا فلا ینفذ قضاؤه بالملك

(۲۵۴) محیط مین مذکور ہو اگر شفیع کے شفعہ لینے کے بعد اصل ثمن مین جو مشتری نے دیا تھا کسی کا استحقاق نکل آیا تو اب دیکھا جائے گا کہ اگر بحکم قاضی شفعہ لیا ہو تو وہ شے مشفوعہ بائع پر رد کردے جائیگی کیونکہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اوسکو حق شفعہ نہ تھا اسلئے کہ وہ شراء فاسد تھی اور قاضی کا حکم بالملک نافذ نہ سمجھا جائے گا کیونکہ

لوقوعه خطاءً وان كان اخذها بغير قضاء لا يردها بل يرد قيمتها للبائع لانه وجد التراضي بالتملك والتمليك فجعل بيعا مستانفا۔

ہو وہ بطور خطا کے اوس سے واقع ہوا ہے۔ اور اگر بدون حکم قاضی کے شفیع نے مبیع کو لیا ہے تو اصل مبیع کو واپس نہ کرے گا بلکہ بائع کو اوسکی قیمت دیدے گا کیونکہ تملک اور تملیک کے ساتھ دونوں کی رضامندی ثابت ہو گئی ہے اب یہ از سر نو ایک دوسری بیع شمار کیجاویگی۔

(۲۵۵) وممنوعه منه اي من الاخذ مع التاجيل اي لا ياخذ الشفيع بثمن مؤجل عندنا

(۲۵۵) ہمارے ائمہ کے نزدیک ثمن مؤجل کی صورت میں ثمن مؤجل سے شفیع نہیں لے سکتا۔

(۲۵۶) وقال مالك ياخذ به لان الاجل وصف للثمن فياخذه به كما في الزيوف ولنا ان الاجل ليس بوصف للثمن ولهذا لا يثبت بلا شرط۔

(۲۵۶) امام مالک رح فرماتے ہیں لے سکتا ہے کیونکہ اجل بھی ایک ثمن کا وصف ہے اور اس سے شفیع بھی لے لیگا جسطرح اگر کھوٹے روپیہ سے مشتری خریدتا تو شفیع بھی کھوٹے ہی سے لے سکتا تھا ہم کہتے ہیں اجل ثمن کا وصف نہیں ہے اسی واسطے بدون شرط کئے ہوئے اجل ثابت نہیں ہوتی۔

(۲۵۷) او خمرا وخنزيرا اي اذا كان الثمن خمرا وخنزيرا وهما اي البائع والمشتري ذميان فبالمثل فيهما اي ياخذ الشفيع بالمثل في الخمر لانها من ذوات الامثال وبالقيمة في اي في الخنزير لانه من القيمي

(۲۵۷) اگر شراب یا خنزیر ثمن قرار پایا ہے اور بائع اور مشتری دونوں ذمی ہیں تو شراب کا مثل اور خنزیر کی قیمت دیکر شفیع لے سکتا ہے کیونکہ شراب ذوات الامثال سے ہے اور خنزیر ذوات القیم سے ہے۔

(۲۵۸) او الشفيع مسلم وهو معطوف على المقدر بعد قوله وهما ذميان وهو والشفيع ذمي فبالقيمة فيهما اي ان كان الشفيع مسلما ياخذ بالقيمة في الخمر والخنزير لان تسليم عين الخمر للمسلم ممتنع فالتحقت في حقه بغير المثلي حتى لا يتملك عين الخمر ولان الخمر مثلي والمثلي في المثليات قيمته لا يكون قائما مقام العين والله اعلم

(۲۵۸) بائع اور مشتری ذمی ہیں اور شفیع مسلمان ہے تو دونوں میں اوسکو قیمت ہی دینی آئیگی کیونکہ مسلمان کے لئے مسلمان کو شراب دینا حرام ہے تو اوسکے حق میں شراب بھی غیر مثلی سے شمار کیجاویگی یہانتک کہ مسلمان شراب کا مالک نہیں ہو سکتا اور ذمی کو اس لئے شراب دینی پڑیگی کہ وہ مثلی ہے اور جتنے ذوات الامثال ہیں اونمیں کسی کی قیمت اوس کے عین کے قائم مقام نہیں ہو سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

تم کتاب الشفعہ

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الشفعة

(۱) الشفعة حق شرع نظرا لمن كان شريكا او جارا عند البيع۔

(۱) شفعہ ایک شرعی حق کا نام ہی جو بیع کے وقت شریک یا ہمسایہ کا لحاظ کرکے مقرر کیا گیا ہی۔

(۲) تثبت فی العقار بالبیع۔

(۲) کسی عقار کی بیع کرنے سے اوسمین شفعہ ثابت ہو جاتا ہی

(۳) وتتاكد بالطلب وتملك بالقضاء او بالتسليم

(۳) طلب کرنے کے بعد شفعہ مستحکم ہو جاتا ہی اور شفیع کو ملکیت اوسوقت حاصل ہوتی ہی جبکہ قاضی حکم دیدے یا خود بائع یا مشتری بیع کو شفیع کے قبضہ میں دیدے۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۴) اما البيع الذى يثبت بالشفعة هو الجائز الذى يزيل ملك البائع۔

(۴) شفعہ اوس بیع کے بعد ثابت ہوتا ہی جو شرعا صحیح ہو اور جس سے بائع کی ملکیت زائل ہو جائے۔

(۵) فان كان فى البيع خيار فان كان الخيار للمشترى كان فيه الشفعة وان كان الخيار للبائع او لهما جميعا فلا شفعة فيه ما لم يسقط الخيار۔

(۵) اگر بیع کے اندر مشتری کو اختیار حاصل ہی تو اوسمین حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اور اگر صرف بائع کو یا دونون کو اختیار ہی تو شفعہ نہین ہی جب تک کہ وہ اختیار ساقط نہو وے۔

(۶) وخيار الروية والعيب لايمنع ثبوت الشفعة

(۶) خیار رویت اور خیار عیب حق شفعہ کا مانع نہین ہے۔

(۷) ولاشفعة فی البيع الفاسد ان اتصل به القبض ان لم يبطل حق البائع فی الاسترداد۔

(۷) بیع فاسد مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اگرچہ بیع مشتری کے قبضہ مین پہونچ جائی جبتک کہ واپسی کا حق باطل نہو۔

(۸) ولاشفعة فيما يملك بغير بدل او ببدل ليس بمال نحو الميراث والهبة والنكاح والاجارة بان جعل الدار اجرا او بدل الخلع بان اختلعت المرأة من زوجها على دار۔

(۸) اگر ایک مکان بلا عوض یا ایسے عوض سے جو مال نہین ہے ایک شخص کو ملے تو شفعہ ثابت ہوگا۔ مثلاً اگر ورثہ مین یا بذریعہ ہبہ یا نکاح کے ایک مکان ملا یا کرایہ مین ایک مکان ٹھیرا لیا یا ایک مکان دیکر عورت نے اپنے خاوند سے خلع کیا تو بہرحال ایسے مکان مین شفعہ نہین ہو سکتا۔

(۹) ولاشفعة فی عقار ملك بالصلح عن القصاص فی النفس او فيما دون النفس۔

(۹) اگر بعوض قتل کے یا بعوض زخم کے ایک مکان یا زمین لیکر صلح کر لی تو اوسمین بھی شفعہ نہین ہے۔

(۱۰) ولو وهب دارا بشرط العوض فلاشفعة فيها مالم يتقابضا فاذا تقابضا وجبت الشفعة فياخذ الشفيع الدار بمثل العوض ان كان العوض مثليا وان لم يكن فبقيمته۔

(۱۰) اگر بشرط عوض ایک مکان ہبہ کیا اور ہنوز واہب اور موہوب لہ نے بدلین پر قبضہ نہین کیا ہو تو اوسوقت تک اوس مکان مین شفعہ نہین ہوسکتا البتہ قبضہ کر لینے کے بعد شفعہ جاری ہوگا اور شفیع اوس مکان کو اگر ہبہ کا عوض مثلی ہے تب تو مثل دیکر ورنہ قیمت دیکر لے سکتا ہے۔

(۱۱) وان كان الهبة بغير شرط العوض ثم عوضه بعد الهبة فلا شفعة فيها۔

(۱۱) اگر ایک مکان کسی کے لئے ہبہ کیا اور ہبہ مین عوض لینا شرط نہین کیا مگر ہبہ کے بعد خود موہوب لہ نے واہب کو اوسکے بدلےمین کچھ مال دیدیا تو مکان مین شفعہ نہین ہو سکے گا۔

(۱۲) ولو بيعت الدار بثمن مؤجل ان اراد الشفيع ان ياخذ الدار

(۱۲) ایک مکان فروخت ہوا اور کچھ مدت کے بعد اوسکی قیمت ادا کرنی قرار پائی اب شفیع اگر یہ بات

فی الحال بالثمن المؤجل لم یکن له ذلك ویکون له الخیار ان شاء اخذها بثمن حال وان شاء ینتظر حلول الاجل فاذا حل یاخذها بالثمن الحال وان اراد الانتظار الی حلول الاجل وقد کان طلب طلب المواثبة فانه یطلب بطلب الاشهاد فان لم یطلب وانتظر حلول الاجل بطلت شفعته وکذا لو بیعت الدار علی ان المشتری بالخیار ولم یطلب الشفیع طلب الاشهاد بطلت شفعته

چاہیے کہ فی الحال اوس مکان کو لیلے اور قیمت اوسیقدر مدت مین ادا کرے تو اوسکو یہ مجاز نہین ہے بلکہ اوسکو یہ اختیار حاصل ہے کہ یا تو اوسیوقت قیمت دیکر مکان کو لیلے یا اوس مدت تک توقف کرے اور جب وہ دن آجاوے تو اوسیوقت قیمت ادا کرے اور مکان کو لیلے۔ ایسی صورت مین اگر شفیع کو اوس مدت معینہ تک انتظار کرنا منظور ہو اور وہ طلب مواثبت کر چکا ہو تو اوسے اسی عرصہ مین طلب اشہاد کرنا بھی ضروری ہے اگر طلب اشہاد اوسنے نہین کی اور مدت کے پورا ہونیکا منتظر رہا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اسیطرح اگر ایک مکان فروخت ہوا اور بیع اندر مشتری کے اختیار شرط کیا گیا اور شفیع نے طلب اشہاد نہین کی شفعہ باطل ہو جائیگا

(۱۳) والمسلم والکافر والکبیر والصغیر والذکر والانثی فی الشفعة لهم وعلیهم سواء وکذا العبد الماذون والمکاتب ومعتق البعض

(۱۳) شفعہ کے لینے اور شفعہ کے دینے مین مسلمان و کافر بالغ و نابالغ مرد و عورت سب برابر ہین اور شفعہ کے اندر جو آزاد کا حال ہے وہی اوس غلام کا حال ہے جس کا کچھ حصہ آزاد کر دیا گیا ہو یا وہ ماذون یا مکاتب ہو۔

(۱۴) والخصم عن الصبیان فی الشفعة لهم وعلیهم اباءهم واوصیاء الاباء عند عدمهم والاجداد من قبل الاب عند عدمهم فان لم تکن فاوصیاء الاجداد فان لم تکن فالامام والحاکم یقیم لهم من ینوب عنهم فی الخصومة والطلب۔

(۱۴) نابالغ سے شفعہ لینے یا اوسکو شفعہ دینے مین اوسکا باپ نہ باپ کا وصی وصی بھی نہ ہو تو دادا۔ دادا بھی نہ ہو تو دادا کا وصی۔ ورنہ نابالغ کی طرف سے امام پیروکار ہوگا اور قاضی امام کی طرف سے کسی کو قائم مقام کر دے گا جو اوس کا پیروکار ہوگا اور شفعہ کا مطالبہ کرے گا کیونکہ قاضی کو ولایت عامہ ہے۔

(۱۵) فالشفعة علی عدد الرؤس عندنا قلت الانصباء او کثرت

(۱۵) اگر ایک مکان مین کئی شخص شریک ہین تو حنفیہ کے نزدیک سب کو حق شفعہ برابر حاصل ہوگا اگرچہ اونکے حصے برابر ہون یا کم و بیش ہون۔

(۱۶) ومن باع دارا وهو شفیعها

(۱۶) ایک شخص نے ایک مکان خواہ اپنی طرف سے یا کسی

بدار له اخری فلا شفعة له فیها باعها لنفسه او کان وکیلا فی البیع او قیما او وصیا۔

دوسرے کی طرف سے بذریعہ وکالت یا وصیت یا تولیت کے فروخت کیا اور اس مکان سے بائع کا ایک ذاتی مکان ملا ہوا ہو تو اب یہ بائع اس فروخت شدہ مکان میں شفعہ نہیں کر سکتا۔

(۱۷) ولو اشتری الاب دارا لولده الصغیر وهو شفیعها کان له ان یاخذها لنفسه عندنا۔

(۱۷) اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لئے ایک ایسا مکان خریدا جسمیں خود اس شخص کو حق شفعہ ہے تو حنفیہ کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر چاہے تو اپنے لئے اوس مکان کو لے سکتا ہے۔

(۱۸) ولو اشتری الوصی للیتیم دارا لا یملك اخذها لنفسه بالشفعة۔

(۱۸) اگر ایک نابالغ کے لئے وصی نے (جسکو اوسکا باپ وصیت کر گیا ہے) ایک مکان خریدا جسمیں اوس وصی کو بھی حق شفعہ تھا تو اب وصی کا شفعہ باطل ہو جاویگا۔

(۱۹) ولو اشتری الاب دارا لنفسه وولده الصغیر شفیعها لیس للصبی اذا بلغ ان یاخذها بالشفعة۔

(۱۹) اگر ایک شخص نے ایک مکان اپنے لئے خریدا اور اوس کے نابالغ لڑکے کو اوس مکان میں حق شفعہ تھا تو بالغ ہونیکے بعد وہ نابالغ اس مکان میں شفعہ کا دعوی نہیں کر سکتا

(۲۰) ولو باع الاب داره وولده الصغیر شفیعها کان للصبی ان یاخذها بالشفعة اذا بلغ۔

(۲۰) ایک شخص نے اپنا مکان فروخت کیا اور اوسکے نابالغ لڑکے کو اس مکان میں حق شفعہ تھا تو وہ نابالغ لڑکا بالغ ہونیکے بعد شفعہ کا دعوی کر کے اوس مکان کو لے سکتا ہے۔

(۲۱) ولو باع المضارب دارا من المضاربة ورب المال شفیعها لا شفعة له فیها ولو باع المضارب دار الغیر المضاربة کان لرب المال ان یاخذها بالشفعة بدار من المضاربة ویکون له خاصة

(۲۱) اگر دو شخص ملکر تجارت کرتے ہوں ایک کا مال ہو اور ایک کی محنت قرار پائی ہو اور اس تجارت میں اس دوسرے شخص نے جو خرید فروخت کرتا ہو ایک مکان فروخت کیا جسمیں پہلے شریک کو حق شفعہ تھا تو اب یہ شفعہ کا دعوی نہیں کر سکتا اور اگر اس تجارت سے علیحدہ اوس شخص نے ایک مکان فروخت کیا جسمیں پہلے شریک کے بذریعہ ایک مکان کے جو اس تجارت کا مکان ہو حق شفعہ تھا تو یہ پہلا شریک خاص اپنے لئے بلا شرکت دوسرے شریک کے اوس مکان کو لے سکتا ہے

(۲۲) ولو باع رب المال دارا له خاصة والمضارب شفیعها بدار من المضاربة فان کان فیها ربح فله ان یاخذها لنفسه بالشفعة وان لم یکن فیها ربح فلا یاخذ۔

(۲۲) اور اگر پہلے شریک نے (جسکا مال ہے) اپنا ایک ذاتی مکان فروخت کیا اور دوسرے شریک کو بذریعہ تجارت کے ایک مکان کے حق شفعہ تھا تو اس میں دو صورتیں ہیں اگر وہ مکان نفع سے ملتا ہو تب وہ خاص اپنے لئے بذریعہ شفعہ کے لے سکتا اور اگر اوسکے لینے میں نقصان ہو تو نہیں لے سکتا۔

(۲۳) واذا بيعت الدار بجنب دار مشتركة بين رجلين كان لكل واحد من الشريكين فيها الشفعة ولتسليم احدهما الشفعة يصح في حق نفسه دون صاحبه۔

(۲۳) ایک مکان مین دو شخص شریک ہین اس مکان کے متصل کوئی مکان فروخت ہوا تو ان دونون مین سے ہر شخص کو حق شفعہ ہی اور اگر ایک شخص نے بالفرض شفعہ کا دعوی نہ کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جاوے گا اور دوسرے کا بدستور قائم رہیگا۔

(۲۴) ولو باع الرجل دارا وعبده المأذون شفيعها فان كان على العبد دين فله الشفعة وان لم يكن فلا شفعة له۔

(۲۴) ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا جسمین اسکے غلام ماذون کو شفعہ تہا تو اسکی دو صورتین ہین اگر یہ غلام کسیکا قرضدار ہی تب تو شفعہ کر سکتا ہی ورنہ نہین کر سکتا۔

(۲۵) ولو باع العبد المأذون دارا والمولى شفيعها فان لم يكن على العبد دين فلا شفعة للمولى وان كان عليه دين فلمولاه الشفعة۔

(۲۵) اگر غلام ماذون نے ایک مکان فروخت کیا جسمین اوسکے مالک کا شفعہ ہی تو اوسکی دو صورتین ہین اگر یہ غلام مقروض نہین ہی تو مالک کا شفعہ نہو گا اور اگر کسیکا مقروض ہو رہا ہی تو اوسکے مالک کو شفعہ ہی۔

(۲۶) فلو باع المولى دارا ومكاتبه شفيعها كان له الشفعة وان باع المكاتب ومولاه شفيعها كان له الشفعة ايضا۔

(۲۶) اگر مالک نے ایک مکان فروخت کیا جسمین غلام مکاتب کا شفعہ ہی تو وہ مکاتب شفعہ کا دعوی کر سکتا ہے اور اگر اوس مکاتب نے ایک مکان فروخت کیا اور مالک کا اوسمین شفعہ ہی تو مالک بہی دعوی کر سکتا ہی۔

(۲۷) ولو مات الشفيع لا يكون لورثته الشفعة

(۲۷) شفیع مر جانیکے بعد اوسکے وارثون کو حق شفعہ نہین ہوتا

(۲۸) وان مات البائع والمشتري والشفيع حي كان له الشفعة۔

(۲۸) اگر بائع اور مشتری مر جائین تو شفیع کو بدستور حق شفعہ باقی رہتا ہے۔

طلب شفعہ کا بیان

(۲۹) طلب الشفعة ثلث طلب المواثبة وطلب الاشهاد وطلب التملك

(۲۹) طلب شفعہ کی تین قسمین ہین طلب مواثبت اور طلب اشہاد اور طلب تملک انمین سے اپنے اپنے موقع پر اگر ایک طلب بہی نہو گی تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۳۰) اما طلب المواثبة فوقته فور علم

(۳۰) طلب مواثبت اوس طلب کو کہتے ہین جو بیع کا

الشفيع بالبيع.

(۳۱) ان اخبره بالبيع رجلان او رجل وامرأتان او رجل عدل فسكت هنية ولم يطلب الشفعة بطلت شفعته.

(۳۲) وان اخبره بالبيع رجل واحد غير عدل او امرأة او عبد او صبي ولم يطلب الشفعة لا يبطل شفعته في قول ابي حنيفة رح وفي قول صاحبيه رح تبطل لان الشرط هو الطلب فور العلم بالبيع وعندهما الاعلام يحصل بخبر الواحد عدلا كان او لم يكن حرا كان او عبدا صبيا كان او بالغا وعند ابي حنيفة رح يشترط للعلم احد شرطي الشهادة وهو العدد او العدالة وقد مر هذا في البكر اذا وجدت واخبرت بالنكاح وسكتت.

(۳۳) وروى هشام عن محمد رح انه يشترط الطلب في مجلس العلم فان طلب في المجلس صح وان قام عن مجلسه قبل الطلب بطلت شفعته وبه اخذ الكرخي رح قال وهذا بمنزلة خيار المخيرة والامر باليد وقبول البيع وذلك يبقى الى ان يوجد الاعراض

حال معلوم ہونے سے فوراً اوسیوقت طلب کیجاوے۔

(۳۱) اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت یا صرف ایک پرہیزگار مرد نے شفیع کے پاس آکر بیان کیا کہ فلان شخص نے فلان مکان فروخت کیا ہے اور یہ سنکر کچھ دیر تک شفیع خاموش رہا اور شفعہ کو طلب نہ کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۳۲) اگر ایک مرد نے جو پرہیزگار نہین ہو یا عورت نے یا غلام نے یا نابالغ لڑکے نے شفیع کے سامنے مکان کے فروخت ہونے کا حال بیان کیا اور شفیع نے شفعہ کو طلب نہ کیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہین ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ شفعہ کے ثابت ہونے مین بیع کا حال معلوم ہوتے ہی فوراً طلب کرنا شرط ہو اور صاحبین رح کے نزدیک ایک شخص کے خبر دینے سے علم حاصل ہو جاتا ہو پرہیزگار ہو یا نہو آزاد ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک علم کے لیے شہادت کی دو شرطون میں سے کسی نہ کسی کا ہونا ضروری ہے یعنے اگر ایک مرد ہے تو اوسکا پرہیزگار ہونا ضروری ہے ورنہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کا ہونا لازم ہے یہی اختلاف سابقاً اوس صورت مین بیان ہو چکا ہو کہ باکرہ کو اپنے نکاح کی خبر پہونچی اور اوسنے کچھ جواب نہ دیا۔

(۳۳) ہشام نے امام محمد رح سے روایت کیا کہ شفعہ کے ثابت ہونے مین اوسی جلسہ مین شفعہ کا طلب کرنا شرط ہے جس جلسہ مین شفیع کو بیع کا حال معلوم ہو اخیر جلسہ تک بھی اگر شفیع نے شفعہ کو طلب کر لیا تو بھی کچھ حرج نہین ہو اور اگر ہنوز شفعہ کو طلب نہین کیا تھا کہ اوس جلسہ سے علیحدہ ہو گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کرخی رح نے اسی قول کو پسند کیا ہے اور کہا ہو کہ طلب شفعہ کا حال بیع کے قبول کرنے یا عورت کو

اختیار

+ + + + + + + طلاق کا اختیار حاصل کرنے کے مانند ہے اور یہ اختیارات اوسوقت تک باقی رہتے ہین جب تک اعراض نہ پایا جاوے

(٣٤) وفي ظاهر الرواية يشترط الطلب فور العلم۔

(٣٤) امام صاحب رحمہ سے ظاہر روایت یہی ہے کہ بیع کی خبر ملتی ہے فوراً طلب شفعہ کرنا ضروری ہے۔

(٣٥) واختلفوا في لفظ هذا الطلب قال بعضهم يقول طلبت الشفعة وانا طالبها اطلبها وقال بعضهم يطلب بلفظ الماضي او المستقبل ولا يجمع بينهما وقال بعضهم يقول اطلب الشفعة آخذها ولا يقول طلبت الشفعة واخذتها فان قال ذلك بطلت شفعته لان ذلك كذب محض قال بعضهم لا يقول اطلب الشفعة واخذها لان ذلك عدة قال وقوله طلبت الشفعة واخذتها يذكر للحال عرفا كقوله بعت واشتريت۔

(٣٥) اس بات مین اختلاف ہے کہ طلب مواثبت کن الفاظ سے کرنا چاہیے بعض کے نزدیک اسطرح کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کو طلب کر چکا ہون اور اوسکا طالب ہون اور طلب کرونگا اور بعض کے نزدیک صرف ماضی یا مستقبل کے لفظ سے طلب کرنا چاہیے اور ایسا نکیا جائے کہ ایک لفظ ماضی کا ہو اور ایک مستقبل کا ہو اور بعض کے نزدیک یہ کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کو طلب کرونگا اور شفعہ کو لونگا یہ نکہے کہ مین نے شفعہ کو طلب کر لیا اور شفعہ کو لے لیا اگر اسطرح کہیگا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ اوسکا یہ کہنا محض جھوٹ ہے بعض کہتے ہین شفیع کو یہ نہ کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کی درخواست کرونگا اور شفعہ کو لے لونگا کیونکہ یہ ایک قسم کا وعدہ ہے اور انہین بعض نے بیان کیا ہے کہ (مینے شفعہ کو طلب کر لے اور شفعہ کو لے لیا) عرف کے اعتبار سے حال کے لئے آتا ہے جسطرح خرید فروخت مین بائع مشتری کا یہ کہنا کہ مین نے خریدا اور مین نے فروخت کیا۔

+ + + + + + +

(٣٦) والصحيح انه اذا طلب باي لفظ طلب بالماضي او المستقبل يصح طلبه وهو اختيار ابي جعفر والفقيه ابي الليث والشيخ الامام ابي بكر محمد بن الفضل رح۔

(٣٦) صحیح قول یہ ہے کہ جسطرح چاہے شفیع شفعہ کی طلب کرے اوسکا طلب کرنا صحیح ہو گا خواہ ماضی سے ہو یا مستقبل سے۔ ابو جعفر اور فقیہ ابو اللیث اور شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔

(٣٧) وحكي عن الشيخ الامام ابي بكر محمد بن الفضل رح لو ان قرويا قال شفعة

(٣٧) شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح سے مروی ہے کہ شفیع اگر ایک گنوار آدمی ہے اور بیع کی خبر سنکر شفعہ شفعہ

شفعه كان طالبا وكذا لو قال (شفعه مراست بخواستم ويافتم).

کہنے لگا تو شرعاً وہ طالب سمجھا جائیگا اسی طرح اگر ایک شخص کہے کہ (شفعہ مراست بخواستم ویافتم) تو یہ شخص بھی طالب سمجھا جائے گا۔

(۳۸) وقال بعضهم لو قال الشفيع الشفعة لى اطلبها واخذها بطلت شفعته لان قوله لى لغو لا يحتاج اليه۔

(۳۸) بعض کا قول ہو اگر شفیع نے یہ کہا کہ شفعہ میرا ہو میں اسکو طلب کرونگا اور لیلونگا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ میرا ہو کا لفظ اس موقع پر بیکار ہو گو یا اوسنے طلب کرنے سے پہلے دوسرا کلام کیا۔

(۳۹) وعن بعض المشائخ رح اذا قال الشفيع للمشترى حين لقيه انا شفيعك آخذ منك الدار بالشفعة تبطل شفعته كما لو قال للمشترى حين لقيه كيف اصبحت او كيف امسيت۔

(۳۹) بعض مشائخ سے مروی ہو اگر شفیع ملاقات کیوقت مشتری سے یہ بات کہی کہ میں تیرا شفیع ہوں بذریعہ شفعہ کے تجھسے مکان کو لیلونگا اوسکا شفعہ باطل ہو جاویگا جسطرح مشتری سے ملاقات کے وقت یہ بات کہنے سے کہ آج تمہارا کیا حال ہو یا آپ کا مزاج کیسا ہو شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(۴۰) وذكر الناطقى رح اذا علم الشفيع بالبيع فقال الحمد لله قد ادعيت شفعتها او قال سبحان الله لا تبطل شفعته وكذا لو قال للمشترى حين لقيه السلام عليك ورحمة الله وبركاته طلبت الشفعة او قال كيف اصبحت او كيف امسيت او قال الله اكبر او عطس صاحبه فشمته ثم طلب الشفعة صح طلبه ولو ساله شيئا من الحوائج ثم طلب تبطل شفعته وقال الناطقى رح على قياس قوله سبحان الله او كيف اصبحت او كيف امسيت اذا قال للمشترى حين لقيه او قال اطال الله بقاءك ثم طلب الشفعة لا تبطل شفعته
وعن الشيخ الامام ابى بكر محمد بن الفضل رح رجل

(۴۰) ناطقی رح نے بیان کیا ہو۔ اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے کہا الحمد للہ میں نے اوسمیں شفعہ کا دعوی کیا یا سبحان اللہ کا لفظ کہا تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسی طرح اگر مشتری سے ملاقات کیوقت کہا السلام علیک ورحمة اللہ وبرکاتہ میں نے شفعہ طلب کیا ہو یا اوس کے مزاج پرسی کے بعد طلب شفعہ کا ذکر کیا یا اللہ اکبر کہا یا یا کسیکے چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ کہکر شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا اور اگر مشتری سے ملاقات کے وقت اپنی کسی اور ضرورت کا ذکر کیا بعد ازاں شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ناطقی رح نے انہیں الفاظ پر قیاس کرکے بیان کیا ہے کہ اگر شفیع ملاقات کیوقت مشتری کے لئے یہ دعا دے کہ خدا تعالے تیری عمر دراز کرے بعد ازاں شفعہ کو طلب کرے تو شفعہ

اشترى دارا فلقيه شفيعها والمشتري واقف مع ابنه فسلم الشفيع على ابنه قبل ان يطلب الشفعة تبطل شفعته وان سلم على المشتري لا تبطل شفعته قال لان الشفيع محتاج الى الكلام مع المشتري فكان محتاجا الى السلام عليه لان الكلام قبل السلام مكروه

باطل نہین ہوگا شیخ امام ابو بکر بن فضل سے مروی ہو کہ اگر ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع سے اوسکی ملاقات ہوی اوس وقت مشتری کے ہمراہ مشتری کا بیٹا بھی تھا شفیع نے مشتری کے بیٹے سے طلب شفعہ کرنے سے پہلے سلام علیک کی تو شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر مشتری سے سلام علیک کی تو شفعہ باطل نہوگا کیونکہ شفیع کو مشتری کے ساتھ گفتگو کی ضرورت درپیش ہو لہذا گفتگو سے پہلے سلام بھی مسنون ہوگا کیونکہ سلام کلام سے پہلے ہو

(۱۴) ولو قال الشفيع للمشتري (شفاعت خواهم) قالوا تبطل شفعته لان هذا اللفظ طلب الشفاعة لا طلب الشفعة.

(۱۴) اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین شفاعت چاہتا ہون تو فقہا کے نزدیک شفعہ باطل ہو جاوے گا کیونکہ اس لفظ مین شفاعت کی طلب ہو شفعہ کی طلب نہین ہے۔

(۲۴) رجلان ورثا عن ابيهما اجمة واحد الوارثين بعينه لم يعلم بان له فيها نصيبا فبيعت اجمة اخرى بجنب هذه الاجمة فلم يطلب هو الشفعة فلما علم ان له فيها نصيبا فطلب الشفعة في الاجمة المبيعة قالوا تبطل شفعته لان شرط تاكد الشفعة طلب المواثبة عند العلم بالبيع فاذا لم يطلب والجهل ليس بعذر فلا يبقى له الشفعة.

(۲۴) اگر دو شخصون کو اپنے باپ کے ورثہ مین ایک جھیل ملی مگر اون دونون مین سے صرف ایک شخص اس بات سے لاعلم ہو کہ میرا اسمین حصہ ہے یا نہین اس عرصہ مین ایک اور جھیل اس جھیل کے قریب فروخت ہوی اور اس لاعلم نے اس دوسرے جھیل مین شفعہ کا دعوی نہ کیا اور بعد کو معلوم ہوا کہ میرا بھی اس جھیل مین حصہ ہے پھر اوسنے شفعہ کا دعوی کیا تو فقہا کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جاویگا اسواسطے کہ بیع کے علم کے ساتھ طلب مواثبت کرنا اثبات شفعہ کے لیے شرط ہو اور اس شخص نے طلب مواثبت نہین کی پس اسکا شفعہ باقی نہین رہیگا اور بسبب اپنی لاعلمی کے معذور نہوگا۔

\+ + + + + + + + + +

(۳۴) شفيع ظن ان مشتري الدار فلان فسكت ولم يطلب الشفعة فاذا علم ان المشتري غير فلان كان له الشفعة.

(۳۴) ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے گمان کیا کہ زید نے وہ مکان خریدا ہو اور اپنے گمان کے موافق وہ خاموش ہو رہا اور شفعہ کو طلب نہین کیا مگر بعد کو معلوم ہوا کہ عمرو نے وہ مکان خریدا ہو تو شفیع بدستور شفعہ کا دعوی کر سکتا ہے۔

(٤٤) وقال بعضهم اذا توهم الشفيع ان المشتري فلان فسكت ثم علم ان المشتري غيره فطلب لايصح طلبه۔

(٤٤) بعض کا قول ہو اگر شفیع کو شبہ ہوا کہ فلان شخص نے یہ مکان خریدا ہو اور صرف شبہہ کی بنا پر وہ خاموش ہو رہا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ مشتری اور شخص ہی پھر اوسنے شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا۔

(٤٥) ولو قيل للشفيع بيعت دار كذا فقال من اشتراها او قال بكم اشتراها فلما اخبر بذلك قال طلبت الشفعة صح طلبه۔

(٤٥) اگر شفیع سے کسی شخص نے آکر بیان کیا کہ فلان مکان فروخت ہو گیا اوسکے جواب مین شفیع نے کہا کہ کسنے خریدا ہی یا کس قیمت پر فروخت ہوا ہے پھر مشتری کا نام یا قیمت کا حال سنکر شفیع نے کہا مین نے شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا۔

(٤٦) وكذا الوقيل للشفيع بيعت دار كذا بالف درهم فسكت ثم علم انها بيعت بخمسمائة درهم كان له الشفعة۔

(٤٦) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان ہزار روپیہ پر فروخت ہو گیا یہ سنکر شفیع نے سکوت کر لیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ پانچ سو روپیہ پر فروخت ہوا ہی اور اوسنے شفعہ طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا۔

(٤٧) دار بيعت بجنب دار رجل والجار يزعم ان رقبة الدار المبيعة له ويخاف انه لو ادعى رقبتها تبطل شفعته لان مالك الدار لا يكون شفيعا وان ادعى الشفعة لا يمكنه دعوى الدار انها له ماذا يصنع حتى لا يبطل شفعته قالوا يقول هذه الدار داري وانا ادعى رقبتها فان وصلت اليها والا فانا على شفعتي منها لان هذه الجملة كلام واحد فلم يتحقق السكوت عن طلب الشفعة۔

(٤٧) ایک شخص کے مکان کے متصل کسی کا مکان فروخت ہوا اور اوس ہمسایہ کو گمان ہو کہ فروخت شدہ مکان میری ملک ہو اور اوسکو خوف ہو کہ اگر مین نفس اس مکان کا دعوی کرتا ہون تب تو شفعہ باطل ہوتا ہی کیونکہ مالک شفیع نہین ہو سکتا اور اگر شفعہ کا دعوی کرتا ہون تو مکان کا دعوی نہین کر سکتا تو ایسے وقت مین اوسکو کیا کرنا چاہیے فقہا کہتے ہین اوس شخص کو ایسی صورت مین یہ کہنا چاہیے کہ یہ مکان میرا ہی اور مین اوس مکان کا مدعی ہون اگر اسطرح سے یہ مکان مجکو ملجاوے تب تو فبہا ورنہ مین اوسمین شفیع ہون۔ کیونکہ یہ سب ایک ہی کلام ہی پس طلب شفعہ سے سکوت نہ پایا گیا۔

(۴۸) صغيرة ادركت وثبت لها خيار البلوغ والشفعة ان قالت طلبت الشفعة واخترت نفسي اوقالت اخترت نفسي وطلبت الشفعة صح الاول وبطل الثاني فان قالت طلبت حقين لي الشفعة والخيار صح كلاهما۔

(۴۸) ایک نابالغ لڑکی کو حیض آیا جس سے اوسکو خیار بلوغ اور شفعہ کا اختیار ثابت ہوا اوسکی تین صورتین ہین اگر اوسنے کہا کہ مین نے شفعہ کو طلب کیا اور اپنی جان کا اختیار لیا تب تو صرف شفعہ ثابت ہوگا اور اگر کہا مین نے اپنی جان کا اختیار لیا اور شفعہ کو طلب کیا تو اوس کو صرف اپنی ذات کا اختیار حاصل ہوگا اور شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر یہ کہا کہ مین نے دونون حق طلب کیے میرا شفعہ بھی ہے اور حکم اختیار بھی ہے تو دونون حق ثابت ہو جائینگے

(۴۹) اذا سمع الشفيع بيع الدار فسكت قالوا لا يبطل شفعته ما لم يعلم المشتري والثمن كالبكر اذا استومرت فسكتت ثم علمت ان الاب زوجها من فلان فردت صح ردها۔

(۴۹) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان فروخت ہو گیا ہے اور اسنے سکوت کر لیا تو اوسکا شفعہ باطل نہو گا جب تک اوسکو یہ نہ معلوم ہو کہ مشتری کون ہے اور قیمت کیا ہے اسیطرح اگر باکرہ لڑکی سے نکاح کے بارے مین مشورہ لیا گیا اور وہ خاموش ہو گئی بعدہ معلوم ہوا کہ میرے باپ نے فلان شخص سے میرا نکاح کیا ہے اور اوسنے نکاح کو رد کر دیا تو اوس کا رد کرنا صحیح ہوگا۔

(۵۰) رجل اشترى دارا وقال للشفيع اشتريتها لنفسي فسلم الشفيع الشفعة اوسكت ثم ظهر انه اشتراها لغيره قال محمد رح تبطل شفعته وقال ابو حنيفة رح لا تبطل وعليه الفتوى۔

(۵۰) ایک شخص نے کوئی مکان خریدا اور شفیع سے کہا مین نے اپنے لیے یہ مکان خریدا ہے اسپر شفیع نے شفعہ کا دعوی نہ کیا بلکہ خاموش ہو رہا پھر معلوم ہوا کسی اور شخص کے لیے یہ مکان خریدا ہے تو امام محمد رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہو جاوے گا اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک باطل نہو گا اور فتوی اسی قول پر ہے۔

(۵۱) رجل صلى الظهر ثم شرع في الركعتين بعد الفرض فاخبر بالبيع فجعلها اربعا روى هشام عن محمد رح انه لا تبطل شفعته ولو جعلها

(۵۱) ایک شخص نے ظہر کی نماز ادا کر کے دو رکعت نماز پڑھنا شروع کیا اسی اثنا مین اوس کو کسی نے بیع کی خبر دی اور اس شخص نے بجاے دو رکعت کے دو رکعت اور اسمین ملا دین تو امام محمد رح سے بواسطہ

ستا بطلت شفعته ولو كان في الاربع
قبل الظهر فاخبر بالبيع فاتمها
اربعا لا تبطل شفعته وذكر الناطقي
رح اذا علم بالبيع وهو في التطوع
فجعلها اربعا او ستا لا تبطل شفعته
والصحيح انه اذا جعلها اربعا
لا تبطل ولو جعلها ستا تبطل
ولو افتتح الاربع بعد الجمعة لا تبطل
شفعته وان صلى اكثر من اربع
بطلت شفعته وكذا لو
افتتح الركعتين بعد الظهر
لا تبطل شفعته۔

(۵۲) ولو افتتح التطوع بعد طلب
المواثبة قبل طلب الاشهاد
تبطل شفعته

(۵۳) وبعد ما طلب الشفعه طلب المواثبة
فور علمه بالبيع يحتاج الى طلب الاشهاد وانما يسمى الثاني
طلب الاشهاد لا لان الشهادة شرط بل ليمكنه اثبات
الطلب عند جحود الخصم۔

(۵۴) فان كان الشفيع حاضرا في مجلس
البيع فطلب الشفعة بحضرة البائع او المشتري
كفاه ذلك عن الطلب الثاني۔

(۵۵) وان لم يكن كذلك فذهب
الى البائع او الى الدار لطلب
الاشهاد فالمسئلة على وجوه۔

ہشام کے مروی ہی کہ اسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر اون
دونوں مین چار رکعت اور ملا کر پڑہین تو شفعہ باطل ہوجائیگا
اور اگر ظہر سے پہلے چار سنت پڑھ رہا تھا اور بیع کی خبر سنکر
چار رکعت اوسنے پوری کرلین تو شفعہ باطل نہوگا اور
ناطقی رح نے بیان کیا ہی اگر نماز نفل پڑہنے مین شفیع کو بیع
کا علم ہوا اور اُسنے چار یا چھہ رکعت پوری کرلین تو شفعہ
باطل نہین ہوگا مگر صحیح یہ ہی کہ چار پوری کرنے سے
باطل نہوگا اور چھہ پورے کرنے سے باطل ہوجاوے گا
اور اگر جمعہ کے بعد چار رکعت شروع کردی ہین تو انکے
پورے کرنے سے بہی شفعہ باطل نہوگا مگر چار سے زیادہ
پڑہنے سے باطل ہوجاویگا اسیطرح ظہر کے بعد دو رکعتون کے
شروع کرنے سے شفعہ باطل نہوگا۔

(۵۲) طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد سے پہلے
اگر ایک شخص نے نماز نفل شروع کردی تو شفعہ باطل
ہوجاویگا۔

(۵۳) طلب مواثبت کے بعد شفیع کے لئے طلب
اشہاد ضروری ہی اور اسکا نام طلب اشہاد اسوجہ سے
نہین ہی کہ اسمین شہادت شرط ہی بلکہ اسواسطے ہی کہ مخاصمت
کے وقت طلب شفعہ کو ثابت کرسکتا ہے

(۵۴) بیع کی جگہ اگر شفیع خود موجود تھا اور بائع
مشتری کے روبرو اوسنے شفعہ کو طلب کیا تو پہر دوبارہ
اوسکو طلب اشہاد کی ضرورت نہین ہی۔

(۵۵) اگر خرید فروخت کی جگہ شفیع موجود نہین تھا
تو اوسوقت مین طلب مواثبت کے بعد شفیع کو طلب
اشہاد کرنا چاہیے مگر اسکی صورتین مختلف ہین۔

۵۶، ان کان البائع والمشتری والشفیع والدار فی مصر واحد والدار فی ید البائع فالی ایهم ذهب الشفیع وطلب الشفعة صح طلبه ولا یعتبر فیه الاقرب ولا الابعد لان المصر مع تباعد الاطراف کمکان واحد الا ان یجتاز علی الاقرب ولم یطلب الشفعة فحینئذ تبطل شفعته۔

۵۶، اگر بائع اور مشتری اور شفیع اور مکان یہ چارون ایک ہی شہر مین ہین اور مکان ہنوز بائع کے قبضہ مین ہو تو ایسی صورت مین شفیع کو اختیار ہوگا کہ تینون مین سے کسی کے پاس جاکر شفعہ کو طلب کرے اور اس بات کا کچہ اعتبار نہوگا کہ تینون مین سے کون قریب اور کون بعید ہو اسواسطے کہ شہر کو باوجود بعد اطراف کے ایک مقام کا حکم ہے مگر جس صورت مین بالفرض قریب پر شفیع کا گذر ہوا اور بغیر طلب کئے وہ آگے چلدیا تو اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

۵۷، وان کان البائع والمشتری والدار فی مصر احد والشفیع فی بلدة اخری فالی ایهم ذهب الشفیع الی البائع والدار فی ید البائع او الی المشتری او الی الدار وطلب الشفعة صح طلبه۔

۵۷، اگر بائع اور مشتری اور مکان سب ایک ہی شہر مین ہین تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اگر مکان ہنوز بائع کے قبضہ مین ہو تو اسوقت بائع کے پاس ورنہ مشتری یا مکان کے پاس جاکر شفعہ کو طلب کرے۔

۵۸، وان کان الشفیع فی موضع الدار والبائع والمشتری فی السواد او کان الشفیع مع احد المتبایعین فی مصر واحد والدار فی غیر المصر فقصد الشفیع الابعد طلب الشفعة وترک الاقرب الیه بطلت شفعته۔

۵۸، اگر شفیع اوسی شہر مین ہو جس جگہ مکان ہے اور بائع اور مشتری اوس شہر سے باہر ہین یا بائع اور مشتری مین سے ایک شخص ایک شہر مین شفیع کے ساتہ ہو اور دوسرا شخص مکان کے ساتہ ہو اس حالت مین شفیع اگر قریب کو چھوڑ کر طلب شفعہ کے لئے بعید کیطرف گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا

۵۹، وان کان البائع سلم الدار الی المشتری فان طلب الشفیع من المشتری واشهد صح طلبه وکذا لو لم یکن الدار فی ید المشتری وطلب الشفیع من المشتری صح طلبه۔

۵۹، اگر بائع نے مکان کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا اور شفیع نے مشتری سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور کسی کو گواہ کردیا تو اوس کا طلب کرنا صحیح ہوگا اسی طرح اگر ہنوز مشتری کا قبضہ نہین ہوا ہے اور شفیع نے مشتری سے شفعہ طلب کیا تو بہی اوس کا طلب کرنا صحیح ہے۔

۶۰، وان طالب من البائع واشهد ان كان الدار في يد البائع صح طلبه والا فلا ويصير كانه لم يطلب

* * * * *

۶۱، وصورة طلب الاشهاد ان يقول الشفيع للمشتري حين يلقيه اطلب منك الشفعة في دار اشتريتها من فلان التي احد حدودها كذا والثاني كذا والثالث كذا والرابع كذا وانا شفيعها بالجوار بدار احد حدودها كذا والثاني كذا والثالث كذا والرابع كذا فسلمها الي ولابد ان يبين انه شفيع بالشركة او بالجوار او في الحقوق ويبين الحدود لتصير الدار معلومة۔

۶۲، اذا اخبر الشفيع بالبيع في جوف الليل فلم يقدر على ان يخرج للاشهاد فان اشهد حين اصبح صح طلبه لانه اخر الاستشهاد لعذر۔

۶۳، واليهود اذا اخبر بالبيع يوم السبت فلم يطلب الشفعة بطلت شفعته لانه غير معذور في التاخير وكذا لو كان الشفيع في عسكر اهل الخوارج او اهل البغي فخاف على نفسه ان يدخل في عسكر اهل العدل فلم يطلب بطلت شفعته لانه غير معذور۔

۶۰، اگر شفیع نے بایع سے شفعہ طلب کیا اور اوسپر کسیکو گواہ کر دیا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر مکان ہنوز بایع کے قبضہ مین ہے تب تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہے ورنہ وہ طلب کرنا صحیح نہوگا اور کالعدم سمجھا جائیگا۔

۶۱، طلب اشہاد کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ شفیع مشتری سے ملاقات کے وقت یہ بات کہے کہ تونے جو فلان شخص سے فلان مکان جسکے چارون حدود یہ ہین خریدا ہے اوسمین مین شفعہ طلب کرتا ہون اور مین اوس مکان مین بسبب ہمسائگی کے بذریعہ ایک مکان کے جسکے حدود اربع یہ ہین شفیع ہون اسواسطے وہ مکان تو مجھکو دیدے اور اس بات کا بیان کرنا اوسپر ضرور ہے کہ وہ بذریعہ شرکت کے شفعہ کرتا ہے یا بذریعہ ہمسائگی کے۔ اور حدود کا بیان کرنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ مکان مجہول نرہے۔

۶۲، اگر رات کے وقت شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور طلب اشہاد کے لئے اوسوقت نجا سکا اور صبح ہوتی ہی اوسنے طلب اشہاد کی تو کچھ مضایقہ نہین ہے کیونکہ اس تاخیر مین شرعاً وہ معذور سمجھا جائیگا۔

۶۳، اگر ہفتہ کے روز ایک یہودی کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے شفعہ طلب نکیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ غیر معذور ہے اسیطرح اگر شفیع خوارج یا باغیون کے لشکر مین ہے اور اہل حق کے لشکر مین آنے سے اوسنے اپنی جان کا خوف کیا اور طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ معذور نہین ہے۔

(٦٤) ولو کانت الشفعة بالجوار وخاف الشفیع انه لو طلب الشفعة بالجوار عند قاض لا یری الشفعة بالجوار یبطل شفعته فلم یطلب کان علی شفعته۔

(٦٤) شفعہ بالجوار کی صورتین اگر شفیع کو خوف ہے کہین نے اس قاضی کے پاس جو شافعی المذہب ہے اور شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا ہو اگر شفعہ طلب کیا تو میرا شفعہ باطل ہو جائیگا اس خوف سے اس شخص نے قاضی کے پاس شفعہ کو طلب نہین کیا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(٦٥) ولو علم الشفیع بالبیع وھو فی طریق مکة فطلب طلب المواثبة ولم یقدر علی طلب الاشهاد فان لم یکن البائع والمشتری فی الرفقة فانه یوکل وکیلا لیطلب الشفعة فان لم یوکل ومضی فی الطریق فان وجد من یوکله بالطلب ولم یوکل تبطل شفعته وان لم یجد وکیلا او وجد فتی یکتب کتابا علی یدیه ویوکل بالکتاب وکیلا فان لم یفعل بطلت شفعته وان لم یجد وکیلا ولا فتی لا تبطل شفعته حتی یجد لانه معذور۔

(٦٥) اگر مکہ معظمہ کے راستہ مین شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوس نے طلب مواثبت کی مگر طلب اشہاد نہ کر سکا اگر بائع اور مشتری سفر مین اسکے ساتھ نہین ہین تو اس شخص کو طلب شفعہ کے لئے ایک وکیل مقرر کرنا چاہیے اور اگر وکیل مقرر نہین کیا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر وکیل میسر ہوا اور مقرر نکیا تب تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر وکیل میسر نہ ہوا تو اوس کو چاہیے کہ خط لکھوا کر بذریعہ خط کے کسی شخص کو وکیل کرے اگر ایسا نکیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر وکیل بھی میسر نہوا اور خط لکھنے والا بھی میسر نہوا تو شفعہ باطل نہوگا جب تک اون دونون مین سے کوئی میسر نہ آوے کیونکہ وہ شخص معذور ہے۔

(٦٦) دار بیعت لها شفیعان احدهما حاضر فطلب الحاضر الشفعة فقضی له القاضی ثم حضر الشفیع الآخر فان الشفیع الثانی یطلب الشفعة من الشفیع الذی قضی له القاضی لان الذی قضی له القاضی قام مقام المشتری هذا اذا طلب الاول جمیع الدار بالشفعة فلو انه طلب

(٦٦) ایک مکان فروخت ہوا اور دو شخص اسکے شفیع ہین جنمین سے ایک حاضر اور ایک غائب ہے اس حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے بھی اوسکے لئے شفعہ کا حکم کر دیا بعد ازان دوسرا شفیع حاضر ہوا تو اس شفیع دوم کو شفیع اول سے طلب شفعہ کرنا چاہیے جس کے لئے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا ہو کیونکہ شفیع اول اوسوقت مین بمنزلہ مشتری کے ہوگیا ہے

نصف الدار ظنا منه انه لا يستحق الا النصف بطلت شفعته وكذا لو كانا حاضرين فطلب كل واحد منهما الشفعة في نصف الدار بطلت شفعتهما لان السكوت عن النصف الباقي تسليم للشفعة في النصف المسكوت فيبطل شفعته في النصف المسكوت واذا بطلت في النصف تبطل في الكل كذا ذكر في الكتاب۔

ہے کہ شفیع اول پورے مکان مین شفعہ کا دعوی کرے اور اگر شفیع نے اس گمان سے کہ مین نصف مکان کا مستحق ہون نصف مکان کا دعوی کیا تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسیطرح اگر دونون شفیع حاضر ہون اور ہر ایک نصف نصف مکان کا دعوی کرے تو دونون کا شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ باقی نصف کا دعوی نکرنا اوس باقی مین شفعہ کا ترک کرنا ہو لہذا اوس نصف مین تو اس طرح باطل ہوا اور جب نصف مین باطل ہوتا ہو تو کل مین باطل ہو جاتا ہے۔

+ + + + +

٦٧، وذكر الناطقي رح رجل اذا اشترى دارا في جنب الشفيع فجاء الشفيع وقال سلم لي نصفها بالشفعة فابى المشتري لا تبطل شفعته وهو الصحيح لان طلب تسليم النصف لا يكون تسليما للباقي وكذا لو قال الشفيع انا شفيع هذه الدار فسلم لي نصفها بالشفعة فاسلم لك النصف الباقي فابى المشتري لا تبطل شفعته

٦٧، ناطقی رح نے ذکر کیا ہو کہ اگر ایک شخص نے شفیع کے مکان سے ملا ہوا ایک مکان خریدا بعد ازان شفیع نے آکر اوس سے کہا بذریعہ شفعہ کے اس مکان کا نصف مجکو دیدے اور مشتری نے انکار کیا تو شفعہ باطل ہو گا یہی قول صحیح ہے اس لیے کہ نصف کا طلب کرنا باقی کا ترک کردینا نہین ہو اسیطرح اگر شفیع نے مشتری سے کہا مین اس مکان کا شفیع ہون اس لئے بذریعہ شفعہ کے نصف مکان مجکو دیدے تو مین باقی نصف مکان تیرے لیے چھوڑ دونگا یہ سنکر مشتری نے انکار کیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا۔

٦٨، الوكيل بشراء الدار اذا اشترى وقبض فجاء الشفيع وطلب الشفعة من الوكيل قبل ان يسلم الوكيل الدار الى الموكل قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل رح يصح طلبه وان كان ذلك بعد ما سلم الوكيل الدار الى الموكل لا يصح طلبه ولو ان

٦٨، اگر ایک شخص کو ایک مکان خرید کرنے کے لیے وکیل کیا اور اوسنے مکان خرید کر قبضے مین لے لیا اور ہنوز موکل کے قبضے مین وہ مکان نہین دیا تھا کہ شفیع نے وکیل کے پاس آکر شفعہ کو طلب کیا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رح کا قول ہو کہ اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا اور اگر وکیل نے موکل کو وہ مکان تسلیم کر دیا تھا تو شفیع کا طلب کرنا صحیح نہوگا اور اگر شفیع نے وکیل کے لے شفعہ چھوڑ دیا تو اوسکا

الشفيع سلم الشفعة للوكيل صح تسليمه سواء كانت الدار في يده او لم تكن۔

یہ چھوڑنا صحیح ہو جائیگا خواہ وہ مکان اوسوقت وکیل کے قبضے مین ہو یا نہو۔

(٦٩) الوكيل بطلب الشفعة اذا اسلم الشفعة للمشتري جاز عند ابي حنيفة وابي يوسف رح وهو بمنزلة تسليم الاب والجد شفعة الصغير

(٦٩) اگر ایک شخص طلب شفعہ کا وکیل تھا اوسنے مشتری کے لیے شفعہ چھوڑ دیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے جیسے کہ باپ یا دادا نابالغ کے شفعہ کو چھوڑ دے تو جائز ہوتا ہے۔

(٧٠) رجل له شفعة عند القاضي فانه يقدم القاضي الى السلطان وان كانت شفعته عند السلطان وامتنع القاضي عن احضاره كان الشفيع على شفعته لانه ترك الطلب بعذر۔

(٧٠) اگر قاضی پر ایک شخص کا شفعہ ہو تو وہ شخص قاضی کو سلطان کے پاس لیجا سکتا ہے اور اگر خود سلطان پر اوسکا شفعہ ہو اور قاضی سلطان کو حاضر نکر سکا تو شفیع اپنے شفعہ پر قائم رہیگا کیونکہ وہ طلب نکرنے مین معذور ہے۔

(٧١) رجل اشترى لابنه الصغير دارا والاب شفيعها كان للاب ان ياخذها بالشفعة لان الاب لو اشترى مال ولده الصغير لنفسه جاز واذا اراد ان ياخذ ويطلب يقول اشتريت واخذت بالشفعة فتصير الدار له ولا يحتاج الى القضاء ولو كان مكان الاب وصي فالجواب فيه كالجواب في شراء الوصي مال اليتيم لنفسه على قول من يملك ذلك يكون الوصي بمنزلة الاب وعلى قول من لا يملك ذلك فله الشفعة ايضا لكن يقول اشتريت وطلبت الشفعة ثم يرفع الامر الى القاضي حتى ينصب القاضي

(٧١) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے ایک مکان خریدا اور خود باپ اوسمین شفیع ہے تو یہ باپ اوس مکانکو بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے اسواسطے کہ باپ اگر اپنے نابالغ لڑکے کا مال خود خریدے تو جائز ہے اور جب اوسکو لینا اور طلب کرنا منظور ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ مین نے اوس مکان کو خرید لیا اور شفعہ سے لے لیا صرف یہ کہنے سے یہ مکان اوسکا ہو جائیگا اور قاضی کے کہنے کی ضرورت نہو گی اور اگر باپ کی جگہ باپ کا وصی ہو تو اوسکا حکم وصی کے مانند ہے کہ وصی یتیم کے مال کو اپنے لیے خریدے جن لوگونکے نزدیک اوسکو یہ اختیار ہے اونکے نزدیک وصی بمنزلہ باپ کے ہے اور جنکے نزدیک یہ اختیار نہین ہے اونکے نزدیک بھی وصی کو شفعہ ہے مگر اوسکو یہ کہنا چاہیے کہ مین نے یہ مکان خرید لیا اور شفعہ طلب کر لیا ہے اس امر کو قاضی کے روبرو پیش کرنا چاہیے تاکہ قاضی نابالغ کی طرف سے ایک متولی مقرر کرے

وصيا عن الصبي فياخذ الوصي منه بالشفعة ويسلم الوصي الثمن الى القيم ثم بعد ذلك يسلم القيم الى الوصي

جس سے یہ وصی شفعہ کا مطالبہ کرے اور اوس متولے کو ثمن ادا کرے بعد ازان یہ متولے ثمن کو اس وصی کی سپردگی مین دے۔

(۷۲) الشفيع بالجوار اذا باع الدار التي يستحق بها الشفعة الا شقصا منها لا تبطل شفعته لان ما بقي يكفي للشفعة ابتداء فيكفي لبقائها۔

(۷۲) اگر شفیع بالجوار نے ایک مکان جسکے ذریعہ سے شفعہ کا مستحق ہو فروخت کیا مگر اوسکا ایک حصہ رہنے دیا تو شفعہ باطل نہو گا کیونکہ وہ ایک حصہ خود ابتداءً شفعہ کے لیے کافی ہو پس اوسکے بقا کے لیے بھی کافی ہوگا۔

(۷۳) الشفيع اذا باع الشفعة بعد ما وجبت له الشفعة لانسان او وهبها لا تبطل شفعته لان حق الشفعة لا يحتمل التمليك بلفظ الهبة والبيع لانها لم تصادف محلها۔

(۷۳) اگر شفیع نے شفعہ ثابت ہو جانے کے بعد حق شفعہ کسی کے لیے بیع یا ہبہ کر دیا تو شفعہ باطل نہو گا اس لیے کہ ہبہ اور بیع کے لفظ سے حق شفعہ مین احتمال تملیک کا نہین ہے کیونکہ شفعہ ہنوز ناتمام ہے۔

\+ + + + + + + + + +

(۷۴) الشفيع اذا ادعى رقبة الدار المشفوعة انها له لا بالشفعة تبطل شفعته وان طلب الشفعة ثم ادعى رقبة الدار المشفوعة انها له لا يسمع دعواه لان طلب الشفعة اولا اقرار منه بعدم الملك فلا يسمع دعواه ولو تصرف المشتري في الارض المشفوعة قبل ان ياخذها الشفيع بان وهبها من انسان وسلم او تصدق بها او اجرها او جعلها مسجدا او صلى فيها او جعلها مقبرة ودفن فيها او وقفها وقفا مستقلا لا تبطل

(۷۴) اگر شفیع نے دعوی کیا کہ یہ مکان مشفوعہ ذاتی میرا مکان ہو شفعہ کے ذریعہ سے نہین ہے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفعہ طلب کرنے کے بعد مکان مشفوعہ مین ملکیت کا دعوی کیا تو یہ دعوی مسموع نہو گا اسلیے کہ اولاً شفعہ کا طلب کرنا گویا اس بات کا اقرار کرنا ہو کہ یہ مکان میری ملک نہین ہو لہذا اوسکا دعوی غیر مسموع ہوگا اور اگر مشتری نے شفیع کے لینے سے پیشتر زمین مشفوعہ مین کسی قسم کا تصرف کیا یعنے اوسکو ہبہ کر کے قبضہ کرا دیا یا صدقہ کر دیا یا کرایہ پر اوٹھا دیا یا اوسکو مسجد قرار دیکر نماز پڑھنی شروع کر دی یا مقبرہ بنا کر دفن کرنا شروع کر دیا یا ہمیشہ کے لیے اوسکو وقف کر دیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہو گا بلکہ اوسکو مشتری کے ان تصرفات کے باطل کرنے کا اختیار

شفعة الشفيع وله ان ينقض تصرف المشتري وان باعها المشتري من غيره كان الشفيع بالخيار ان شاء اخذها بالبيع الاول وان شاء اخذها بالبيع الثاني ولو غرس المشتري فيها كرما او شجرا او بنى فيها بناء او غرس رطبة كان للشفيع ان يقلع ويأخذ الارض بالشفعة وان زرع المشتري فيها زرعا في القياس له ان يقلع ويأخذ الارض بالشفعة كما في الشجر وفي الاستحسان يتوقف الى ان يستحصد الزرع ثم يأخذ بالشفعة۔

ہوگا اور اگر اس مشتری نے دوسرے شخص کے ہاتھ زمین مشفوعہ کو اس عرصہ میں بیع کردیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ خواہ بیع اول سے اوس زمین کو لے لے خواہ بیع ثانی سے اور اگر مشتری نے اوس زمین میں انگور کی ٹٹیاں یا اور قسم کے درخت لگائے یا ایک مکان بنالیا یا ترکاری وغیرہ اوس زمین بو دی تو شفیع کو اون سبکے اوکھاڑنے کا اختیار ہوگا اور زمین کو شفعہ سے لے سکیگا اور اگر مشتری نے صورت مذکورۂ بالا میں کھیت بو دیا تو قیاس کا مقتضے یہی ہے کہ شفیع کو اوس کے اوکھاڑ ڈالنے اور بذریعہ شفعہ کے زمین کو لینے کا اختیار دیا جاوے جسطرح بڑے درختوں کے اکھاڑ ڈالنے کا اوس کو اختیار ہے مگر استحسانا کھیت کے کاٹنے تک توقف کیا جائے گا بعد ازاں شفعہ سے اوس زمین کو لے سکیگا۔

(۷۵) ولو اشترى الرجل دارا وزخرفها بالنقوش بشيء كثير كان للشفيع الخيار ان شاء اخذ واعطى ما زاد وان شاء ترك

(۷۵) اگر ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور بہت کچھ لاگت لگا کر نقش ونگار سے اوسکو آراستہ کیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ خواہ اوس مکان کو زر ثمن کے ساتھ اسقدر لاگت بھی دیکر مکان کو لے لے خواہ ترک کردے۔

(۷۶) وان حط البائع شيئا من الثمن كان للشفيع ان يأخذ بما وراء المحطوط ولو زاد المشتري للبائع في الثمن كان للشفيع ان يأخذها بدون الزيادة۔

(۷۶) اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری سے کچھ قیمت کم کردی تو شفیع کو بھی اختیار ہوگا کہ اوس کم قیمت سے مکان کو لے لے اور اگر مشتری نے بائع کے لیے کچھ قیمت اضافہ کردی تو شفیع بدون اس زیادتی کے اوس مکان کے لینے کا اختیار ہوگا۔

(۷۷) ولو تقايل البائع والمشتري لا تبطل الشفعة وكذلك لو انفسخ البيع بينهما بخيار شرط او رؤية

(۷۷) اگر بائع اور مشتری نے باہم رضامندی سے بیع کو واپس کردیا تو شفعہ باطل نہوگا اسیطرح اگر خیار شرط یا خیار رویت یا عیب کی وجہ سے قبضہ کرنے کے بعد

او الرد بالعيب بعد القبض بقضاء القاضي ولو كانت الشفعة بالجوار فباع الشفيع داره التي يستحق بها الشفعة بطلت شفعته۔

بحکم قاضی بیع فسخ ہو جائے تو بھی شفعہ معین باطل ہو گا اور اگر شفیع بالجوار اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے وہ شفیع ہے بیع کر دے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(۷۸) ولو اجر الرجل دارا مدة معلومة ثم باعها قبل مضي المدة والمستاجر شفيعها قال ابو نصر رح يجوز البيع بين البائع والمشتري ولا يقدر البائع على تسليم الدار الا برضا المستاجر واجازته فان طلب المستاجر الشفعة كان طلبه اجازة للبيع فيبطل الاجارة وله الشفعة هو بخلاف ما اذا باع الدار وضمن الشفيع الدرك للمشتري او ضمن الثمن للبائع فانه لا يكون له الشفعة لان ثمه تعلق جواز البيع بضمانه فصار الشفيع بمنزلة البائع فلا يكون له الشفعة اما ههنا بيع المستاجر جائز قبل اجازة المستاجر فلا تبطل شفعته باجازته۔

(۷۸) اگر ایک شخص نے ایک مدت معلوم تک اپنا مکان کرایہ پر دیا بعد ازان مدت تمام ہونے کے پہلے اوسکو فروخت کر دیا اور یہی کرایہ دار اوسکا شفیع تھا تو ابو نصر رح کا قول ہے کہ یہ بیع بائع اور مشتری مین صحیح ہو جائیگی مگر کرایہ دار کی رضامندی اور اجازت کے بغیر مشتری کے قبضہ مین اوس مکان کو بائع نہ دے سکیگا اور اگر کرایہ دار نے شفعہ طلب کیا تو اوس کا طلب کرنا بیع کی اجازت دینا سمجھا جائیگا اور اجارہ باطل ہو جائیگا اور اوسکا شفعہ ثابت ہو جائیگا بخلاف اوس صورت کے کہ ایک شخص مکان کو فروخت کرے اور شفیع مشتری کیلیے آئندہ کے لیے خرابی پیدا ہونے کا ضامن ہو جاوے یا بائع کے لیے ثمن کا ضامن ہو جاوے کہ یہان اوسکا شفعہ قائم نرہیگا اسلیے کہ اس مقام پر بیع کا جواز شفیع کے ضامن ہونے پر موقوف ہے پس وہ بمنزلہ بائع کے ہے لہذا اوسکا شفعہ نہوگا مگر اوس جگہ کرایہ دار کے بغیر اجازت کے مکان کی بیع صحیح ہے لہذا اجازت دینے سے اوسکا شفعہ باطل نہوگا

(۷۹) واذا طلب الشفيع طلب المواثبة والاشهاد وابى المشتري ان يسلم اليه الدار فانه يرفع الامر الى القاضي ويطلب منه التمليك ولا يملكها الشفيع الا بقضاء

(۷۹) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر مشتری نے شفیع کو مکان کے دینے سے انکار کیا تو اوسکو چاہیے اپنا معاملہ قاضی تک پہونچا دے اور اوس سے طلب تملیک کرے اور بغیر حکم قاضی کے شفیع اوس مکان کا مالک نہو گا۔

اورضاء حتى لوبيعت دار اخرى بجنب الدار المشفوعة ثم قضى القاضى للشفيع بالشفعة ثم دفعها اليه لايكون لهذا الشفيع ان ياخذ الدار الثانية بالشفعة لان الشفيع لم يكن جار الدار الثانية قبل قضاء القاضى وكذا لوجعل الشفيع داره التى يستحق بها الشفعة مسجدا او وقفها وقفا مستقلا اوجعلها مقبرة ثم قضى له بالشفعة فانه لايكون شفيعا للدار الثانية لان قيام الملك له فيما يستحق به الشفعة شرط وقت القضاء والمسجد والوقف المستقل بمنزلة الزائل عن ملكه۔

اور اگر قاضی حکم نہ دے تو باہمی رضامندی کا ہونا چاہیے حتی کہ اگر مکان مشفوعہ سے ملا ہوا کوئی اور مکان فروخت ہوا اور پھر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیکر وہ مکان مشفوعہ شفیع کو دلادیا تو شفیع اس دوسرے مکان فروخت شدہ کو شفعہ سے نہ لیگا اسلیے کہ قبل از حکم قاضی یہ شفیع اوس دوسرے مکان فروخت شدہ کا ہمسایہ نہین ہے اسیطرح اگر شفیع نے اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کا مستحق ہے مسجد بنادیا یا ہمیشہ کے لیے وقف کر دیا یا اوسکو مقبرہ کر دیا بعدہٗ قاضی نے اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیا تو یہ شفیع دوسرے مکان مین شفیع نہو گا اسلیے کہ حکم قاضی کیوقت یہ بات شرط ہے کہ جسکے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا مستحق ہے اوسوقت وہ مکان شفیع کے ملک مین قائم ہو اور مسجد اور وقف دائمی کرنے سے گویا وہ مکان اوسکے ملک سے خارج ہو گیا۔

(۸۰) ولوان الشفيع بعد طلب المواثبة والاشهاد لم يرفع الامر الى القاضى ان لم يتمكن من الرفع بمرض اوحبس اومنع مانع ولم يجد من يوكل بالخصومة لاتبطل شفعته وان لم يكن يرفع مع التمكن من المرافعة ذكر فى الكتاب انه على شفعته ابدا وان طال الزمان قالوا هذا قول ابىحنيفة رح واختلفت الروايات عن محمد رح فى رواية اذا مضى شهر

(۸۰) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر شفیع نے اپنا معاملہ قاضی تک نہ پہونچایا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر بوجہ مرض یا قید کے نہ پہونچا سکا یا کوئی مانع پیش آگیا جسکے وجہ سے شفیع کو پیروی کے لئے کوئی وکیل میسر نہوا تو اوسکا شفعہ باطل نہو گا اور اگر باوجود قدرت کے اوسنے ایسا کیا تو کتاب مین مذکور ہے کہ وہ شخص ہمیشہ اپنے شفعہ پر قائم رہیگا اگرچہ زمانہ دراز گذرجائے فقہا کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کا مذہب یہی ہے اور امام محمد رح سے اس مسئلہ مین روایات مختلف ہین ایک روایت یہ ہے کہ اگر باوجود قدرت کے ایک مہینہ تک

ولم يرفع معه التمكن بطلت شفعته وفي رواية اذا مضى شهر وثلثة ايام وفي رواية اذا مضت ثلثة ايام ولم يرفع بطلت شفعته واختلفت الروايات فيه عن ابي يوسف رح ايضا والفتوى على انه مقدر بالشهر۔

اپنا معاملہ قاضی کے سامنے پیش نکرے واوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایک روایت مین ایک مہینا تین روز اور ایک روایت میں ہے کہ اگر تین روز بھی گذر جائین اور قاضی کیطرف چارہ جوئی اپنے معاملے کی نکرے توشفعہ باطل ہو جائیگا اور امام ابو یوسف سے بھی اسمین روایات مختلف ہین اور فتوی یہ ہے کہ ایک مہینہ تک چارہ جوئی نکرے گا توشفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۸) واذا رفع الامر الى القاضي فان القاضي لا يسمع دعواه الا بحضرة الخصم فان كانت الدار في يد البائع يشترط سماع الدعوى حضرة البائع والمشتري لان الشفيع يطلب القضاء بالملك واليد جميعا والملك للمشتري واليد للبائع فيشترط حضرتهما وان كانت الدار في يد المشتري كفاه حضرة المشتري فان احضر الخصم وجاء اوان الدعوى يقول ان هذا اشترى دارا بكذا وانا شفيعها ويقول له القاضي اين الدار التي تريد شفعتها بين لي موضعها وحدودها لان القاضي لا يتمكن من القضاء الا بمعلوم والدار اذا لم تكن بحضرتهما لا تصير معلومة الا ببيان الحدود فاذا بين الحدود يقول له القاضي باي سبب

(۱۸) جسوقت شفیع قاضی کے پاس اپنا مقدمہ لیجاے توجب تک اوسکا مدعا علیہ حاضر نہو گا قاضی اوسکے دعوے کی سماعت نکرے گا اور اگر مکان ہنوز بایع کے قبضہ مین ہے تو دعوے کی سماعت کے لیے دونون بایع اور مشتری کا حاضر ہونا ضروری ہے اس لیے کہ شفیع قاضی سے ملک اور نیز قبضہ کا حکم چاہتا ہے اور صورت مذکورہ مین ملک مشتری کی ہے اور قبضہ بائع کا ہے لہذا دونون کا حاضر ہونا شرط ہے اور اگر مکان مشتری کے قبضہ مین آگیا ہے تو صرف مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے اور جسوقت مدعی مدعا علیہ دونون حاضر ہو جائین اور دعوی کرنے کا وقت آئے تو مدعی یعنے شفیع کو مدعا علیہ کیطرف اشارہ کرکے قاضی کے روبرو یہ کہنا چاہیے کہ اسنے ایک مکان اسقدر قیمت سے خریدا ہو اور مین اوسمین شفیع ہون اور قاضی کو یہ کہنا چاہیے کہ جس مکان مین تو شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوسکا پتا و نشان اور اوسکے حدود مجھسے بیان کر اسلیے کہ قاضی مجہول چیز پر حکم نہین دے سکتا اور مکان جسوقت کہ قاضی کے سامنے موجود نہین ہو بغیر بیان حدود کے اوسکو معلوم

تطلب الشفعة لان اسباب الشفعة مختلفة بعضها مقدم علی البعض فلابد من بیان السبب۔

نہین ہو سکتا جب یہ شفیع مکان کے حدود وغیرہ بیان کرے تو قاضی کو اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ کس سبب سے شفعہ کا دعوی کرتا ہو اس لیے کہ شفعہ کے اسباب مختلف ہوتے ہین اور بعض بعض پر مقدم ہوتے ہین لہذا سبب کا بیان کرنا شفیع کو ضروری ہے

فصل فی ترتیب الشفعاء

ترتیب شفعہ کا بیان

(۸۲) قال فی الکتاب الخلیط وهو الشریک فی نفس البقعة احق من الشریک اراد بالشریک هو الشریک فی حقوق الدار والشریک احق من الجار والجار احق من غیره وصورة هذا الترتیب منزل بین رجلین فی دار مشترکة بین احد هذین الرجلین وبین رجل اخر سواها وهذه الدار فی سکة غیر نافذة و علی ظهر هذا المنزل دار لرجل اخر باب تلک الدار فی سکة اخری فباع احد الشریکین المنزل فی الدار نصیبه من المنزل کان الشریک فی المنزل اولی بالشفعة من غیره لانه شریک فی نفس البقعة المبیعة فان سلم هو الشفعة کان الشریک فی الدار اولی بالشفعة من الشرکاء فی السکة لانه شریک فی الطریق الخاص وهو الطریق فی الدار فان سلم هو فاهل السکة احق بالشفعة

(۸۲) کتاب مین بیان کیا ہے کہ خلیط یعنے نفس مکان مین شریک اوس شریک سے مقدم ہو جو دوسرے شریک ہے وہ شخص مراد لیا ہے جو مکان کے حقوق مین شریک ہو اور شریک جار پر مقدم ہے اور جار اور لوگون پر مقدم ہے اور اس ترتیب کی صورت یہ ہے کہ مثلا ایک کمرے مین زید اور عمرو شریک ہین اور وہ کمرہ ایک ایسے مکان مین واقع ہوا ہے جسمین عمرو اور خالد شریک ہین اور یہ مکان کوچہ سربستہ مین واقع ہے اور اوس کمرہ کی پشت پر کسی اور شخص کا مکان ہے جس کا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے اس صورت مین زید نے اپنا حصہ جو اوس کمرہ مین ہے فروخت کیا تو سب شفیعون پر عمرو کو تقدم ہوگا اس لیے کہ وہ خاص اوس کمرہ مین شریک ہے اور جسوقت کہ عمرو اپنے شفعہ کو ترک کردے گا تو خالد کو اور شفیعون پر تقدم ہوگا کیونکہ وہ طریق خاص مین شریک ہے یعنے اوس راستہ مین جو اوس کے مکان مین پایا جاتا ہے اگر یہ شخص شفعہ کو چھوڑ دے گا تو کوچے والون کو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ راستے مین شریک ہین اگر کوچے والے بھی شفعہ چھوڑ دین گے تو اوس وقت جار ملاصق

لانهم شركاء في الطريق فان سلم اهل السكة كانت الشفعة للجار الملاصق وهو الذي على ظهر المنزل۔

پیچھے اوس شخص کو شفعہ ہوگا جسکا مکان اس کمرہ کی پشت پر واقع ہے۔

\+ + + + + + + + + + +

(۸۳) ولا شفعة في الوقف لا للقيم ولا للموقوف عليه۔

(۸۳) اگر وقف کے مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہو تو اوسمین شفعہ نہیں ہے نہ وقف کے متولی کو نہ اوس شخص کو جسکے لیے وہ مکان وقف کیا گیا ہے۔

(۸۴) ولا شفعة في بيع الكردار وهي التي تكون في الارض على نهر الموالي لان الكردار نقلي ولا شفعة في المنقولات۔

(۸۴) سلطان کی زمین جو کاشت کے لیے لوگونکو دی گئی ہو اور کاشتکارون نے مکانات وغیرہ بنالیے ہین اگر یہ مکانات وغیرہ فروخت کیے جائین تو اوسمین شفعہ نہین ہے اس لیے کہ وہ منقول ہین اور منقولات مین شفعہ نہین ہوتا۔

(۸۵) ولا شفعة في الاراضي التي حازها الامام لبيت المال وكذا الاراضي الميان ديهية وهي التي يزرعها الاكرة لا يجوز بيعها۔

(۸۵) جن اراضیات کو سلطان نے بیت المال کے لیے رکھا ہو اونمین بسبب عدم جواز بیع کے شفعہ نہین ہو سکتا اور اسیطرح میان دیہی اراضیات مین شفعہ نہین ہو سکتا کیونکہ اونکی بیع جائز نہین ہے۔

(۸۶) ولا شفعة فيما كبس المزارع منها التراب۔

(۸۶) کاشتکار نے سلطان کی زمین مین جو بھراؤ ڈالا ہے اوسمین شفعہ نہین ہوتا۔

(۸۷) ويجوز بيع الكردار اذا كان معلوما ولا شفعة فيها لما قلنا۔

(۸۷) عملے کی بیع درست ہے بشرطیکہ مجہول نہو مگر اوس مین شفعہ نہین ہے اس واسطے کہ وہ منقول ہے۔

(۸۸) رجل اوصى بغلة داره لرجل وبرقبتها للاخر فبيعت دار بجنب هذه الدار كانت الشفعة للموصى له بالرقبة۔

(۸۸) ایک شخص نے اپنے ایک مکان کے بابت یہ وصیت کی کہ اسکے آمدنی زید کو دیجائے اور خود یہ مکان عمرو کو دیا جائے پھر اس مکان کے پہلو مین کسی کا مکان فروخت ہوا تو عمرو کو اوسمین حق شفعہ ہوگا زید کو نہو گا۔

(۸۹) رجل اخذ ارضا مزارعة وزرع فيها فلما صار الزرع بقلا اشترى المزارع الارض مع نصيب

(۸۹) ایک شخص نے کسی سے کاشت پر ایک زمین لی اور اوسمین کھیت بویا جب یہ کھیت جم نکلا تو کاشتکار نے اس زمین کو مع اوس حصے کے جو زمیندار کا اوس کھیتی مین

کے

رب الارض من الزرع ثم جاء الشفيع فله الشفعة في الارض وفي نصف الزرع الا انه لا ياخذ بالشفعة حتى يدرك الزرع لان نصف الارض مشغول بنصيب المزارع

تھا خرید لیا بعد ازان شفیع اگر موجود ہوا تو اس زمین مین اور زمیندار کے حصے مین اوس کا شفعہ ہے مگر جب تک کھیتی پک کر تیار نہو جائیگی شفیع اوس کو نہ لے سکیگا اسواسطے کہ نصف زمین کاشتکار کے حصے مین رکی ہوئی ہے

(٩٠) دار فيها ثلث بيوت بيت في اول الدار ثم البيت الثاني بجنب هذا البيت ثم البيت الثالث بجنب الثاني كل بيت لرجل واحد باع واحد منهم بيته ان كان طريق البيوت في الدار كانت الشفعة للباقين بحكم الشركة في الطريق وان كان ابواب البيوت في سكة واحدة نافذة لا في الدار فان بيع البيت الاوسط فالشفعة لصاحب الاعلى والاسفل هما سواء لانهما جاران متلازقان احدهما على اليمين والاخر على اليسار وان بيع البيت الاعلى كانت الشفعة لصاحب الاوسط لا غير لانه جار وان بيع البيت الاسفل كانت الشفعة لصاحب الاوسط لانه جار ملازق۔

(٩٠) ایک احاطہ مین تین مکان ہین جنمین سے ایک مکان احاطہ کے شروع مین اور دوسرا اس مکان کے پہلو مین اور تیسرا مکان اس دوسرے مکان کے پہلو مین واقع ہے اور یہ تینون مکان تین شخصون کے ہین جنمین سے ایک شخص نے اپنا مکان فروخت کیا تو ان مکانات کو دیکھا جائیگا اگر انکا راستہ اسی احاطہ مین ہے تب تو شرکت راستے کے سبب سے دو باقی مکان والونکا شفعہ ہوگا اور اگر ان مکانات کے دروازے احاطہ مین نہین ہین بلکہ ایک کوچہ مین نکلتے ہین جو سربستہ نہین ہے اگر ان تینون مکانات مین سے درمیان کا مکان فروخت ہوا تو داہنے اور بائین والے کو برابر حق شفعہ ہوگا کیونکہ وہ دونون جار ملازق ہین ایک اس طرف سے ایک اوس طرف سے اور اگر آخیر کا مکان فروخت ہوا تو صرف درمیان والیکو شفعہ ہوگا کیونکہ جار وہی ہے اور اگر شروع کا مکان فروخت ہوا تو فقط درمیان والے کو شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہی اوس کا جار متصل ہے۔

(٩١) سكة غير نافذة فيها سكة اخرى غير نافذة بيعت في السكة

(٩١) ایک کوچہ سربستہ مین دوسرا کوچہ سربستہ واقع ہے اور اس پہلے کوچہ مین ایک مکان فروخت ہوا تو صرف

السفلی دار کانت الشفعة لاهل السکة
السفلی لان لهم شرکة فی الطریق
الخاص وهی السکة السفلی ولو بیعت
فی السکة العلیا دار کانت الشفعة
لاصحاب السکتین جمیعا لاستوائهم
فی الشرکة فی الطریق۔

(۹۲) وکذلک نهر خاص شق منه
نهر اخر فبیع ارض علی النهر
الصغری کانت الشفعة لاصحاب
النهر الصغری ولو بیع ارض علی
النهر الاول کانت الشفعة لاصحاب
النهرین جمیعا۔

(۹۳) دار بیعت ولها بابان فی سکتین
فان کانت هذه الدار فی القدیم
دارین باب احدهما فی سکة
غیر نافذة وباب الاخری فی
السکة الاخری مثلها فاشتراها
رجل ورفع الحائط بین الدارین
حتی صارتا دارا واحدة فلاهل
کل سکة ان یاخذ الجانب الذی
کان بابه فی تلک السکة وان کانت
هذه الدار المبیعة فی الاصل
واحدة ولها بابان کانت الشفعة
لاهل السکتین فی جمیع الدار
بالسویة انما یعتبر فی هذه القدیم

اسی کوچہ والونکو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ سب اس کوچہ
کے طریق خاص مین شریک ہین اور اگر دوسرے کوچہ مین
مکان فروخت ہوا تو دونون کوچہ والونکو حق شفعہ ہوگا
اس لیے کہ دونون کوچہ والون کو راستہ مین برابر
شرکت ہے۔

* * * * * * * * * * *

(۹۲) اسیطرح اگر ایک نہر خاص مین سے دوسری ایک
چھوٹی نہر نکالی گئی ہے اور اس چھوٹی نہر پر کوئی زمین فروخت
ہوئی تو اوسی نہر والون کو شفعہ ہوگا بڑی نہر والونکو
نہوگا اور اگر بڑی نہر پر ایک زمین فروخت
ہوئی تو دونون نہر والون کو حق شفعہ
ہوگا۔

(۹۳) ایک مکان فروخت ہوا جسکے دو دروازے ہین
اور ہر ایک دروازہ دوسرے کوچہ کیطرف ہے تو دیکھا جائیگا
کہ اگر یہ مکان ہمیشہ سے دو مکان تھے جنمین سے ایک کا
دروازہ ایک کوچہ سربستہ مین اور دوسرے کا دروازہ دوسرے
کوچہ سربستہ مین واقع تھا اور اب کسی شخص نے
اوسکو خرید کر دونون مکان کے درمیان کی دیوار گرا کر
اوسکو ایک مکان کر لیا ہے تو ہر کوچہ والیکو اسبات کا
استحقاق ہوگا کہ مکان کے جس جانب کو دروازہ اس
کوچہ مین ہے صرف اوسی جانب کو یہ کوچہ والا بذریعہ
شفعہ کے لیلے اور اگر یہ مکان فروخت شدہ اصل مین
ایک مکان تھا جسکے دو دروازے تھے تو دونون کوچہ
والونکو پورے مکان مین برابر حق شفعہ ہوگا بہرحال مکان کی
اصل حالت کا لحاظ کیا جائیگا حالت موجودہ کا

دون الحادث۔

لحاظ نکیا جائیگا۔

٩٤، وكذلك سكة غير نافذة رفع حائطها الى الطريق الاعظم حتى صارت نافذة بيع فيها دار كانت الشفعة لاهل السكة بالسوية لان هذه السكة وان جعلت نافذة لم تكن نافذة في القديم ولهم ان يسدوا الطريق وكذلك حين رفع الحائط لو قالوا جعلناها طريقا له وللعامة لان لهم ان يسدوا ويجعلوها كما كانت۔

٩٤، اسیطرح اگر کوچہ سربستہ کی دیوار جو شارع عام کیطرف تھی گرا دیگئی اور اب وہ سربستہ نرہا اگر اس کوچہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو ان کوچہ والون کو برابر حق شفعہ ہوگا اسواسطے کہ یہ کوچہ اگرچہ اسوقت مین سربستہ نہین ہو مگر قدیم سے وہ سربستہ تھا اور اب بہی اونکو راستہ بند کرنے کا اختیار ہے اسیطرح اگر دیوار گرجانیکے بعد کوچہ والے یہ بات کہدین کہ ہم نے اوس کو شارع عام کر دیا اوسوقت بہی اونکو برابر حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ پہر اوس کوچہ کو بند کر سکتے ہین۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

٩٥، سكة في اقصاها دار طريق هذه الدار في سكة نافذة بيع هذه الدار فان كان طريق الدار طريقا للعامة وليس لاهل السكة ان يمنعوهم فلا شفعة لاهل السكة انما الشفعة تكون لجار الدار وان كان طريق هذه الدار خاصة ولاهل السكة ان يمنعوا العامة عن الدخول في سكتهم كانت الشفعة لاهل السكة وكذلك سائر السكك ان كانت في الخطة النافذة لا شفعة لهم فان احدثوا النفاذ فلهم الشفعة۔

٩٥، ایک کوچہ کے انتہا پر ایک مکان واقع ہے جسکا راستہ غیر سربستہ کوچہ مین ہو اب یہ مکان فروخت ہوا پس اگر اس مکان کے راستہ کو تمام لوگ آتے جاتے ہین اور کوچہ والونکو لوگونکے منع کرنیکا اختیار نہین ہو تو ان کوچہ والون کو شفعہ نہین ہو بلکہ صرف ہمسایہ کو شفعہ ہو اور اگر اوس مکان کا راستہ خاص ہو اور کوچہ والونکو بہی یہ اختیار حاصل ہو کہ لوگونکو اپنے کوچہ مین نہ آنے دین تو اُسوقت مین ان کوچہ والونکو شفعہ ہوگا اسیطرح تمام کوچون کا حال ہے کہ جو کوچہ شاہی سڑک مین ہے تب تو اونکا شفعہ نہین ہے اور جس کوچہ سربستہ مین لوگون نے راستہ نکال لیا ہے اوسمین اونکا شفعہ ہو۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

۹۶، سکة غیر نافذة اقصاها مسجد وطرف من اطراف المسجد الی الطریق الاعظم فهی سکة نافذة وان کانت جوانب المسجد کلها بیوت الناس کانت الشفعة لاهل السکة وهذا اذا کان المسجد خطة فان لم یکن خطة وانما احدثه اهل السکة وجبت لهم الشفعة وکذلك حکم السکك التی فی اقصاها الوادی بجادا فهی سکة نافذة لانهم یخرجون الی الوادی والوادی بمنزلة الطریق۔

۹۶، ایک کوچہ سربستہ کی انتہا پر مسجد بنی ہوئی ہے اور مسجد کے ایک طرف شارع عام کی جانب ہو تو وہ کوچہ سربستہ نہ سمجھا جائیگا اور اگر مسجد کے تمام جوانب میں لوگونکے گھر ہین تو کوچہ والونکو شفعہ ہوگا مگر یہ اوسوقت ہے کہ وہ مسجد شاہی ہو اور اگر شاہی مسجد نہین ہے بلکہ کوچہ والون نے بنالی ہے تو اونکا شفعہ ثابت ہوگا اسیطرح بخارا کے اون کوچون کا حکم ہے جو جنگل کیطرف نکلتے ہین کہ وہ جنگل بمنزلہ سڑک کے سمجھا جائے گا اور یہ کوچے سربستہ نہین ہین۔

+ + + + + + + + + + +

۹۷، علو لرجل وسفل لآخر وطریق العلو فی السکة العلیا لا فی السفلی باع صاحب السفل سفله کان لصاحب العلو ان یاخذ السفل بالشفعة لان السفل متصل بالعلو فکانا جارین ولو انه طلب الشفعة فانهدم العلو قبل ان یاخذ او کان العلو منهدما حین بیع السفل کان لصاحب العلو ان یاخذ السفل بالشفعة فی قول محمد رح لان له حق التعلی علی العلو فیاخذ بذلك وقال ابو یوسف رح اذا انهدم العلو لا شفعة له۔

۹۷، ایک دو منزلہ مکان ہے جسمین سے نیچے کا درجہ ایک شخص کا اور اوپر کا درجہ دوسرے شخص کا ہے اور اوپر والے کا راستہ نیچے کے مکان مین نہین ہو بلکہ شارع عام کیطرف ہو اگر اس صورت مین نیچے والا اپنا مکان فروخت کرے تو اوپر والے کا اوسمین شفعہ ہو اسلیے کہ نیچے کے درجہ کو اوپر کے درجہ سے اتصال ہو لہذا انمین سے ہر ایک دوسرے کا جار ہو اور اگر اوپر والے نے شفعہ کا دعوی کیا مگر ہنوز نیچے کا مکان بذریعہ شفعہ کے اوسکو نملا تھا کہ اوپر کا مکان گر پڑا یا جسوقت نیچے کا مکان فروخت ہوا ہی اوسوقت اوپر کا مکان گرا ہوا تھا امام محمد رح کے نزدیک اس صورتین بھی نیچے کے مکانکو شفعہ سے لیسکتا ہو اس لیے کہ اوسکو اوپر بنانیکا حق بھی حاصل ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر اوپر کا مکان گر جائے تو پھر اوسکو شفعہ نہین ہوتا۔

(۹۸) وصاحب السفل بشفعة العلو احق من الجار فی قول ابیحنیفة رح اذا لم یکن للجار شرکة فی الطریق۔

(۹۸) امام صاحب کے نزدیک نیچے والا اوپر والے کے شفعہ مین جار پر مقدم ہے بشرطیکہ جار کو راستہ مین شرکت نہو۔

(۹۹) والشرکة بالخشبة التی تکون علی حائط الغیر وله حق وضع الخشبة لاغیر یکون جارا ولا یکون شریکا۔

(۹۹) اگر ایک شخص کی کڑی دوسرے کی دیوار پر رکھی ہوئی ہو اور اوس دیوار مین بجز اسبات کے کہ وہ کڑی کو رکھے کوئی اوسکا حق نہین ہو تو یہ شخص جار ہوگا شریک نہوگا۔

(۱۰۰) سکة مستطیلة غیر نافذة ینشعب منها زائغة مستطیلة غیر نافذة بیعت دار من الزائغة کانت الشفعة لاهل الزائغة لشرکتهم فی طریق خاص۔

(۱۰۰) اگر ایک دراز کوچہ سربستہ ہو جس مین ایک دراز خم سربستہ نکلتا ہے اوس خم مین اگر کوئی مکان فروخت ہو تو صرف خم والون کو شفعہ ہوگا کیونکہ وہ طریق خاص مین شریک ہین۔

(۱۰۱) وان بیعت دار من السکة العلیا کانت الشفعة لاهل السکة والزائغة جمیعا لاستوائهم فی المرور فی السکة العلیا۔

(۱۰۱) اگر صورت مذکورہ بالا مین اوس کوچہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو سب لوگون کو اوسمین شفعہ ہوگا کوچہ والون کو بھی اور خم والون کو بھی اسواسطے کہ یہ سب لوگ اوس کوچہ کے اندر آمد و رفت کرنے مین برابر ہین۔

(۱۰۲) وکذلك نهر لقوم تنشعب منه ساقیة لقوم باع رجل من اهل الساقیة ارضا شربه من الساقیة کانت الشفعة لاهل الساقیة۔

(۱۰۲) اسیطرح اگرچہ لوگون کی ایک نہر ہو جسمین سے ایک چھوٹی نہر دوسرے لوگونکے لیے نکلی ہے اور چھوٹی نہر والون مین سے ایک شخص نے اپنا کھیت فروخت کیا جسکی آب پاشی چھوٹی نہر سے ہوتی ہو تو صرف چھوٹی نہر والون کو اوسمین شفعہ ہوگا۔

(۱۰۳) وان بیع ارض علی النهر الاول کانت الشفعة لاهل النهر والساقیة جمیعا۔

(۱۰۳) اگر صورت مذکورہ بالا مین بڑی نہر کی کوئی زمین فروخت ہوئی تو بڑی نہر والون کو اور نیز چھوٹی نہر والون کو شفعہ ہوگا۔

(۱۰۴) قراح فی وسطها ساقیة جاریة شرب القراح من الساقیة من

(۱۰۴) اگر ایک جاری نہر ہے اور اوسکے وسط مین ایک باغ واقع ہو جسکی آب پاشی دونون طرف سے اسی نہر سے ہوتی ہو

الجانبين فبيع القراح فجاء شفيعان لهذا القراح احدهما على يمين الساقية والآخر على شمال الساقية كانت الشفعة لهما جميعا لان الساقية من القراح وكانت من اجزاء القراح فكل واحد منهما يكون جارا للقراح

اب یہ باغ فروخت ہوا اور دو شخص اوسمین شفیع ہین ایک نہر کے داہنی طرف سے ایک بائین طرف سے تو اون دونونکا شفعہ ہوگا اسواسطے کہ یہ نہر باغ مین جاتی ہے اور باغ کا جز ہے لہذا اون دونون مین سے ہر شخص باغکا جار ہوگا۔

(١٠٥) رجل له دار فيها مقاصير باع منها مقصورة معينة او طائفة معلومة وللدار جار على جانب واحد منها كان لهذا الجار الشفعة وان لم يكن جارا لتلك المقصورة ولا لتلك الطائفة لان المبيع من جملة الدار فكان جار الدار جار المبيع ولو ان الشفيع سلم شفعته ثم ان المشتري باع تلك المقصورة لم يكن لجار الدار شفعة في المقصورة اذا لم يكن هو جارا لتلك المقصورة لان المقصورة بعد بيعها لم تبق من اجزاء الدار۔

(١٠٥) اگر ایک شخص کے احاطہ مین چند کوٹھریان ہین جنمین سے ایک خاص کوٹھری یا ایک خاص حصہ اوس نے فروخت کیا اور ایک شخص اوس احاطہ کا جار ہے تو اس جار کا شفعہ ہوگا اگرچہ وہ جار اوس کوٹھری یا اوس قطعہ کا جار نہو اسلیے کہ یہان پر مبیع اوس احاطہ کا جزء ہے پس جو شخص احاطہ کا جار ہے مبیع کا بھی جار ہے اور اگر شفیع نے اپنا شفعہ چھوڑ دیا پھر مشتری نے اوس کوٹھری وغیرہ کو فروخت کر ڈالا تو احاطہ کی جار کو اوس کوٹھری مین شفعہ نہوگا جبکہ وہ اوس کوٹھری کا جار نہو اس لیے کہ فروخت ہوجانے کے بعد وہ کوٹھری احاطہ مین شامل نہ رہی۔

(١٠٦) وكذلك الرجل اذا اشترى بيتا من دار والدار كلها لرجل واحد كان لجار الدار شفعة في البيت وان لم يكن هو جارا لذلك البيت فلو ان الشفيع سلم الشفعة ثم باع مشتري البيت ذلك البيت

(١٠٦) اسیطرح اگر ایک شخص کسی احاطہ مین سے ایک کوٹھری خریدے اور وہ احاطہ بالکل ایک شخص کی ملک ہو تو احاطہ کے جار کو اس کوٹھری مین شفعہ ہوگا اگرچہ وہ اس کوٹھری کا جار نہو اور اگر شفیع نے شفعہ چھوڑ دیا بعد ازان کوٹھری کے مشتری نے اوس کوٹھری کو فروخت کر ڈالا تو احاطہ کے جار کو اوس کوٹھری مین

لم يكن لجار الدار شفعة في البيت

شفعہ نہو گا۔

(١٠٧) ولو ان رجلا اشترى دارا في سكة غير نافذة ثم اشترى دارا اخرى في تلك السكة كان لاهل السكة ان ياخذ والدار الاولى بالشفعة لان المشترى لم يكن شفيعا وقت الشراء الاول ثم صار هو شفيعا مع اهل السكة في الدار لان المشترى وقت شراء الدار الثانية هو من اهل السكة وكذلك دار بين ثلثة نفر اشترى رجل نصيب احدهم فلجار الدار ان ياخذ الثلث الاول اذا لم ياخذ الشريكان ذلك الثلث ثم لا شفعة له في الثلثين الاخرين لان المشترى شريك في الدار وقت شراء الثلث الثاني والثالث فيكون هو مقدما على الجار۔

(١٠٧) اگر ایک شخص نے کوچہ سربستہ مین ایک مکان خریدا پھر اوسکے بعد دوسرا مکان اوسی کوچہ مین خریدا تو صرف پہلے مکان مین کوچہ والون کا شفعہ ہو گا اس لیے کہ جبوقت مشتری نے پہلا مکان خریدا ہو اوسوقت اوسکو کسی طرح اوس کوچہ مین شفعہ کا استحقاق نہ تہا مگر خریدتے وقت وہ مشتری بھی اور کوچہ والون کی طرح دوسرے مکان مین شفیع ہو گیا اسواسطے کہ جبوقت اوس نے دوسرا مکان خریدا ہے وہ بہی اوسوقت اوس کوچہ کا رہنے والا ہے۔ اسیطرح اگر ایک مکان مین تین شخص شریک ہین اور اب ایک اور شخص نے اون تینون مین سے ایک کا حصہ خریدلیا تو اوس مکان کے جار کو اس حصہ کے لینے کا اختیار ہے بشرطیکہ وہ دونون شریک اوسکو چھوڑ دین بعد ازان باقی دو حصون مین جار کا شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ مشتری نے جبوقت باقی حصون کو خریدا ہے اوسوقت وہ مشتری مکان مین شریک تھا لہذا جار پر اوس کو تقدم ہو گا۔

(١٠٨) ولو كانت لاربعة نفر فاشترى رجل نصيب الثلاثة واحدا بعد واحد والشريك الرابع غائب ثم حضر فله ان ياخذ نصيب الاول وهو في نصيب الاخرين شفيع مع المشترى۔

(١٠٨) اگر ایک مکان مین چار شخص شریک ہین اور کسی نے اون مین سے تین کا حصہ یکے بعد دیگرے خرید لیا اور چوتھا شریک وہان موجود نہ تہا بعد ازان وہ موجود ہوا تو اوسکو صرف پہلے شخص کے حصہ لینے کا اختیار ہے اور اخیر کے دو حصون کو نہین لے سکتا بلکہ مشتری کیطرح وہ بھی شفیع ہے۔

(١٠٩) ولو اشترى احد الاربعة

(١٠٩) اگر ایک مکان مین چار شخص شریک تھے جنمین سے

نصیب الاثنین واحداً بعد واحد ثم حضر الرابع کان شفیعاً مع المشتری فی النصیبین جمیعاً لان فی ھذہ الصورۃ کان المشتری شریکا وقت شراء النصیبین جمیعا

ایک شخص نے دو کا حصہ یکے بعد دیگرے خرید لیا اور چوتھا شریک حاضر نہ تھا بعد ازان وہ حاضر ہوا تو یہ چوتھا شریک خریدنے والے کے ساتھ دونون حصون مین شفیع ہو کیونکہ اس صورت مین خریدنے والا دونون حصون کے خریدنے وقت شریک ہو۔

(١١٠) رجل لہ خمس منازل فی سکۃ غیر نافذۃ فباع ھذہ المنازل فطلب الشفیع الشفعۃ فی منزل واحد منہا ان طلب الشفعۃ بحق الشرکۃ فی الطریق لم یکن لہ ان یاخذ البعض لما فیہ من تفریق الصفقۃ من غیر ضرورۃ وان طلب الشفعۃ بالجوار وجوارہ فی ھذا المنزل لا غیر کان لہ ذلک لانہ جار لھذا الواحد خاصۃ وجنس ھذہ المسئلۃ یاتی بعد ھذا فی فصل علیحدۃ۔

(١١٠) کوچہ سربستہ مین ایک شخص کے پانچ مکان ہین اوس شخص نے ان مکانون کو فروخت کیا اور شفیع نے فقط ایک مکان مین شفعہ طلب کیا تو اوسمین دو صورتین ہین اگر شرکت راستہ کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہے تب تو وہ اس مکان کو نہین لے سکتا اس لیے کہ بلا ضرورت عقد کی تفریق لازم آتی ہو اور اگر جوار کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہو اور فقط اسی مکان سے اوسکو جوار ہو تو فقط یہ مکان اوسکو ملجائیگا اسواسطے کہ فقط اسی مکان کا وہ جار ہے۔ اسی کے مثل علیحدہ فصل مین ایک اور مسئلہ مذکور ہو گا۔

+ + + + +

+ + + + +

(١١١) رجل لہ خان فیہ مسجد افرزہ صاحب الخان واذن للناس بالتاذین وصلوۃ الجماعۃ فیہ ففعلوا حتی صار مسجدا ثم باع صاحب الخان کل حجرۃ فی الخان من رجل حتی صار دربا ثم بیع منہا حجرۃ قال محمد رح الشفعۃ لجمیعھم لاشتراکھم فی طریق الخان وقد کان الطریق

(١١١) ایک سرا مین سرا کے مالک نے مسجد بنائی اور لوگون کو اذان کہنے اور جماعت سے نماز پڑہنے کی اجازت دیدی اور لوگون نے اوسکی اجازت کے موافق اذان کہنا اور جماعت سے نماز پڑہنا شروع کر دیا حتے کہ وہ مسجد ہو گئی پھر مالک سرا نے سرا کے تمام مکانات مختلف لوگون کے ہاتھ فروخت کر ڈالے یہان تک کہ وہ ایک محلہ ہو گیا اب اگر اوسمین کوئی مکان فروخت ہو امام محمد رح کے نزدیک سب لوگ اوسمین شفیع ہین اس لیے

مملوكا۔

کہ سب لوگ سرا کے راستہ مین شریک ہین جسوقت کہ سرا کا راستہ مملوک تھا۔

۱۱۲، دار بيعت ولها شفيعان بالجوار فطلبا الشفعة من المشترى ورفع احدهما المشترى الى حاكم لا يرى الشفعة بالجوار فقال له الحاكم لا شفعة لك ثم عزل الحاكم عن القضاء وولى آخر يرى الشفعة بالجوار فجاء الشفيع الآخر فقضى هذا القاضى للثانى بالشفعة لم يكن للاول ان يشاركه فى الشفعة لان القاضى الاول قد ابطل شفعته۔

۱۱۲، ایک مکان فروخت ہوا اور دو شخص بسبب جوار کے اوسمین شفیع ہین ان دونون نے مشتری سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور ایک نے مشتری کو شافعی المذہب حاکم کے روبرو پیش کردیا جو شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا ہے اس حاکم نے اُس سے کہا تیرا شفعہ نہین ہے بعدہ وہ حاکم موقوف ہوگیا اور اوسکی جگہ دوسرے مذہب کا حاکم مقرر ہوا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہے اب دوسرا شفیع آیا اور قاضی نے اس دوسرے کے لیے شفعہ کا حکم دیا تو پہلے شفیع کو شفعہ کے اندر شرکت کا استحقاق نہو گا اس لیے کہ قاضی اول ویکے شفعہ کو باطل کرچکا ہے۔

۱۱۳، رجلان اشتريا دارا احدهما شفيعها فلا شفعة للشفيع فيما صار للاجنبى لان شراء الاجنبى لا يتم الا بقبول الشفيع البيع لنفسه۔

۱۱۳، دو شخصون نے ایک مکان خریدا جنمین سے ایک شخص اوس مکان کا شفیع ہے تو اس دوسرے کے حصہ مین شفیع کا شفعہ باطل ہوجائیگا اس لیے کہ دوسرے کا خریدنا جبتک شفیع اپنے لیے بیع کو قبول نکرے ناتمام ہے۔

۱۱۴، نهر فيه شرب لقوم وارض النهر لغيرهم فباع رجل ارضه والماء منقطع فى النهر فلهم الشفعة فى قول محمد رح۔

۱۱۴، ایک نہر سے کچھ لوگ آبپاشی کرتے ہین مگر نہر کی زمین اور لوگون کی ہے اب ایک شخص نے اپنی زمین ایسے وقت مین فروخت کی کہ نہر کا پانی خشک ہوگیا تھا تو امام محمد رح کے نزدیک ان لوگون کا اوسمین شفعہ ہے۔

۱۱۵، وفى قياس قول ابى حنيفة رح لا شفعة لهم بحق الشرب اذا كان الماء منقطعا كما فى العلو المنهدم

۱۱۵، امام ابوحنیفہ رح کے قول کے موافق صورت مذکورہ مین اگر نہر مین پانی اوسوقت موجود نہو تو آبپاشی کے حق مین انکا شفعہ نہین ہے جسطرح اوپر کا مکان گرجانے سے شفعہ جاتا رہتا ہے۔

۱۱۶، رجل باع دارا وابنه الصغير شفيعها ليس للوالد ان يطلب الشفعة لولده لانه بائع الصغير

۱۱۶، ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اوسکا نابالغ بیٹا مکان مین شفیع ہے تو اس شخص کو اپنے بیٹے کے لیے طلب شفعہ کا حق نہین ہے کیونکہ خود اوسنے فروخت کیا ہے اور اگر ایک شخص نے

علی شفعته اذا بلغ۔

(١١٧) اذا ثبت ان الشفعة تثبت باسباب وبعضها اقدم من البعض فاذا طلب الشفيع القضاء بالشفعة لابد من بيان السبب حتى يعلم القاضي انه باي سبب يقضي فان بين المدعي السبب وقال بدار لي يلازق المبيع تم دعواه ويطالب المدعى عليه بالجواب فان قال المدعى عليه ماله قبلي شفعة جوابا تاما ثم يقول للمدعي قد انكر ما ادعيت فان قال المدعي حلفه لي حلفه القاضي ثم قال في الكتاب يحلفه بالله ماله هذا المدعي قبلك شفعة في هذه الدار التي ادعاها المدعي فان حلف انقطعت الخصومة بينهما الا ان يقيم المدعي البينة على ما ادعى وان نكل المدعى عليه لزمته الشفعة

(١١٨) وان قال المدعى عليه في الجواب اني قد اشتريت هذه الدار التي بين المدعي حدودها الا ان الدار التي في يد المدعي ويطلب بها الشفعة ليست له كلف المدعي اقامة البينة على ان تلك الدار التي في يديه له فان اقام البينة على الملك يستحق

مکان فروخت کیا اور اسکا نابالغ لڑکا اوسمین شفیع ہو تو بالغ ہونیکے بعد بھی وہ

(١١٧) جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ شفعہ چند اسباب سے ثابت ہوتا ہے اور بعض اسباب کو بعض پر تقدم ہو پس جسوقت قاضی سے شفیع شفعہ کے حکم کی درخواست کرے تو شفیع پر سبب کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ قاضی کو اپنے حکم کا سبب معلوم ہو جائے پس اگر شفیع نے سبب بیان کردیا مثلاً کہدیا کہ مین اپنے ایک مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہون جو فروخت شدہ مکان سے ملا ہوا ہو تو شفیع کا دعوی تمام ہو جائیگا اور مدعا علیہ سے اوسکا جواب طلب کیا جاویگا اگر مدعا علیہ نے جواب دیا کہ میری طرف اسکا شفعہ نہین ہو تو اوسکا جواب پورا ہوگیا پھر قاضی مدعی سے یہ بات کہیگا کہ مدعا علیہ تیرے دعوی سے منکر ہے اسپر اگر مدعی نے کہا میرے طرف سے اسکا حلف لو تو قاضی کو اوس سے حلف لینا چاہیے پھر کتاب مین بیان کیا ہو کہ قاضی اوس سے یہ حلف لے کہ خدا کی قسم جس مکان مین مدعی دعوی کرتا ہو میرے اوپر اوس مکان مین مدعی کا شفعہ نہین ہو اگر مدعا علیہ نے حلف کر لیا تو اونکا قضیہ ختم ہو جائیگا مگر جسوقت مدعی اپنے دعوی پر گواہ قائم کردے اور اگر مدعا علیہ نے حلف سے انکار کیا تو مدعی کا شفعہ لازم ہو جائیگا۔

(١١٨) اگر مدعا علیہ نے قاضی کی روبرو مدعی کے جواب مین کہا کہ جس مکان کے حدود مدعی نے بیان کیے مین بلاشبہ اوسکو مین نے خریدا ہے مگر مدعی کے پاس جو مکان ہو اور جسکے ذریعہ سے وہ شفعہ طلب کرتا ہے وہ مکان مدعی کا نہین ہو تو اوسوقت مدعی سے کہا جائیگا کہ اسبات پر گواہ پیش کرے کہ شفعہ کا مستحق ہو جائیگا اور اگر اوسکے پاس ملکیت کے گواہ نہین ہین مگر اوسنے یہ کہا کہ مشتری خود اس بات کو جانتا ہو کہ وہ مکان میرا ہے

بها الشفعة وان لم يكن له بينة على
الملك ولكن قال ان المشتري يعلم
انها لي حلف المدعى عليه بالله ما نعلم
ان الدار التي في يد المدعي بجنب الدار التي
اشتريتها له فان حلف لا سبيل له
عليه الا ان يقيم المدعي البينة على
الملك وان نكل لزمته الشفعة۔

(١١٩) وان قال المشتري اني قد
اشتريت هذه الدار التي يريد ان ياخذها
بالشفعة منذ سنة وقد علم هذا المدعي
بشرائي ولم يطلب الشفعة يقول
القاضي للمدعي متى اشترى هو
هذه الدار فان قال المدعي طلبت
الشفعة حين علمت كان صحيحا وكفاه
ذلك فان قال المشتري ما طلبت
حين علمت كان القول قول الشفيع
وان قال الشفيع علمت منذ سنة
وطلبت وقال المشتري لم تطلب
كان القول قول المشتري وهو
كالبكر اذا زوجت فبلغها الخبر فردت
فاختصما الى القاضي فقال الزوج
حين بلغها الخبر سكتت وقالت
رددت حين علمت كان القول قولها
وان قالت علمت يوم كذا ورددت
لا يقبل قولها۔

تو قاضی کو مدعا علیہ سے یہ حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم
مدعی کے قبضہ مین میری خرید کردہ مکان کے متصل جو مکان
واقع ہے مین نہین جانتا کہ وہ مدعی کا مکان ہے اگر مدعا علیہ نے
یہ حلف کرلیا تو مدعی کا اوسپر کچھ دعوی نرہیگا مگر جسوقت کہ
مدعی ملکیت کے گواہ پیش کرے اور اگر مدعا علیہ نے حلف
کرنے سے انکار کیا تو مدعی کا شفعہ لازم
ہو جائیگا۔

(١١٩) اگر مشتری نے کہا جس مکان کو مدعی بذریعہ شفعہ
کے لینا چاہتا ہے اسکو مین نے ایک برس سے خرید کیا ہے
اور خود اس مدعی کو میرے خریدنے کا علم ہوا مگر اسنے شفعہ
طلب نہین کیا تو قاضی کو مدعی سے کہنا چاہیے اسنے یہ مکان
کب خریدا ہے اگر مدعی نے کہا جسوقت مجکو خریدنے کا حال
معلوم ہوا اوسی وقت مین نے شفعہ طلب کیا تو اوسکا
یہ کہنا صحیح ہوگا اور اوسکے لیے کافی ہو جائیگا پھر اگر
مشتری نے یہ بات کہی جسوقت تجکو علم ہوا تھا اوسوقت
تو نے شفعہ نہین طلب کیا تو شفیع کا قول معتبر ہوگا اور
مشتری کا یہ قول معتبر نہوگا اور اگر شفیع نے یہ بات کہی
ایک برس ہوا جو مجکو بیع کا حال معلوم ہوا تھا اور شفعہ کو مین نے طلب کیا تھا
اسپر مشتری نے کہا تو نے شفعہ کو طلب نہین کیا تو مشتری کا قول
معتبر ہوگا جسطرح ایک شخص نے اپنی کنواری لڑکی کا نکاح کیا اور جب اوسکو
اپنی نکاح کی خبر پہونچی تو اوسنے نکاح کو رد کر دیا اور یہ دونون خاوند بیوی قاضی کے
پاس بنا مقدمہ لے گئے اور خاوند نے بیان کیا جب اسکو نکاح کی خبر پہونچی تو یہ
خاموش ہو رہی اور اوسنے کہا جسوقت مجکو معلوم ہوا ہے اوسیوقت مین نے منع کر دیا تھا
تو اس صورت مین عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر اوسنے یہ بات کہی کہ فلان تاریخ مجکو نکاح
کا حال معلوم ہوا اور مین نے منع کر دیا تو اوسکا قول معتبر ہوگا۔

(١٢٠) ولو قال الشفيع لم اعلم بالشراء الا الساعة كان القول قوله وعلى المشتری البينة انه علم قبل ذلك ولم يطلب۔

(١٢٠) اگر شفیع نے قاضی کے روبرو یہ بات کہی کہ مجکو اسیوقت خریدنے کا علم ہوا ہی تو اوسکا قول مقبول ہوگا یا مشتری کو اسبات کے گواہ پیش کرنے پڑینگے کہ اسکو پہلے سے فروخت کا علم ہوا ہو مگر اسنے شفعہ طلب نہین کیا۔

(١٢١) ولو قال المشتری انه لم يطلب الشفعة حتى لقيك وقال الشفيع طلبت كان القول قول المشتری ويحلف بالله انه لم يطلب الشفعة حين لقيك۔

(١٢١) اگر مشتری نے قاضی کے روبرو بیان کیا کہ جسوقت یہ مجھے ملا ہو اوسوقت تک اسنے شفعہ کو طلب نہین کیا اور شفیع نے کہا مین نے طلب کیا تھا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور مشتری سے اسبات کا حلف لیا جایگا کہ ملاقات کیوقت شفیع نے شفعہ طلب نہین کیا۔

(١٢٢) ولو قيل للشفيع متى علمت فقال امس او فی يومی قبل هذه الساعة لا يقبل قوله الا ببينة۔

(١٢٢) اگر شفیع سے قاضی نے کہا بیع کا حال تجکو کسوقت معلوم ہوا اوسنے کہا کل یا آج ایک گھنٹہ بھر پہلے تو بغیر گواہو نکے اوسکا یہ قول مقبول نہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(١٢٣) ولو ان رجلا ادعى شفعة بالجوار قبل رجل لا يرى الشفعة بالجوار فانكر المدعى عليه وقال لا شفعة له كان القول قوله ويحلف بالله ما لهذا قبلك شفعة على قول من يرى الشفعة بالجوار ولا يحلف بالله ما لهذا قبلك شفعة فی هذه الدار لانه لو حلف على هذا الوجه يحلف بالله بناء على مذهبه فيفوت حق المدعى۔

(١٢٣) اگر مدعی حنفی المذہب ہو اور شفعہ بالجوار کو مانتا ہو اور مدعا علیہ شافعی المذہب ہو اور شفعہ بالجوار کو نہین مانتا جب اس مدعی نے دعوی کیا مدعا علیہ نے انکار کیا اور کہا اسکا شفعہ نہین ہو تو مدعا علیہ کا قول معتبر ہوگا اور اس بات کا اوس سے حلف لیا جایگا کہ مکانین حنفی مذہب کے موافق میرے اوپر اسکا شفعہ نہین ہو یہ حلف نلیا جایگا کہ اس مکانین اسکا شفعہ نہین ہو اس لیے کہ اگر اس طریقے پر اوس سے حلف لیا جایگا تو اپنے مذہب کے موافق وہ حلف کرلیگا اور مدعی کا حق تلف ہو جایگا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(١٢٤) ولو ان دارين متلازقتين لرجلين فتصدق صاحب احدی

(١٢٤) اگر دو شخصون کے دو مکان ملے ہوے ہین اور ایک مکان والے نے اپنے مکان کی وہ دیوار جو ہمسایہ کے مکان سے

الدارين بالحائط الذي يلي جاره
على رجل بما تحته من الارض وقبض
المتصدق عليه ثم باع المتصدق داره من
المتصدق عليه ذكر الناطقي رح انه
لا يبقى الجار شفيعا فان طلب الجار
يمين المشتري بالله ما فعل صاحب
الدار ذلك ضرارا او فرارا من
الشفعة على وجه التلجئة كان له
ذلك لانه ادعى عليه معنى لو اقر به
لزمه ويحلف فان حلف لا شفعة
له وان نكل كان له الشفعة لانه
اقر انه جار ملازق۔

(۱۲۵) رجل اشترى من رجل
عشر ارض او دار بثمن كثير ثم
اشترى تسعة اعشارها بثمن قليل
كان للجار الشفعة في البيع الاول دون
الثاني لانه بالبيع الاول صار
شريكا في نفس البقعة فيكون هو
اولى من الجار في البيع الثاني
فان اراد الشفيع ان يحلفه بالله
ما اردت بذلك ابطالا لشفعتي
قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن
الفضل رح لا يحلفه على هذا الوجه
لانه لو اقر به لا يلزمه شئ لكن
لو اراد ان يحلف المشتري يحلفه

ملی ہوئی ہو مع دیوار کی اراضی کے ایک شخص کو تصدق دیدی
پھر اوسی شخص کے ہاتھ اپنے مکان کو فروخت کر دیا تو ناطقی رح
نے ذکر کیا ہو کہ اس صورت مین وہ جار شفیع نہ رہیگا اب وہ جار
مشتری سے اسبات کی قسم لینا چاہتا ہو کہ مالک مکان نے عداوت
یا شفعہ سے بچنے کے لیے مجبور کرنیکے طریقہ پر یہ کارروائی نہین
کی ہو تو یہ مشتری اسبات کی قسم کہا سکتا ہے اسلیے کہ جار اس
مشتری پر ایسے امر کا دعوی کرتا ہو کہ اگر مشتری اقرار کرلے
تو اوسپر لازم ہو جاے لہذا اوس سے حلف لیا جائیگا اگر حلف
کر لیا تو جار کا شفعہ باطل ہو گیا اور اگر انکار
کیا تو اوس کا شفعہ ثابت ہو جاے گا
اس لیے کہ اس انکار سے جار ملازق ہونے کا اقرار
پایا گیا۔

(۱۲۵) ایک شخص نے ایک زمین یا مکان کا دسواں حصہ
زیادہ قیمت سے خرید کر بعدہ اوسکے باقی نو حصے تھوڑی
قیمت سے خرید لیے تو اس صورت مین جار کو بیع اول مین
شفعہ ہوگا بیع ثانی مین نہوگا اسلیے کہ یہ مشتری بیع اول سے
اوس مکان یا زمین مین شریک ہو گیا لہذا بیع ثانی مین جار سے
اوسکو تقدم ہوگا پھر اس صورت مین اگر شفیع کو مشتری سے
اسبات پر حلف لینا منظور ہو کہ مجکو اس کارروائی سے تیرے
شفعہ کا باطل کرنا مقصود نہین تھا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن
فضل رح کا قول ہو کہ اوس سے باین طریق حلف نہین لے سکتا
اس لیے کہ اگر مشتری نے اسکا اقرار بھی کر لیا تو اوسپر کچھ
لازم نہین آئیگا البتہ اس طریقہ پر حلف لے سکتا ہو کہ بیع
اول مجبور کرنے کے لیے نہ تھی اس لیے کہ شفیع ایسے امر کا
مدعی ہو کہ اگر مشتری اقرار کرلے تو اوسپر لازم آجائیگا اور

باللہ ان البیع الاول ما کان تلجئۃ کان لہ ذلک لانہ ادعی علیہ معنی لو اقربہ یلزمہ فکان لہ ان یحلفہ علی ھذا الوجہ قال وما ذکر فی الاصل ان الشفیع اذا اراد استحلافہ انہ لم یرد بہ ابطال الشفعۃ کان لہ ذلک لانہ ادعی ان البیع کان تلجئۃ۔

(۱۲۶) رجلان تبایعا بیعا فطلب الشفیع الشفعۃ بحضرۃ البائع والمشتری فقال کان البیع بیننا بیع معاملۃ وصدقہ المشتری فی ذلک قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رح فھما لا یصدقان علی الشفیع الا ان یکون البیع بثمن لا یباع مثل ذلک المبیع بذلک الثمن لقلتہ فح یکون البیع بیع معاملۃ ولا یکون للشفیع فیہ الشفعۃ الا تری انہ لو جری ھذا الاختلاف بین البائع والمشتری فقال البائع بعتہ معاملۃ وقال المشتری لا بل کان البیع بیع رغبۃ فکان المبیع بثمن لا یباع مثل ذلک المبیع بمثل ذلک الثمن لقلتہ کان القول قول البائع وان لم یکن کذلک کان القول

شیخ امام ابوبکر نے بیان کیا ہے کہ مبسوط مین جو ذکر کیا ہے کہ اگر شفیع کو مشتری سے ابطال شفعہ مقصود ہونے پر حلف لینا منظور ہو تو وہ حلف لے سکتا ہو اوس سے وہ صورت مقصود ہے کہ شفیع بیع کے اندر تلجئہ کا مدعی ہو۔

(۱۲۶) دو شخصون نے باہم ایک بیع کی اور بائع اور مشتری کے روبرو شفیع نے شفعہ طلب کیا اور بائع نے یہ بات بیان کی کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ بیع معاملہ کے طور پر تھی اور مشتری نے اس بات کی تصدیق کی تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رح کا قول ہو کہ شفیع کے بارے مین اونکی تصدیق نکی جائیگی مگر جس صورت مین کہ بیع اسقدر قلیل ثمن سے ہوئی ہو کہ وہ مبیع اوس ثمن سے کبھی فروخت نہو سکے اس صورت مین یہ بیع بیع معاملہ ہوگی اور شفیع کا اوسمین شفعہ نہوگا دیکھو اگر یہی اختلاف بائع اور مشتری مین واقع ہو اور بائع یہ بات کہے کہ مین نے معاملہ کے طور پر اس چیز کو فروخت کیا ہے اور مشتری کہے نہین بلکہ یہ بیع رغبت سے ہوئی ہے تو اسکی دو صورتین ہین اگر یہ بیع اسقدر قلیل ثمن سے ہوئی ہے کہ وہ شئ کسی حالت مین اوسقدر ثمن سے فروخت نہین ہو سکتی تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر یہ بات نہین ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔ اسیطرح اگر اون دونون اور شفیع کے مابین یہ اختلاف واقع ہو تو اوس کا یہی حکم ہے۔

قول المشتري وكذلك اذا وقع الاختلاف بينهما وبين الشفيع۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦
✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(١٢٧) وقال القاضي الامام علی السغدی رح وان باع بما لا يباع مثله لا يصدقان علی الشفيع ايضا لان هذا قول العوام ان الثمن اذا كان بحيث لا يباع به مثله لا يجوز۔

(١٢٧) قاضی امام علی سغدی رح کا قول ہو اگر اسقدر ثمن سے بیع واقع ہوئی ہے کہ اوس شیٔ کی بیع اوسقدر ثمن سے نہیں ہو سکتی تو بھی شفیع کے لحاظ سے بائع اور مشتری کی تصدیق نکیجائیگی اس لیے کہ یہ عوام کا ہو کہ ثمن اگر بہت قلیل یا کثیر ہو تو بیع جائز نہیں ہوتی ہے

(١٢٨) رجل اشتری دارا لابنه الصغير فاراد الشفيع ان ياخذ الشفعة واختلفا مع الشفيع فی الثمن كان القول قول الاب لانه ينكر حق التمليك بما ادعی من الثمن ولا يمين علی الاب لان فائدة الاستحلاف الاقرار ولو اقر الاب بما ادعی الشفيع لا يصح اقراره علی الصغير

(١٢٨) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے مکان خریدا ہو دوسرے شخص کا نابالغ لڑکا اوسمین شفیع ہو اس شفیع کا باپ شفعہ لینا چاہتا ہو اور اون دونوں نے شفیع کے ساتھ ثمن مین اختلاف کیا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ وہ اوس ثمن کے بدلے حق تملیک کا منکر ہے جسکا مدعی دعوی کرتا ہو اور باپ کے اوپر قسم نہ لازم ہوگی اس لیے کہ قسم لینے کا فائدہ اقرار ہو اور اگر باپ نے شفیع کے دعوی کا اقرار کیا تو اس نابالغ پر اوسکا اقرار لازم نہوگا۔

(١٢٩) رجل له دار غصبها منه غاصب والغاصب يجحد ملك المغصوب منه فبيعت دار بجنب هذه الدار والمغصوب منه شفيع الدار المبيعة والمشتري يجحد الشفعة ويجحد ان الدار المغصوبة له قال ابن مقاتل رح يطلب المغصوب منه شفعة الدار المبيعة ثم يخاصم المشتري والغاصب الی القاضی ويقول هذه الرجل اشتری هذه

(١٢٩) ایک شخص کا مکان کسی نے غصب کر لیا اور غاصب مالک مکان کی ملکیت سے انکار کرتا ہو اگر اس مکان کے پہلو مین کوئی مکان فروخت ہوا اور وہ مالک اس فروخت شدہ مکان کا شفیع ہو اور مشتری شفعہ کا انکار کرتا ہو اور کہتا ہو کہ یہ مکان اسکا نہین ہو تو ابن مقاتل کا قول ہو کہ مالک مکان کو اس فروخت شدہ مکان مین شفعہ طلب کرنا چاہیے بعد ازان مشتری اور غاصب سے قاضی کے روبرو اوسکو مخاصمت کرنی چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ اس شخص نے یہ مکان خریدا ہو اور مین نے اوسمین شفعہ طلب کیا اور میرا شفعہ بذریعہ فلان مکان کے ہو جسکو اس دوسرے

الدار قد طلبت منه الشفعة ولي شفعتها بهذه الدار التي غصبني هذا الغاصب فان اقام البينة ان الدار المغصوبة له قضى القاضي له بالدار المغصوبة وبالشفعة ايضًا وان لم يكن له بينة حلف الغاصب والمشتري فان نكل الغاصب عن اليمين وحلفه المشتري قضى القاضي له بالدار المغصوبة على الغاصب ولا يقضي له بالشفعة لان نكول الغاصب يكون حجة على الغاصب دون المشتري وان حلف الغاصب ونكل المشتري قضى القاضي له بالشفعة ولا يقضي له بالدار المغصوبة لان نكول احدهما يكون حجة عليه دون الآخر۔

شخص نے غصب کر لیا ہے اب اگر یہ مالک مکان اس بات پر گواہ پیش کر دے کہ غصب شدہ مکان اوسیکا مکان ہے تو قاضی اوس شخص کو یہ مکان دلا دے گا اور شفعہ کا بھی حکم دے دیگا اور اگر اوسکے پاس گواہ نہیں ہیں تو غاصب اور مشتری سے حلف لیگا پس اگر غاصب نے حلف سے انکار کیا اور مشتری نے حلف کر لیا تو قاضی وہ مکان غاصب سے مالک مکان کو دلا دیگا لیکن شفعہ کا حکم نہ دے گا اس لیے کہ غاصب کا حلف سے انکار کرنا غاصب کی ذات پر حجت ہوگا مشتری پر حجت نہوگا اور اگر غاصب نے حلف کر لیا مگر مشتری نے اوس سے انکار کیا تو قاضی شفعہ کا حکم دے گا لیکن غاصب سے وہ مکان نہ دلوائے گا اس لیے کہ جس نے حلف سے انکار کیا ہے اوس کا انکار اوسی پر حجت ہوگا۔

(١٣٠) واذا توجه القضاء بالشفعة فان القاضي لا يقضي بالشفعة حتى يحضر الشفيع الثمن فان قال الشفيع اقض لي بالشفعة ودعها على حالها ولا تسلم حتى آتيك بالثمن قال محمد رح لا يجيبه القاضي الى ذلك فان قال الشفيع ان لم اجئ بالثمن الى ثلثة ايام فانا بريء من الشفعة فلم يجئ بالثمن الى ذلك الوقت ذكر ابن رستم عن محمد رح انه يبطل شفعته لان التسليم

(۱۳۰) جب قاضی کے نزدیک شفعہ کا حکم دینا لازم ہو جائے تو جسوقت تک شفیع قاضی کے روبرو ثمن لا کر موجود نکر دے اوسوقت تک حکم میں تاخیر کرنی چاہیے اور اگر اس صورت میں شفیع نے قاضی سے یہ بات کہی کہ میرے لیے شفعہ کا حکم دیکر بدستور اسکو چھوڑ دے اور تاوقتیکہ ثمن تیرے روبرو لا کر پیش نکر دوں اوسوقت تک مجھکو مکان نہ دلانا تو امام محمد رح کے نزدیک قاضی اوسکی بات منظور نکرے اور اگر شفیع نے یہ بات کہی کہ اگر تین روز تک ثمن حاضر نکروں تو میں شفعہ سے دست بردار ہوں اور پھر تین روز تک اوسنے ثمن لا کر حاضر نکیا تو ابن رستم نے محمد رح سے

الشفعة اسقاط محض فيصح تعليقه بالشرط وقال بعض المشائخ رح لا تبطل شفعته وهو الصحيح لان الشفعة متى ثبتت بطلب المواثبة والاشهاد وتاكدت لا تبطل مالم يسلم بلسانه۔

روایت کیا ہی کہ اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اسلیے کہ شفعہ کا تسلیم کرنا فقط اوسکا ساقط کردینا ہی جو معلق بالشرط ہوسکتا ہی اور بعض مشائخ نے بیان کیا ہی اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور قول صحیح یہی ہی اسلیے کہ شفعہ جسوقت طلب مواثبت اور طلب شہادت سے ثابت ہوگئی اور پھر اوسکو استحکام ہوگیا تو جسوقت تک اپنی زبان سے ترک نکرے اوسوقت تک باطل نہوگا

(۱۳۱) وكذا لوقال المشترى للشفيع هات الدراهم وخذ شفعتك فان امكنه احضار الدراهم فى ثلثة ايام ولم يحضر بطلت شفعته عند محمد رح ولو ان الشفيع احضر الدنانير والثمن دراهم اختلفوا فيه والصحيح انه لا تبطل۔

(۱۳۱) اسیطرح اگر مشتری نے شفیع سے یہ بات کہی کہ روپیہ لا اور اپنا شفعہ لے اور تین روز تک وہ روپیہ لا سکتا تھا مگر نلایا تو امام محمد رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر شفیع نے بجاے روپیہ کے اشرفیان لاکر دیدین تو اوس مین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا۔

\+ + + + + + +

(۱۳۲) الوكيل بشراء الدار اذا كان شفيعا قالوا هو يطلب الشفعة من الموكل وليس هو كمن اشترى لنفسه وهو شفيع فانه لا يحتاج الى الطلب قالوا لوقيل ان الوكيل يقوم مقام الموكل فى هذا حتى لا يحتاج الى الطلب لا يبعد والاول اعجب۔

(۱۳۲) جو شخص ایک مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا اور وہ اوس مکان مین شفیع بھی ہو تو فقہا کے نزدیک موکل سے اوسکو شفعہ طلب کرنا چاہیے بخلاف اوس شخص کے کہ خود خریدار بھی ہو اور شفیع بھی ہو کہ اوسکو طلب کرنیکی ضرورت ہی نہین ہی اور فقہا کا قول ہی اگر یہ بات کہی جاے کہ وکیل کا فعل موکل کے اس مع رہین قائم مقام ہوتا کہ اوسکو بھی طلب کی حاجت نرہے تو کچھ بعید نہین ہی لیکن پہلا قول پسندیدہ ہی۔

(۱۳۳) الوكيل بالشراء اذا اشترى نجاء الشفيع يطلب الشفعة من الوكيل قال بعضهم ان كان الوكيل يسلم الدار الى الموكل لا يصح الطلب منه وهكذا روى عن محمد رح ان الوكيل لا يبقى خصما بعد التسليم الى الموكل وان كان

(۱۳۳) ایک شخص مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا اور اوسنے مکان خریدا تو شفیع نے آکر وکیل سے شفعہ کا مطالبہ کیا اس صورت مین بعض کا قول یہ ہی کہ اگر وکیل نے وہ مکان موکل کو دیدیا ہی تو شفیع وکیل سے طلب نہین کرسکتا اور امام محمد رح سے اسیطرح مروی ہی اسلیے کہ جب وکیل وہ مکان موکل کے قبضہ مین دیگا تو اب اوس سے

الوکیل لم یسلم الی الموکل یصح الطلب
منه وهو خصم وقال الشیخ الامام
ابو بکر محمد بن الفضل رح والقاضی
الامام علی السغدی رح صح الطلب
منه سلم او لم یسلم لانه فی حکم الحقوق
عاقد لنفسه فکان بمنزلة المشتری
یکون خصما فی طلب الشفعة کانت الدار
فی یده او لم تکن۔

(۱۳۴) رجل اشتری دارا بالکوفة
بکر حنطة بغیر عینه فخاصمه الشفیع
الی القاضی بمرو والدار بالکوفة
او بمرو وقضی القاضی له بالشفعة
ذکر فی النوادر ان کانت قیمة الکر فی
المواضعین سواء اعطاه الشفیع الکر حیث
قضی له بالشفعة وان کانت القیمة
متفاضلة فان کان الکر فی الموضع
الذی یرید الشفیع ان یعطی اعلی
قیمة فذلك الی الشفیع یعطیه حیث
شاء وان کان ارخص ورضی المشتری
بذلك فکذلك یعطیه الشفیع حیث
شاء وان لم یرض المشتری
بذلك اعطاه الشفیع فی الموضع
الذی یکون قیمة الکر فیه مثل
قیمته فی موضع الشراء۔

(۱۳۵) رجل اشتری ارضا بمائة

کچھ دعوی نہین ہوسکتا ہو اور اگر وہ مکان ہنوز وکیل ہی کے
قبضہ مین ہو تو اوس سے شفعہ کا مطالبہ ہوسکتا ہو اور شیخ
امام ابو بکر محمد بن فضل رح اور قاضی امام سغدی رح کا قول
ہو کہ بہرصورت وکیل سے وہ شفیع شفعہ کو طلب کرسکتا ہو خواہ
وہ مکان موکل کے قبضہ مین دیچکا ہو یا ہنوز اسی کے
پاس ہو اسلیے کہ حقوق کے حکم مین وکیل خود اپنی ذات کیلیے عقد کرنیوالا
سمجھا جاتا ہو لہذا مشتری کیطرح بہرصورت اوس سے شفعہ کا دعوی
ہوسکتا ہو خواہ مکان وکیل کے قبضہ مین ہو یا نہو۔

(۱۳۴) ایک شخص نے کوفہ مین ایک مکان مثلاً پچاس من
گیہون سے بلا تعین فروخت کیا اور شہر مرو مین شفیع نے
قاضی کے روبرو اپنا مقدمہ دائر کیا اور وہ مکان کوفہ یا مرو
مین ہو اور قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا تو نوادر مین مذکور
ہو اگر دونون شہرون مین گیہون کا ایک ہی نرخ ہو تو جس جگہ
قاضی نے شفعہ کا حکم دیا ہو اوسی شہر مین شفیع کو اوسقدر
گیہون دینا چاہیے اور اگر دونون شہرون مین نرخ متفاوت
ہو تو اوسکی دو صورتین ہین جس شہر مین شفیع گیہون دینا چاہتا
ہو اگر وہان نرخ کی گرانی ہو تو اوسوقت شفیع کو اختیار ہو
کہ جہان چاہے گیہون ادا کرے اور اگر نرخ کی ارزانی
ہو اور مشتری بھی اوسی شہر مین لینے پر راضی ہو تو بھی شفیع
کو اختیار ہو کہ جہان چاہے اوسقدر گیہون مشتری کو ادا
کرے اور اگر مشتری اس بات سے راضی نہین ہو تو شفیع کو
اوس شہر مین گیہون ادا کرنی چاہیے جہان کا نرخ اوس شہر کے
نرخ کے مطابق ہے جسمین وہ مکان خریدا گیا
ہے۔

(۱۳۵) ایک شخص نے ایک زمین سو روپیہ کو خریدی اور

درهم ورفع منها التراب وبلغ التراب بمائة درهم ثم جاء الشفيع وطلب الشفعة قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رح ياخذ الشفيع الارض بنصف الثمن وهو خمسون درهما يقسم الثمن على قيمة الارض قبل دفع التراب وعلى قيمة التراب المرفوع ثم يطرح عن الشفيع قيمة التراب وقال القاضي الامام على السغدى رح لا يطرح عن الشفيع نصف الثمن وانما يطرح عنه بحصة النقصان فلو ان المشترى كبس الارض بعد ما رفع منها التراب فاعادها كما كانت قبل ان يحضر الشفيع ثم حضر الشفيع قال الشيخ الامام ابو بكر رح يقال للمشترى ارفع من الارض بقدر ما احدثت فيها ثم يكون الجواب فيه على ما قلنا۔

اوس زمین مین سے مٹی کھود کر سو روپیہ کو فروخت کر ڈالی اور شفیع نے اگر شفعہ طلب کیا تو شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح کا قول ہے کہ شفیع نصف ثمن یعنے پچاس روپیہ دیکر لے سکتا ہے اسواسطے کہ اوسکا ثمن یعنے سو روپیہ سالم زمین کی قیمت اور کھودی ہوی مٹی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور شفیع سے مٹی کی قیمت کم کردیجائیگی اور قاضی امام علی سغدی رح کا قول ہے کہ شفیع سے نصف ثمن کم نکیا جائیگا بلکہ مٹی کھودنے سے جسقدر زمین کی قیمت مین نقصان آیا ہے اوسیقدر ثمن مین کمی کردیجائیگی اور اگر مشتری نے مٹی کہد والنے کے بعد پھر بھراو ڈالکر بدستور سابق شفیع کے آنے سے پہلے اوسکو برابر کردیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو شیخ امام ابو بکر رح کا قول ہے اسوقت مین مشتری سے کہا جائیگا تو نے جسقدر مٹی دوبارہ اسمین ڈالی ہے سب اوٹھالی بعد ازان علی اختلاف القولین ثمن مین کمی کردی جائیگی۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

(۱۳۶) المشترى اذا تشفع الى الشفيع واستمهله شهرا فامهله ثم رجع الشفيع وطالبه فى الحال كان له ذلك۔

(۱۳۶) اگر مشتری نے شفیع سے کہہ سنکر ایک مہینے کی مہلت مانگی اور شفیع نے مہلت دی پھر اوسنے اپنے قول سے رجوع کرکے فی الفور شفعہ کا مطالبہ کیا تو وہ ایسا کرسکتا ہے

(۱۳۷) المشترى مع الشفيع اذا اختلفا فى الثمن كان القول قول المشترى مع يمينه وان اقام البينة على ما ادعى يقضى ببينة الشفيع فى قول ابى حنيفة رح

(۱۳۷) اگر مشتری اور شفیع کے مابین ثمن مین اختلاف واقع ہو تو حلف لیکر مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر شفیع نے اپنے دعوے پر گواہ سنا دے تو امام ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے موافق حکم دیا جاوے گا

ومحمد رح وقال ابو یوسف رح البینة بینة المشتری۔

اور ابو یوسف رح کہتے ہین مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔

(۱۳۸) الشفیع اذا اخذ الدار من البائع کانت عهدته علی البائع وان اخذها من المشتری کانت عهدته علی المشتری وللشفیع خیار رؤیة وله ان یرد بالعیب وهو بمنزلة المشتری فی ذلك والكان المشتری اشتری الدار علی ان البائع بریٔ من کل عیب بها او کان بها عیب علم المشتری بذلك ورضی کان للشفیع ان لایرضی بالعیب ویرد۔

(۱۳۸) اگر شفیع نے مکان کو بائع سے لیا ہے تو بائع اوسکا ذمہ دار ہوگا اور اگر مشتری سے لیا ہے تو مشتری ذمہ دار ہوگا اور شفیع کو خیار رویت حاصل ہوتا ہو اور عیب کی وجہ سے بیع کو واپس کرسکتا ہے الحاصل ان امور مین شفیع مشتری کے مانند ہو اور اگر مشتری نے مکان کے خریدتے وقت یہ شرط منظور کرلی ہے کہ اگر اوسمین کچہ عیب ظاہر ہو تو بائع اُس سے دست بردار ہے یا مشتری کو اوس مکان کا عیب معلوم تھا مگر وہ اس عیب سے راضی تھا تو شفیع اسبات کا مجاز ہے کہ اوس عیب پر راضی نہو اور اوس مکان کو واپس کردے۔

(۱۳۹) الشفیع اذا اخذ الدار بالشفعة و بنی فیها ثم استحقت الدار رجع الشفیع بالثمن علی من اخذ منه الدار ولا یرجع بقیمة البناء علی احد بخلاف المشتری فان المشتری لما یرجع بالثمن علی البائع یرجع بقیمة البناء ایضا۔

(۱۳۹) اگر شفیع نے بذریعہ شفعہ کے ایک مکان لیکر اوسمین کچہ عمارت بنالی بعد ازان اوس مکانمین کسی اور کا حق نکلا تو یہ شفیع اوسی شخص سے ثمن واپس لے سکتا ہو جس سے مکان لیا ہو اور عمارت کی قیمت کسی سے نہین لے سکتا بخلاف مشتری کے کہ مشتری جسوقت بائع سے ثمن لے سکتا ہو عمارت کی قیمت بھی لے سکتا ہو۔

(۱۴۰) الشفیع اذا وکل رجلا باخذ الشفعة جاز توکیله فان قال المشتری بعد ما ثبت الوکیل الشفعة انا ارید یمین الشفیع انه لم یسلم یقال له سلم الدار الی الوکیل واتبع الموکل وحلفه وهو کالوکیل بقبض

(۱۴۰) اگر شفیع کسی شخص کو شفعہ لینے کے لیے وکیل کرے تو کرسکتا ہو اور جب کہ وکیل نے شفعہ کو ثابت کردیا اوسکے بعد مشتری نے کہا کہ مین شفیع سے اسبات پر حلف لینا چاہتا ہون کہ اوسنے شفعہ کو ترک نہین کیا تو اس مشتری کہا جائیگا کہ یہ مکان وکیل کو دیکر بعد موکل سے نزاع کرے اور اوس سے حلف لے اور اس وکیل کو اوس شخص کا

الدين اذا ادعى المدعى المديون ان الموكل ابرأه عن الدين فانه يؤمر بدفع الدين الى الوكيل ويقال له اتبع الموكل وحلفه على ما يدعى

(١٤١) رجل اشترى دارا بالجياد ونقد الزيوف فتجوز به البائع فان الشفيع يأخذ بالجياد لانه اشتراه بالجياد

(١٤٢) رجل اشترى ارضا بمائة درهم وقبضها فحضر الشفيع وطلب الشفعة وسلمها اليه المشترى بمائة درهم ثم ان المشترى نقد الثمن للبائع فوهب له البائع منها خمسة بعد ما اخذ المائة فعلم الشفيع بالهبة ليس له ان يسترد شيئا من المشترى من الثمن ولو ان البائع وهب من المشترى خمسة من الثمن قبل قبض الثمن والمسألة بحالها كان للشفيع ان يسترد من المشترى ما وهب له من البائع لان هبة شئ من الثمن قبل قبض الثمن حط والحط يلتحق باصل العقد فكان للشفيع ان يسترد من المشترى قدر ما حط عنه البائع اما بعد قبض الثمن هبة البعض ليس بحط بل هو تمليك مبتدأ كانه وهب له مالا اخر۔

حکم ہوگا جو دین کے وصول کرنے کو وکیل کیا جائے اور قرضدار اسبات کا دعوی کرے کہ اسکے موکل یعنے قرضخواہ نے مجھکو قرض جو پڑ دیا ہو تو اس قرضدار سے کہا جائیگا کہ جو کچھ قرض ہے اس وکیل کو دیدے بعد ازاں موکل سے نزاع کر اور اسکے دعوی اور سے حلف لے۔

(١٤١) ایک شخص نے کھرے روپیوں سے ایک مکان خریدا مگر ادا کرتے وقت بائع کو ناقص روپیہ دیئے اور بائع نے انکو منظور کر لیا تو شفیع اس مکان کو ناقص روپیہ سے نہیں لے سکتا بلکہ انکو کھرے روپیہ دینا پڑینگے اسلئے کہ وہ مکان کھرے روپیوں سے خریدا گیا ہے۔

(١٤٢) ایک شخص نے سو روپیہ کو ایک زمین خریدی اور اسپر اپنا قبضہ کر لیا اب شفیع نے حاضر ہوکر شفعہ طلب کیا مشتری نے شفیع سے سو روپیہ لیکر وہ زمین شفیع کو دیدی بعد ازاں مشتری نے بائع کو ثمن ادا کیا مگر بائع نے سو روپیہ وصول پاکر پانچ روپیہ اس مشتری کو ہبہ کر دئے اور شفیع کو اس ہبہ کا علم ہوا تو یہ شفیع مشتری سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس صورت میں بائع نے قبل از وصول ثمن پانچ روپیہ مشتری کو ہبہ کر دے تو شفیع بھی مشتری سے یہ پانچ روپیہ واپس لے سکتا ہے اسواسطے کہ قبل از وصول ثمن میں سے کچھ ہبہ کر دینا فی الحقیقت ثمن میں کمی کر دینا ہے اور ثمن کی کمی اصل عقد میں داخل ہو جاتی ہے لہذا شفیع بھی مشتری سے اوسیقدر کمی کو واپس لے سکتا ہے اور بعد از وصول ثمن کچھ ثمن کا ہبہ کر دینا حقیقت میں ثمن کا کم کر دینا نہیں ہے بلکہ وہ خود ایک تملیک اور گویا دوسرا مال کا ہبہ کر دینا ہے۔

\+ + + + + +

\+ + + + + +

\+ + + + + +

(۱۴۳) الوکیل بالبیع اذا باع الدار بالف ثم ان الوکیل حط عن المشتری مائة من الثمن صح ویضمن قدر المحطوط للآمر ویبرء المشتری عن المائة ویاخذ الشفیع الدار بجمیع الثمن لان حط الوکیل لایلتحق باصل العقد۔

(۱۴۳) ایک شخص کو مکان فروخت کرنیکے لیے وکیل کیا اور ہزار روپیہ کو وہ مکان اوسنے فروخت کیا بعد ازان وکیل نے سو روپیہ مشتری کی خاطر سے کم کر دے اوسکا یہ کم کرنا صحیح ہوا اور یہ سو روپیہ موکل کے وکیل کو دینا لازم ہونگی اور مشتری ان سو روپیہ سے بری ہو جائیگا اور شفیع پورا ثمن دیکر اس مکان کو لے سکیگا اس لیے کہ وکیل کا کم کر دینا اصل عقد مین معتبر نہو گا.

(۱۴۴) رجل اشتری نصفا شائعا من دار او جزءا شائعا منها ثم ان المشتری قاسم البائع وحضر الشفیع فان کانت القسمة بقضاء القاضی فان الشفیع یاخذ من المشتری ماصار له بعد القسمة ولیس له ان یبطل القسمة روایة واحدة وان کانت القسمة بغیر قضاء هل له ان یبطل القسمة فیه روایتان والصحیح انه لایبطل وله ان یاخذ بالشفعة ماصار للمشتری۔

(۱۴۴) ایک شخص نے ایک مکان کا نصف غیر معین یا ایک غیر معین خریدا پھر مشتری نے بائع سے اوس حصہ کو تقسیم کر لیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو یہ تقسیم اگر بحکم قاضی ہوئی ہے تب تو بالاتفاق وہ شفیع اس تقسیم کو باطل نہین کر سکتا بلکہ اوسی معین حصہ کو لے سکتا ہے جو مشتری کے حصہ مین آیا ہے اور اگر یہ تقسیم بحکم قاضی نہین تھی تو اب اسبات مین اختلاف ہے کہ اوس تقسیم کو شفیع باطل کر سکتا ہے یا نہین مگر صحیح یہ ہے کہ باطل نہین کر سکتا اور اوسی جزء کو لے سکتا ہے جو بعد تقسیم کے مشتری کے حصہ مین آیا ہے۔

(۱۴۵) ولو ان رجلین اشتریا دارا هما شفیعان ولهما شفیع ثالث ایضا فاقتسم المشتریان ثم حضر الشفیع الثالث کان له ان یبطل القسمة کانت القسمة بقضاء او بغیر قضاء

(۱۴۵) اگر دو شخصون نے ایک مکان خریدا جسمین یہ دونون بھی شفیع ہین اور ایک تیسرا شخص بھی اوس مین شفیع ہے ان دونون نے وہ مکان باہم تقسیم کر لیا بعد ازان تیسرا شفیع حاضر ہوا تو وہ اس تقسیم کو باطل کر سکتا ہے خواہ یہ تقسیم بحکم قاضی ہو یا بلا حکم قاضی

(۱۴۶) رجل اشترى دارا وبها شفيعان احدهما غائب فطلب الحاضر الشفعة فقضى له القاضي ثم جاء الشفيع الثاني فان الثاني يطلب الشفعة من الشفيع الحاضر الذي قضى له القاضي لا من المشتري لان الشفيع الاول قام مقام المشتري هذا اذا طلب الشفيع الحاضر جميع الدار بالشفعة فان طلب النصف على ظن انه لا يستحق الا النصف بطلت شفعته۔

(۱۴۶) ایک شخص نے ایک مکان خریدا جسمین دو شخص شفیع ہین مگر ایک شفیع حاضر اور ایک غیر حاضر ہے اس حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے بھی اسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازان شفیع دوم حاضر ہوا تو اس شفیع دوم کو مشتری سے طلب شفعہ نکرنا چاہیے بلکہ شفیع اول سے شفعہ طلب کرنا چاہیے جسکے لیے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا ہے اسلیے کہ اب شفیع اول مشتری کے قائم مقام ہوگیا مگر یہ اوسوقت ہے کہ شفیع اول تمام مکان مین طلب شفعہ کریے اور اگر اس گمان سے کہ صرف نصف مکان مین حق ہے نصف مکان مین شفعہ طلب کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۴۷) وكذا لو كان حاضرين فطلب كل واحد منهما الشفعة في النصف بطلت شفعتهما لان كل واحد منهما لما لم يطلب الكل بطلت شفعته في النصف الذي لم يطلب واذا بطلت شفعته في النصف يبطل في الكل

(۱۴۷) اسیطرح اگر ایک مکان فروخت ہوا جسمین دو شخص شفیع ہین اور دونون حاضر ہین اور ہر ایک نے نصف نصف مکان مین شفعہ طلب کیا تو دونون کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ جب ہر ایک نے پورے مکان مین شفعہ طلب نہ کیا تو اوس نصف باقی مین اسکا شفعہ باطل ہو گیا اور جب نصف مین باطل ہوا تو کل مین باطل ہو جائیگا

(۱۴۸) رجل باع دارا وهي في اجارة رجل والمستاجر شفيعها جاز البيع في حق البائع والمشتري ويتوقف في حق المستاجر فان اجاز المستاجر البيع نفذ البيع لزوال ما يوجب التوقف ويكون للمستاجر ان ياخذ الدار بالشفعة

(۱۴۸) ایک شخص نے اپنا ایک مکان جسمین کرایہ دار رہتا تھا فروخت کیا اور وہ کرایدار خود اوسمین شفیع تھا تو بائع اور مشتری کے حق مین یہ بیع جائز ہوگی مگر کرایدار کے حق مین اجازت پر موقوف رہیگی اگر کرایدار نے بیع کی اجازت دیدی تو نافذ ہو جائیگی اس لیے کہ توقف کا سبب زائل ہو گیا اور یہ کرایدار اس مکان کو شفعہ سے لے سکتا ہے۔

(۱۴۹) وهو بخلاف ما لو باع دارا على ان يكفل فلان بالثمن او بالدرك

(۱۴۹) اگر ایک مکان باین شرط فروخت کیا کہ فلان شخص اسکے ثمن یا اور کسی قسم کے نقصان کا کفیل ہو اور وہی شخص اوس

وفلان شفیع الدار فکفل الشفیع بطلت شفعتہ لان الکفالۃ اذا شرطت فی البیع کان تمام البیع بالکفالۃ فیصیر الکفیل بمنزلۃ البائع اما ھھنا البیع کان تاما جائزا بین البائع والمشتری فلا یصیر المستاجر بالاجارۃ بمنزلۃ البائع فلا یبطل شفعتہ۔

مکان میں شفیع ہو اگر اس شخص نے کفالت کو منظور کر لیا تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ جب بیع کے اندر کفالت کی شرط لگائی گئی تو بیع کا تام ہونا کفالت پر منحصر رہا اور یہ کفیل بمنزلہ بائع کے ہو جائیگا بخلاف صورت مذکورہ بالا کے کہ وہان بائع اور مشتری کے مابین بیع جائز ہو گئی ہے اور وہ کرایدار بمنزلہ بائع کے نہین ہے لہذا اوس کا شفعہ باطل نہو گا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۱۵۰) ولو ان المستاجر لم یجز البیع ولکنہ طلب الشفعۃ کان طلب الشفعۃ فسخا للاجارۃ۔

(۱۵۰) اگر صورت مذکورہ بالا مین کرایدار نے بیع کی اجازت ندی لیکن شفعہ کو طلب کیا تو شفعہ طلب کرنے کی وجہ سے اوسکا کرایہ نامہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۵۱) رجل اشتری دارا فحضر الشفیع واراد ان یاخذ الدار فقال المشتری احدثت فیھا ھذا البناء وقال الشفیع لا بل اشتریتھا مبنیۃ کما ھی کان القول قول المشتری وان اقاما البینۃ کانت بینۃ الشفیع اولی۔

(۱۵۱) ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور شفیع نے آکر اوس مکان کو لینا چاہا تو مشتری نے کہا یہ عمارت میری بنائی ہوئی ہے اور شفیع نے کہا یہ بات نہین ہے بلکہ تو نے اسیطرح اسکو خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہو گا اور اگر دونون نے گواہ سنا دیے تو شفیع کے گواہون کو ترجیح ہو گی۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۱۵۲) وکذا لو اشتری ارضا فحضر الشفیع فاراد ان یاخذ الدار وفیھا اشجار واختلفا علی ھذا الوجہ وانما یکون القول قول المشتری اذا لم یکن مکذبا ظاھرا فان کان مکذبا ظاھرا بان قال احدثت فیھا الاشجار الان لا یقبل قول المشتری وان قال اشتریت

(۱۵۲) اسیطرح اگر ایک شخص نے ایک زمین خریدی اور شفیع نے آکر جسوقت اوسکا لینا چاہا تو اوس زمین مین درخت موجود تھے اون درختون کے نسبت مشتری نے کہا یہ درخت مین نے لگائے ہین اور شفیع نے کہا یہ بات غلط ہے بلکہ جسوقت تو نے زمین کو خریدا ہے یہ درخت اوسمین موجود تھے تو مشتری کا قول معتبر ہو گا بشرطیکہ ظاہر مین جھوٹ نہ معلوم ہوتا ہو اور اگر ظاہر مین جھوٹ معلوم ہوتا ہے مثلاً اوس نے یہ بات کہی کہ اسیوقت مین نے

منذ عشرين يوما واحدثت فيها
الاشجار قبل قوله اذا بين وقتا
لا يكذبه الظاهر۔

(۱۵۳) ولو قال المشتري اشتريت
البناء بخمسمائة درهم ثم اشتريت الارض
بعد ذلك او قال اشتريت الارض
بدون البناء اولا ثم اشتريت البناء
بعقد آخر فلا شفعة لك في البناء لانه
نقلي صار مقصودا وقال الشفيع لا بل
اشتريتهما معا في صفقة واحدة في
القياس يكون القول قول المشتري
وفي الاستحسان يكون القول قول
الشفيع لان المشتري ينكر الشفعة
في البناء لتفرق الصفقة بعد قيام
سبب الشفعة ظاهرا فلا يقبل قول
المشتري ولو قال المشتري وهب
لي البناء اولا ثم اشتريت الارض
كان القول قول المشتري ويأخذ
الشفيع الارض بدون البناء۔

(۱۵۴) وكذا لو قال اشتريت النصف
ثم النصف وقال الجار وهو الشفيع
اشتريت الكل بعقد واحد كان
القول قول الشفيع استحسانا وان اقاما
البينة كانت البينة بينة المشتري
في قول ابي يوسف رحمه الله لانه هو المحتاج

یہ درخت لگائے ہیں تو مشتری کا قول معتبر نہ ہوگا اور اگر ایسا کہے کہ یہ خرید جو بیس دن گذرے
ہوا اور وقت اس میں درخت نہ تھے بلکہ میں نے یہ درخت لگائے ہیں تو اسکا قول معتبر ہوگا
بشرطیکہ درخت لگانے کی اسقدر قلیل مدت بیان کرے جس میں اسکا قول صریح کذب نہ ہو

(۱۵۳) اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ اولا میں نے اس مکان کی
عمارت پانسو روپیہ کو خرید کر بعد ازان اوسکی زمین خریدی ہے
یا یہ بات کہی کہ اولا میں نے اسکی فقط زمین اور اوسکے بعد اسکی
عمارت دوسری بیع سے خریدی ہے اس لیے عمارت کے اندر
تیرا شفعہ نہیں ہے اسلیے کہ وہ منقولات میں سے ہے اور یہاں
پر بیع سے مقصود بالذات ہے اور شفیع نے اسکے جواب میں
کہا یہ بات غلط ہے بلکہ تو نے ان دونوں کو ایک ہی مرتبہ میں
خریدا ہے قیاس چاہتا ہے اس صورت میں مشتری کا قول
معتبر ہو مگر استحسانا شفیع کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ
مشتری ظاہر کے خلاف جدا جدا بیع بیان کرکے عمارت میں
شفعہ کا منکر ہے اور ظاہر میں شفعہ کا سبب موجود ہے لہذا مشتری کا
قول معتبر نہوگا اور اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ اولا بذریعہ
ہبہ کے یہ عمارت مجکو ملی ہے بعد ازان اوسکی زمین کو
میں نے خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر
ہوگا اور یہ شفیع زمین کو بغیر عمارت کے
لے سکیگا۔

(۱۵۴) اسیطرح اگر مشتری نے کہا کہ اول میں نے نصف
مکان خریدا ہے اور نصف مکان دوسرے مرتبہ خریدا ہے اور ہمسایہ نے
جو اس مکان کے اندر شفیع تھا یہ بات کہی کہ تو نے کل مکان ایک ہی
بیع سے خریدا ہے تو استحسانا شفیع کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے
گواہ سنا دیے تو ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری کے گواہوں کا
اعتبار ہوگا اس لیے کہ گواہوں کی ضرورت فقط مشتری کو ہے

الی البینة وعلی قول محمد رح البینة بینة الشفیع فان ادعی المشتری انه اشتری الکل معا بعقد واحد وادعی الشفیع انه اشتراه متفرقا کان القول قول المشتری۔

(۱۵۵) وان قال المشتری وهب لی هذا البیت من الدار بطریقه الی باب الدار ثم باعنی مابقی من الدار بالف درهم وقال الشفیع بل اشتریت کل الدار بالف درهم کان القول قول المشتری فی البیت فیاخذ الشفیع کل الدار ان شاء غیر البیت وطریقه بالف فان جحد البائع هبة البیت کان القول قوله مع یمینه وان صدق البائع المشتری فیما قال کان البیت للموهوب له ولا یصدقان علی ابطال الشفعة فی الدار لان شرکة المشتری قبل شری الدار لاتظهر فی حق الشفیع بقولهما الا ان یقیم البینة علی الهبة قبل شراء الدار فیصیر المشتری شریکا فی الدار فیقدم علی الجار۔

(۱۵۶) رجل اشتری دارا فادعی الشفیع ان المشتری هدم طائفة من الدار وکذبه المشتری کان

اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ مین نے سخا ایک ہی مرتبہ کل مکان کو خریدا ہو اور شفیع نے دعوی کیا کہ تو نے دو مرتبہ کر کے اوس مکان کو خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

(۱۵۵) اگر مشتری یہ بات کہتا ہو کہ اولا اس احاطہ کا ایک کمرہ مع اوسکے راستہ جو احاطہ کے دروازے مین سے ہو بذریعہ ہبہ کے مجکو ملا ہے پھر باقی احاطہ ہزار روپیہ کو مین نے خریدا ہے اور شفیع کہتا ہے یہ بات غلط ہو بلکہ تو نے کل احاطہ ہزار روپیہ کو خریدا ہو تو اس کمرہ کے بارے مین مشتری کا قول معتبر ہوگا اور شفیع کو اگر منظور ہوگا تو اوس کمرہ اور اوسکے راستہ کے علاوہ کل احاطہ کو ہزار روپیہ سے لے سکیگا اور اگر اس صورت مین اصل مالک یعنے بائع یہ بات کہے کہ یہ کمرہ مین نے ہبہ نہین کیا تو حلف لیکر اس بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر بائع نے مشتری کے قول کے تصدیق کی تو وہ کمرہ بذریعہ ہبہ کے مشتری کو ملجائیگا مگر اوس احاطہ مین بطلان شفعہ کیبابت ان دونون کی تصدیق نکیجاویگی اس لیے کہ شفیع کے حق مین بائع اور مشتری کے کہنے سے قبل از خرید احاطہ مشتری کے شرکت احاطہ مین ظاہر نہوگی مگر جس صورت مین کہ یہ مشتری قبل از خرید احاطہ ہبہ ہو جانے پر گواہ سنا دے تو اوس وقت مین یہ مشتری احاطہ مین شریک ہونے کی وجہ سے جار پر مقدم ہوگا۔

(۱۵۶) ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے اس بات کا دعوی کیا کہ مشتری نے مکان کا کچہ حصہ گرا دیا ہو اور مشتری نے اس بات سے انکار کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے

القول قول المشتری والبينة بينة الشفيع وان لم يوقت شهود صاحب الشفعة يقضی بالبيت بينهما نصفين لاستوائهما فی الحجة ويقضی ببقية الدار للذی اقام البينة علی شراء كل الدار ولا شفعة لاحدهما علی الاخر لانه لم يثبت سبق شراء احدهما۔

گواہ پیش کیے تو شفیع کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر صاحب شفعہ کے گواہون نے وقت کی تعین نہین کی تو نصف نصف مکان اونکو دیا جائیگا اسلیے کہ حجت مین دونون برابر ہین اور باقی مکان اوس شخص کو دیا جائیگا جسنے کل مکان مزیدنے پر گواہ پیش کیے ہین اور ایک کا شفعہ دوسرے پر نہو سکیگا اسلیے کہ ایک کے خریدنے کو دوسرے پر تقدم ثابت نہین ہوا۔

\+ + + + + +

(۱۵۷) ولو اختصما فی الدار بين المتلازقين فاقام احدهما البينة انه اشتری هذه الدار بالف منذ شهر واقام الاخر البينة انه اشتری هذه الدار الاخری منذ شهرين يقضی للثانی بشری الدار الاخری منذ شهرين كما شهد شهوده ويقضی له ايضا بالشفعة فی الدار الاخری لان جواره سبق علی بيع الدار الثانية ولو لم يوقت شهوده يقضی لكل واحد منهما بداره ولا شفعة لواحد منهما وجعل كان البيعين كانا معا ولو وقت احدهما ولم يوقت الاخر يقضی لصاحب الوقت بالشفعة علی الاخر۔

(۱۵۷) اگر دو شخص دو ملے ہوے مکانون مین مخاصمت کرتے ہین اور ایک نے اسبات پر گواہ پیش کیے کہ مجکو ایک مہینہ گذرا جو مین نے اس مکان کو ہزار روپیہ خریدا ہے اور دوسرے نے اسبات کے گواہ پیش کیے کہ دو مہینے گذرے جو مین نے اس دوسرے مکان کو خریدا ہو تو دوسرے کے گواہون کے موافق دو مہینے سے دوسرے مکان کے خریدنے کا حکم دیا جائیگا اور اوس کے لیے اوس مکان مین شفعہ کا حکم دیا جائیگا اس لیے کہ دوسرے مکان کے بیع سے پہلے اوسکو حق جوار ثابت ہوا اور اگر اوسکے گواہون نے وقت کی تعین نہین کی تو ہر ایک کو اپنا اپنا مکان دلادیا جائیگا اور کوئی کسیکا شفیع نہوگا اور ایسا سمجھا جائیگا کہ گویا دونو بیع ایک ہی وقت مین ہوئی ہین اور اگر ایک نے وقت کی تعیین کی اور دوسرے نے نہ کی تو تعیین کرنے والا دوسرے کا شفیع ہو جائیگا۔

\+ + + + + +

فصل فيما للشفيع ان ياخذ البعض اولا ياخذ

اسبات کا بیان کہ شفیع مکان کا ایک حصہ لے سکتا ہے یا نہین

(۱۵۸) رجل اشتری ارضا فاجرها من الجار بالشراء او دفعها مزارعة او کان فیها نخل فدفع النخیل معاملة او ساومه الجار بعد ما علم الجار بالشراء بطلت شفعة الجار لان اقدامه علی هذه التصرفات بعد العلم بها رضا منه بقرار ملك المشتری فیبطل شفعته

(۱۵۸) ایک شخص نے ایک زمین خریدی اور جار کو زمین کرایہ پر او ٹھادی یا کاشت کے لیے وہ زمین کسی کو دیدی یا اوسکے اندر درخت تھے اور معاملہ کے طور پر پرورش کے لیے وہ درخت کسیکو دیدیے یا جار نے مشتری سے اوسکی قیمت ٹھیرائی اور اوسکو معلوم تھا کہ یہ زمین فروخت ہو گئی ہے تو اس جار کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ باوجود علم بالشراء کے شفیع کو ان تصرفات پر اقدام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مشتری کی ملکیت ثابت ہونے سے وہ راضی ہوگیا

(۱۵۹) ولو اشتری نخلا لیقطع ثم اشتری الارض بعد ذلك قال لا شفعة للشفیع فی النخیل لانه نقلی وکذا لو اشتری الثمر لیجزها والبناء لیهدمه ثم اشتری الارض بعد ذلك کان للشفیع الشفعة فی الارض خاصة۔

(۱۵۹) اگر ایک باغ کاٹنے کی غرض سے خرید ابعد ازان اوس باغ کی زمین کو بھی خرید لیا تو امام صاحب رح کے نزدیک ان درختون مین شفیع کا شفعہ نہو گا اسلیے کہ وہ منقولات مین داخل مین اسیطرح اگر درختون کو پھل توڑنے کی غرض سے یا عمارت کو ڈھانے کی غرض سے خرید کر بعد ازان اوسکی زمین کو بھی خرید لیا تو شفیع کا فقط زمین مین شفعہ ہو گا۔

(۱۶۰) ولو اشتری قریة فیها بیوت واشجار ونخل ثم انه باع الاشجار والبناء فقطع المشتری لبعض الاشجار وهدم بعض البناء ثم حضر الشفیع کان له الارض وما لم یقطعه من الاشجار وما لم یهدمه من البناء ولیس له ان یاخذ ما قطع ویطرح عن الشفیع حصة ما قطع من الشجر وما هدمه من البناء لانه صار مقصودا فاخذ قسطا من الثمن۔

(۱۶۰) ایک شخص نے ایک گانون خرید اجسمین بہت سے گھر اور درخت اور باغات ہین بعد ازان اوس شخص نے درختون اور عمارات کو فروخت کیا اور ہنوز مشتری نے تھوڑے سے درخت اور تھوڑے سے مکانات گرائے تھے کہ اس گانون مین شفیع پیدا ہو گیا تو اس شفیع کو اسوقت مین صرف گانون کی زمین اور وہ درخت اور مکانات مل سکتے ہین جنکو ہنوز مشتری ثانی نے نہین گرایا ہے اور جنکو گرادیا ہے وہ نہین مل سکتی بلکہ اون کی بھی قیمت لگا کر شفیع کے لیے ثمن کم کر دیا جائیگا اسلیے کہ بیع ثانی مین درخت اور مکانات مقصود بالذات ہین لہذا ثمن اون پر تقسیم لیا جائیگا

(۱۶۱) رجل اشتری نهرا باصله ولرجل ارض فی اعلی النهر لجنبه

(۱۶۱) ایک شخص نے نہر کو بالکل خرید لیا اور نہر کے کنارے پر شروع مین ایک شخص کے زمین ہو اور ایک شخص کی زمین

ولآخر ارض في اسفل النهر الى جنبه فلهما الشفعة جميعا في اصل النهر من اعلاه الى اسفله وكذا القناة والبير والعين لانها من العقارات وتستحق بالشفعة وكذا القناة مفتحها في ارض وظهرها في ارض اخرى فجيران القناة من مفتحها الى مصبها شركاء في الشفعة۔

اس نہر کے اخیر میں ہو تو یہ دونوں زمیندار اول سے اخیر تک اس نہر میں شفیع ہیں اور بند اور کنوئیں اور چشمہ کا بھی یہی حکم ہے اسلیے کہ یہ سب عقارات میں داخل ہیں لہذا سب میں شفعہ ہو سکتا ہے اسیطرح وہ بند جسمیں ایک زمین سے پانی آتا ہے اور دوسری زمین میں جاتا ہے تو اس بند کے پاس رہنے والے لوگ اول سے اخیر تک اس بند میں شفعہ کے اندر شریک ہیں۔

(۱۶۲) رجل له نصيب في نهر فهو احق بالشفعة ممن يجري النهر في ارضه لان الذي يجري النهر في ارضه جار وصاحب النصيب في النهر شريك في المبيع فكان مقدما على الجار۔

(۱۶۲) ایک شخص ایک نہر میں حصہ دار ہے اور ایک شخص کی زمین میں نہر چلتی ہے تو یہ حصہ دار زمین والے پر نہر کے شفعہ میں مقدم ہوگا اسواسطے کہ جسکی زمین میں نہر چلتی ہے وہ اوس نہر کا جار ہے اور یہ حصہ دار نہر میں شریک ہے لہذا اوسکو جار پر تقدم ہوگا۔

(۱۶۳) رجل له ارض كثيرة المؤن والخراج لا يشتريها احد فباعها من انسان مع دار له قيمتها الف وخمسمائة بالف وخمسمائة وللدار شفيع ايأخذ الدار بالشفعة ولا يأخذ الارض قالوا ان كانت الارض بحال يشتريها احد من اصحاب السلطان قسم الثمن وهو الف وخمسمائة على الدار وعلى قيمة الارض وهي القدر الذي يشتريها احد من اصحاب السلطان فيأخذ الشفيع الدار بذلك ان رضي به

(۱۶۳) ایک شخص کے پاس ایک زمین ہے جسمیں اوسکو محنت بھی زیادہ کرنی پڑتی ہے اور محصول بھی زیادہ دینا پڑتا ہے اسوجہ سے کوئی شخص اوسکا خریدار نہیں اسواسطے اس زمیندار نے اوس زمین کے ساتھ ایک مکان شامل کر کے جسکی قیمت ڈیڑھ ہزار ہے ڈیڑھ ہزار سے فروخت کیا اور اس مکان میں ایک شخص شفیع ہے سوال یہ ہے کہ یہ شفیع اوس زمین کو چھوڑ کر صرف مکان کو لے سکتا ہے یا نہیں فقہا کہتے ہیں اگر یہ زمین ایسی ہے کہ اراکین سلطنت میں سے کوئی شخص اوسکا خریدار ہو سکتا ہے تو یہ ڈیڑھ ہزار اوس مکان پر اور زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور زمین کی وہ قیمت فرض کی جاوے گی جو اراکین سلطنت میں سے کوئی اوس قیمت سے خرید سکے اور جسقدر قیمت مکان کی

المشتری وان کانت الارض بحال لا یشتریها احد من اصحاب السلطان ولکنه ینتفع بها ینظر الی قیمة الارض فی اخر الوقت الذی ذهبت رغبة الناس عنها ثم ینقسم الثمن علی ذلک لانه اذا لم یکن لها قیمة فی الحال یعتبر قیمتها فی اخر الوقت الذی کانت متقومة وذهبت رغبة الناس عنها۔

حصہ مین پڑیگی وہی قیمت دیکر شفیع اوس مکان کو لے سکتا ہی بشرطیکہ مشتری بہی راضی ہو جاوے اور اگر ایسی زمین ہے کہ ارا کین سلطنت مین سے کوئی اوسکو نہین خرید سکتا لیکن اوس زمین سے نفع اوٹھا سکتے ہین تو دیکھا جائیگا کہ اخیر وقت مین جب سے لوگون کی رغبت اوسکی خریداری سے جاتی رہی ہے اوسکی کیا قیمت تھی پھر وہ ثمن اوس مکان اور اوس قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اسواسطے کہ فی الحال زمین کی کچھ قیمت نہین ہے تو اخیر وقت کی قیمت لگائی جائیگی یعنے جب سے لوگونکی خریداری جاتی رہی ہے۔

(۱۶۴) رجل اشتری دارین فی موضعین مختلفین احدهما بالشام والاخری بالعراق فی صفقة واحدة فان کان الشفیع شفیعا للدارین جمیعا فانه یاخذ الدارین ولیس له ان یاخذ احد الدارین۔

(۱۶۴) ایک شخص نے دو مکان دو مختلف شہرون مین ایک ہی بیع سے خریدے مثلا ایک مکان شام مین اور دوسرا عراق مین اور ایک شخص ان دونون مکانون مین شفیع ہے تو وہ دونون مکانون کو سگا لے سکتا ہے اگر صرف ایک مکان لینا چاہے تو نہین لے سکتا۔

+ + + + + + +

(۱۶۵) وان اشتری الدارین فی صفقتین فاراد الشفیع ان یاخذ احدی الدارین کان له ذلک وان کان هو شفیعا للدارین جمیعا۔

(۱۶۵) اگر ایک شخص نے دو شہرون کے دو مکان دو بیع سے خریدے اور شفیع صرف ایک مکان لینا چاہے تو لے سکتا ہے اگرچہ دونون مکانون مین وہ شفیع ہو۔

(۱۶۶) رجل اشتری خمس منازل من رجل واحد فی سکة غیر نافذة بصفقة واحدة فاراد الشفیع ان یاخذ منزلا واحدا قالوا ان طلب الشفعة بحکم الشرکة فی الطریق لا یاخذ البعض لانه تفریق للصفقة من غیر ضرورة وان اراد الشفعة بحکم الجوار وجواره

(۱۶۶) ایک شخص نے کسی سے پانچ مکان کوچہ سربستہ مین ایک بیع سے خریدے اور شفیع صرف ایک مکان لینا چاہتا ہے تو دیکھا جائیگا کہ یہ شفیع شرکت راستہ کی وجہ سے شفعہ کرتا ہے یا فقط اس ایک مکان کا ہمسایہ ہے۔ دوسری صورت مین ایک مکان کو لے سکتا ہے پہلی صورت مین نہین لے سکتا اسواسطے کہ بلا ضرورت ایک بیع کی تفریق لازم آتی ہے الحاصل جو شخص کوئی زمین دو جگہ یا دو باغ یا دو مکان مختلف مواضع

في هذا المنزل الذي يريد اخذه لا غير كان له ذلك فالحاصل انه اذا اشترى عقارا في موضعين او بستانين او دارين في مواضع متفرقة فان كانت الصفقة متفرقة بان اشترى كل دار بصفقة على حدة والشفيع شفيع لهما بدارين له او بدار واحدة فاراد ان ياخذ بالشفعة احدهما كان له ذلك وان اشتريهما في صفقة واحدة فان كان الشفيع شفيعا لهما جميعا ليس له ان ياخذ بالشفعة احدهما ولكن ياخذهما او يدع۔

وان كان الشفيع شفيعا لاحدهما والصفقة واحدة اختلف الروايات فيه عن ابي حنيفة رح في اخر الروايات عنه وهو قول ابي يوسف ومحمد رح فانه ياخذ التي هو شفيعها خاصة وهو كما لو اشترى دارا وعبدا بصفقة واحدة فان الشفيع ياخذ الدار بالشفعة دون العبد۔

مین خریدی اور بیع بھی علحدہ علحدہ ہو کہ ہر مکان کو علحدہ بیع سے خریدے اور شفیع بذریعہ ایک مکان یا دو مکانون کے اونمین شفعہ کرے اور فقط ایک مکان کا لینا چاہے تو لے سکتا ہے اور اگر اون دونون کو ایک بیع سے خریدا ہو تو اسکی دو صورتین ہین اگر شفیع اُن دونون کے اندر شفیع ہو تب تو بذریعہ شفعہ کے ایک کو نہین لے سکتا بلکہ اوسکو اختیار ہوگا کہ دونون کو لے لے یا دونون کو چھوڑ دے اور اگر فقط ایک مکان مین شفیع ہو اور بیع ایک ہی ہوی ہو تو ابو حنیفہ رح سے اس صورت مین مختلف قول مروی ہین - مگر اخیر روایت اور نیز ابو یوسف اور محمد رح کا قول یہ ہے کہ جس مکان مین وہ شفیع ہے فقط اوسکو لے سکتا ہے جسطرح کوئی شخص ایک غلام اور ایک مکان کو مثلا ایک بیع سے خریدے تو شفیع صرف مکان بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے غلام کو نہین لے سکتا۔

+ + + + + +

+ + + + + +

+ + + + + +

(١٦٧) هذا اذا كان الشفيع شفيعا لاحدهما فان كان شفيعا لهما جميعا والصفقة واحدة فانه ياخذهما او يدع۔

(١٦٧) صورت مذکورہ بالا مین یہ تفصیل اوسوقت ہے کہ شفیع صرف ایک مکان مین شفیع ہو اور اگر دونون مین شفیع ہو اور بیع ایک ہی ہوی ہو تو شفیع کو اختیار ہے کہ دونون کو لے لے یا بالکل دونون کو چھوڑ دے۔

(١٦٨) رجلان باعا دارا مشتركة بينهما

(١٦٨) دو شخصون نے ایک مکان مشترک ایک شخص کے ہاتھ

من رجل لم یکن للشفیع ان یاخذ البعض وان کان البائع واحدا والمشتری اثنین فللشفیع ان یاخذ حصة احدهما یعتبر جانب المشتری لا جانب البائع وروی الحسن عن ابی حنیفة رح ان البائع اذا کان اثنین والمشتری واحدا کان للشفیع ان یاخذ نصیب احد البائعین قبل القبض ولا یاخذ بعضه بعد القبض وهذا قول ابی حنیفة رح الاول اما فی قوله الآخر یعتبر جانب المشتری علی کل حال قبل القبض وبعده سواء کان المشتری اشتراه لنفسه او لغیره بالوکالة۔

فروخت کیا تو شفیع ایک کے حصہ کو نہیں لے سکتا ہے اور اگر ایک شخص نے اپنا مکان دو شخصون کے ہاتھ فروخت کیا تو شفیع فقط ایک مشتری کے حصہ کو بھی لے سکتا ہے غرض اس بارے مین مشتری کا لحاظ کیا جایگا نہ بائع کا اور حسن نے ابو حنیفہ رح سے روایت کیا ہے کہ اگر بائع دو شخص ہین اور مشتری ایک شخص ہے تو شفیع ایک بائع کے حصہ کو بھی لے سکتا ہے بشرطیکہ ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو اور اگر قبضہ کر لیا ہے تو ایسا نہین کر سکتا۔ یہ ابو حنیفہ رح کا پہلا قول ہے مگر اخیر قول یہی ہے کہ ہر حال مین مشتری کا اعتبار کیا جایگا خواہ اوسکا قبضہ ہوا ہو یا نہین اور خواہ مشتری نے اپنے لیے خریدا ہو یا دوسرے کے لیے وکالۃً خریدا ہو۔

\+ + + + + + + + +

(۱۶۹) رجل اشتری دارین لرجلین فلیس للشفیع ان یاخذ نصیب احد الآمرین۔

(۱۶۹) ایک شخص نے دو شخصون کے لیے دو مکان خریدے تو شفیع کو اسبات کا اختیار نہین ہے کہ ایک شخص کا حصہ لے سکے۔

(۱۷۰) وان اشتری رجلان دار الرجل کان للشفیع ان یاخذ النصف ولو کان البائع اثنین والمشتری واحدا فطلب الشفیع نصیب احد البائعین لا یبطل شفعته بذلک وله ان یاخذها کلها مقسومة کانت او غیر مقسومة

(۱۷۰) اگر دو شخصون نے ایک مکان کسی شخص کے لیے خریدا تو شفیع اگر لینا چاہے نصف مکان کو لے سکتا ہے اور اگر دو شخصون سے ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے ایک بائع کے حصہ مین شفعہ طلب کیا تو اوس کا شفعہ باطل نہو گا مگر اوس کو کل مکان لینا پڑے گا خواہ تقسیم شدہ ہو یا نہو۔

فصل فی تسلیم الشفعة والحیلة فی ابطالها واسقاطها

شفعہ کے چھوڑ دینے اور اوسکے باطل کرنے یا ساقط کرنیکے لیے حیلہ کرنے کا بیان

(۱۷۱) رجل اشتری دارا بمائة

(۱۷۱) ایک شخص نے سو اشرفی کو ایک مکان خریدا

دينار وقال للشفيع اشتريت هذه الدار بمائة دينار فسلم لي نصفها وادفع نصفها اليك فقال الشفيع نعم ان قال فعلت ذلك يكون تسليما للشفيع۔

اور شفیع سے یہ بات کہی کہ مین نے اس مکان کو سو اشرفی سے خریدا ہے تو اس مکان کا نصف مجکو چھوڑ دے اور باقی نصف مین تجکو دونگا شفیع نے کہا اچھا مین نے اس بات کو منظور کیا تو شفیع کا یہ قول تسلیم کر لینا سمجھا جائیگا۔

(١٧٢) وذكر هذه المسئلة في كتاب الشفعة وجعلها على ثلاثة اوجه اما ان سلم الشفعة بالدراهم او ببعض منها بعينها او ببعضها بغير عينها او قال سلمت لك نصف الشفعة بمائة درهم بطلت شفعته في الكل وان قال سلمت لك الشفعة في نصف الدار فيه روايتان في رواية تبطل الشفعة في الكل وفي رواية لا تبطل وذكر في الجامع ما يدل على ان تسليم الشفعة في البعض لا يبطل شفعته في الكل وان صالح الشفيع من الشفعة على دراهم بطلت شفعته ولا يجب المال۔

(١٧٢) مسئلہ مذکورہ بالا کو کتاب الشفعہ مین ذکر کیا ہے اور اوسکی تین صورتین بیان کی ہین اگر بجائے اشرفیون کے اوسیقدر روپیہ سے یا اوسکے ایک حصہ معین یا غیر معین سے شفعہ کو چھوڑ دے یا یہ بات کہے کہ بعوض سو روپیہ کے مین نے نصف شفعہ تجکو چھوڑ دیا تب تو کل مکان مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر یہ بات کہی کہ نصف مکان مین تیرے لیے شفعہ چھوڑ دیا تو اوسمین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ کل مکان مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایک روایت کے موافق باطل نہوگا اور جامع کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حصے مین شفعہ چھوڑ دینے سے کل مکان مین شفعہ باطل نہین ہوتا اور اگر شفیع نے کچھ روپیہ ٹھیرا کر مشتری سے صلح کر لی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور مشتری کو کچھ دینا نہ پڑے گا اور اگر مکان کا ایک خاص حصہ مشتری سے ٹھیرا کر فیصلہ کر لیا تو یہ فیصلہ صحیح ہوگا اور شفیع کو نصف مکان مل جائیگا اور باقی نصف مشتری کے لیے رہجائے گا۔

وان صالح على بعض المعين من الدار صح الصلح ويكون للشفيع نصف الدار ويبقى النصف للمشتري

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

(١٧٣) ولو ان الشفيع قال للمشتري وقد اشترى الدار لغيره بالوكالة سلمت شفعتها او سلمت الشفعة

(١٧٣) اگر ایک شخص نے دوسرے کے لیے وکالۃً ایک مکان خریدا اور شفیع نے اس مشتری سے کہا مین نے اس مکان کا شفعہ چھوڑ دیا یا یہ کہا کہ تیرے لیے چھوڑ دیا

لك او قال ذلك للبائع والدار فی يد البائع كان تسليما للشفعة۔

(۱۷۴) ولو قال للبائع بعد ما سلم الدار الى المشتری سلمت الشفعة لك صح استحسانا۔

(۱۷۵) ولو قال سلمت الشفعة بسببك او لاجلك صح تسليمه قياسا واستحسانا۔

(۱۷۶) فان قال للوكيل بشراء بعد ما دفع الدار الى الموكل سلمت لك الشفعة صح استحسانا ولو اشترى دارا بالوكالة لغيره فقال اجنبی للشفيع سلم شفعة هذه الدار للموكل فقال الشفيع سلمتها لك او اعرضت عنها لك صح تسليمها قياسا واستحسانا ولو قال الشفيع لاجنبی ابتداء سلمت شفعة هذه الدار لك او قال اعرضت عنها لك لا يصح تسليمه ولا يبطل شفعته قياسا واستحسانا ولو قال لاجنبی سلمت الشفعة للموكل او قال وهبتها للموكل او قال اعرضت عنها للموكل لاجلك وشفاعتك صح تسليمه للامر وتبطل شفعته۔

(۱۷۷) ولو صالح الاجنبی الشفيع من شفعته علی دراهم معلومة كان تسليما ولا يجب المال لانه لو صالح المشتری من الشفعة علی مال بطلت شفعته ولا يجب المال وهو بمنزلة ما اذا صالح الكفيل بالنفس الطالب علی مال لا يجب المال

یا بائع سے یہ بات کہی اور اسوقت مکان بائع کے قبضہ مین تھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جایگا۔

(۱۷۴) اگر شفیع نے بائع سے یہ بات کہی تیرے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا اور مکان پر مشتری کا قبضہ ہو چکا تھا تو استحسانا اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جایگا۔

(۱۷۵) اگر صورت مذکورہ بالا مین شفیع نے بائع سے کہا تیرے خاطر سے مین نے شفعہ چھوڑ دیا تو قیاسا اور نیز استحسانا اوسکا شفعہ باطل ہو جایگا۔

(۱۷۶) اگر ایک وکیل نے مکان خرید کر اپنے موکل کو دیدیا بعد ازان شفیع نے وکیل سے کہا مین نے تیرے لیے شفعہ چھوڑ دیا ہے تو استحسانا اوسکا شفعہ باطل ہو جایگا اور اگر اسی صورت مین ایک اجنبی شخص نے شفیع سے کہا اس مکان کا شفعہ موکل کے لیے چھوڑ دے شفیع نے کہا تیرے لیے مین نے چھوڑ دیا یا تیرے لیے شفعہ سے مین نے اعراض کر لیا تو قیاسا اور نیز استحسانا شفعہ باطل ہو جایگا اور اگر شفیع نے اجنبی کے بغیر کہے خود اوس سے یہ بات کہی تیرے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا یا تیرے لیے شفعہ سے اعراض کر لیا تو استحسانا شفعہ باطل نہوگا اور اگر اجنبی سے کہا موکل کے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا یا موکل کے لیے ہبہ کر دیا یا موکل کے لیے تیری وجہ سے اور تیری سفارش سے اعراض کر لیا تو موکل کے لیے اوسکا چھوڑنا صحیح ہوگا۔

(۱۷۷) اگر ایک اجنبی شخص نے کچھ روپیہ مقرر کر کے شفیع سے شفعہ کے بارے مین صلح کر لی تو شفعہ باطل ہو جایگا اور اجنبی کو روپیہ دینا نہ پڑیگا اسلیے کہ اگر خود مشتری بعوض کچھ مال کے شفیع سے صلح کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور مشتری کو کچھ مال دینا نہین پڑتا ہے جسطرح کفیل بالنفس کچھ مال مقرر کر کے طالب سے صلح کرے تو کفیل کو مال دینا نہین پڑتا اور اسبات مین اختلاف ہے کہ وہ کفالت سے بری ہو جاتا ہے یا نہین ابو حفص کی روایت

وهل يبرأ عن الكفالة في رواية ابي حفص يبرأ ولا يبرء في رواية ابي سليمان

کے موافق بری ہوجاتا ہے اور ابوسلیمان کے روایت کے موافق بری نہین ہوتا۔

۱۷۸، ولو ان اجنبيا قال للشفيع اصالحك على كذا من الدراهم على ان تسلم الشفعة ولم يقل لي فقبل الشفيع لا يجب المال على الاجنبي ولا يبطل شفعته۔

۱۷۸، اگر ایک اجنبی شخص نے شفیع سے یہ بات کہی کہ مین اسقدر روپیہ کے اسبات پر مین تجھسے صلح کرتا ہون کہ تو شفعہ کو چھوڑ دے اور یہ لفظ نہ کہا کہ میرے لیے اور شفیع نے قبول کرلیا تو اس اجنبی پر روپیہ لازم نہوگا اور اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

۱۷۹، ولو قال الشفيع للبائع سلمت لك بيعك او قال للمشتري سلمت لك شراءك بطلت شفعته۔

۱۷۹، اگر شفیع نے بائع سے کہا تیرے لیے مین نے تیری بیع کو چھوڑ دیا یا مشتری سے کہا تیرے لیے تیری خریدنے کو چھوڑ دیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔

۱۸۰، وان قال لاجنبي سلمت لك شراء هذه الدار لم يكن ذلك تسليما ولا تبطل شفعته۔

۱۸۰، اگر شفیع نے ایک اجنبی شخص سے کہا تیرے لیے مین نے اس مکان کے خریدنے کو چھوڑ دیا تو شفعہ باطل نہوگا

۱۸۱، وان قال الشفيع للمشتري سلمت هذه الدار لك او شفعة هذه الدار لك ان كنت اشتريتها لنفسك وقد كان المشتري اشتراها لغيره لا يبطل شفعته لانه علق التسليم بالشرط وتسليم الشفعة اسقاط يحتمل التعليق والمعلق بالشرط لا ينزل عند عدم الشرط

۱۸۱، اگر شفیع نے مشتری سے کہا مین نے اس مکان کو یا اس مکان کے شفعہ کو تیرے لیئے چھوڑ دیا اگر تو نے اپنے لیے خریدا ہے اور مشتری نے کسی اور کے لیے اسکو خریدا تھا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ شفیع نے ترک شفعہ مین شرط لگائی تھی اور شفعہ کا ترک کرنا ایک حق کا ساقط کرنا ہے جسمین شرط لگ سکتی ہے اور مشروط بغیر شرط کے ثابت نہین ہوتا

۱۸۲، ولو ان الشفيع قال للمشتري سلم لي نصف الدار بالشفعة فابى المشتري لا يبطل شفعته هو الصحيح وكذا لو قال الشفيع انا شفيع هذه الدار سلم لي نصفها بالشفعة

۱۸۲، اگر شفیع نے مشتری سے کہا نصف مکان بذریعہ شفعہ کے مجکو دے اور مشتری نے انکار کیا تو قول صحیح یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا۔ اسیطرح اگر شفیع نے کہا مین اس مکان کا شفیع ہون لهذا بذریعہ شفعہ کے نصف مکان مجکو دے تو باقی نصف مکان مین تیرے لیے چھوڑ دون مشتری نے

فاسلم لك النصف الباقی فابی المشتری لایبطل شفعته۔

اس بات سے انکار کیا تو شفعہ باطل نہو گا۔

(۱۸۳) ولو ان البائع والمشتری قالا للشفیع ابرئنا عن کل خصومة لك قبلنا ففعل وهو لا یعلم بثبوت الشفعة بطلت شفعته قضاء ولا تبطل فیما بینه وبین الله تعالی وهو کرجل قال لغیره اجعلنی فی حل ففعل ولم یعلم بما له قبله فی القضاء یبرأ عما له علیه ولا یبرأ فیما بینه وبین الله تعالی۔

(۱۸۳) اگر بائع اور مشتری نے شفیع سے کہا کہ ہم سے تجھے جو کچھ جھگڑا ہے اوس سے ہمکو بری کردے اور شفیع نے اونکو بری کردیا اگر ثبوت شفعہ کا اوسکو علم نہ تھا تو عند القاضی اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور عند اللہ باطل نہوگا جیسے کوئی شخص کسی سے کہے میرے اوپر جو کچھ تیرا حق ہو مجھکو معاف کردے اور اس شخص کو اس بات کا علم نہ تھا کہ کیا حق ہے اور اوسنے معاف کردیا تو عند القاضی یہ شخص اوسکے حق سے بری ہو جائیگا اور عند اللہ بری نہوگا

(۱۸۴) ولو ان رجلا اوصی بداره لرجل فلم یعلم به الموصی له ومات الموصی فبیعت دار بجنب دار الوصیة ثم قبل الموصی له الوصیة فلا شفعة للموصی له فی الدار الثانیة لانه لم یملك الوصیة قبل القبول فلا یکون جار الدار الثانیة۔

(۱۸۴) اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا مکان فلان شخص کو دیا جائے اور جسکے لیے وصیت کی ہے اوسکو وصیت کا علم نہیں ہے اب وصیت کرنے والا مرگیا اور اوس مکان کے پہلو مین ایک مکان فروخت ہوا پھر اوس نے اوس وصیت کو قبول کیا تو دوسرے مکان مین اس شخص کا شفعہ نہوگا اسلیے کہ قبل از قبول وصیت یہ شخص مکان کا مالک اور فروخت شدہ مکان کا جار نہ تھا۔

(۱۸۵) ولو ان الموصی له مات قبل ان یعلم بالوصیة ثم بیعت الدار الثانیة بجنبها فادعی ورثة الموصی له الشفعة فی الدار الثانیة کان لهم ذلك لان موت الموصی له قبل القبول یکون قبولا للوصیة فصارت الوصیة میراثا عنه لورثته فاذا ثبت الملك للورثة تحقق لهم سبب الشفعة وهو الجوار۔

(۱۸۵) اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا فلان مکان فلان شخص کو دیدینا اور موصی لہ یعنے جسکے لیے وصیت کی تھی، اس وصیت سے لاعلم تھا اور اوسی لاعلمی کی حالت مین مرگیا بعدازان اوس مکان کے پہلو مین ایک مکان فروخت ہوا اور اس موصی لہ کے وارثون نے فروخت شدہ مکان مین شفعہ کا دعوی کیا تو انکا دعوی صحیح ہے اسلیے کہ قبل از قبول وصیت موصی لہ کا مرجانا وصیت قبول کرنے کے حکم مین ہے اور وہ وصیت کا مکان موصی لہ کے وارثون کی ملک ہو جائیگا اور جب اونکی ملک ثابت ہو گیا تو شفعہ کا سبب یعنے جوار ثابت ہو گیا

(١٨٦) واما الحيل في ابطال الشفعة ذكر الخصاف رحمه الله فيه منها ما يكون تزهيدا عن طلب الشفعة ومنها ما يكون ابطالا اما ما يكون ابطالا فمنها ان يهب البائع الدار للمشتري ويشهد على الهبة والمشتري يهب الثمن للبائع ويشهد عليها فلا يثبت الشفعة اذا لم يكن الهبة بشرط العوض الا ان هذه الحيلة لا يملكها بعض الناس لانها تبرع ومن الناس من لا يملك التبرع كالاب والوصي وغيرهما۔

(١٨٦) خصاف رحمہ نے ذکر کیا ہو بعض حیلے ایسے ہین جنسے شفیع کو خود ہی شفیع کیطرف توجہ نہین رہتی اور بعض ایسے ہین جنسے شفعہ باطل ہو جاتا ہے ابطال شفعہ کے لیے منجملہ حیلون کے ایک یہ حیلہ ہو کہ بائع اوس مکان کو اولا مشتری پر ہبہ کرکے لوگون کو گواہ کردے اوس کے بعد مشتری بائع پر ثمن ہبہ کرکے لوگونکو گواہ کردے اگر یہ ہبہ بشرط عوض نہو لیکن یہ ایسا حیلہ ہو کہ ہر شخص اس حیلے کو نہین کرسکتا اسواسطے کہ ہبہ تبرعات مین سے ہے اور بعض لوگون کو تبرعات کا اختیار نہین ہوتا مثلا نابالغ کا باپ یا باپ کا وصی وغیرہ۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(١٨٧) ومنها ان يتصدق بالدار على انسان ثم المشتري يتصدق بمثل الثمن على البائع فهي والهبة سواء الا ان في الهبة للاجنبي يملك الرجوع وفي الصدقة لا يملك۔

(١٨٧) از انجملہ یہ حیلہ ہے کہ بائع اپنا مکان مشتری پر صدقہ کردے اور مشتری ثمن کی قدر بائع پر صدقہ کرے یہ صورت اور ہبہ کی صورت دونون برابر ہین مگر اتنا فرق ہو کہ اجنبی کے لیے ہبہ کرنے مین ہبہ کرنے والا رجوع کرسکتا ہو اور صدقہ مین رجوع نہین کرسکتا۔

(١٨٨) ومنها ان يهب جزء شائعا من الدار ثم يترافعان الى القاضي الذي يرى هبة المشاع فيما يحتمل القسمة فيحكم بجواز الهبة ثم يبيع بقية الدار منه فيكون الموهوب له مقدما على الجار۔

(١٨٨) ایک حیلہ یہ ہو کہ بائع مکان کا کوئی غیر معین حصہ مشتری کو ہبہ کردے پھر یہ بائع اور مشتری ایسے قاضی کے روبرو اپنا قضیہ پیش کرین جو محتمل القسمۃ چیزون مین ایک حصہ غیر معین کے ہبہ کو تجویز کرتا ہو تاکہ یہ قاضی جواز ہبہ کا حکم دے اوسکے بعد یہ بائع باقی مکان اوس مشتری کے ہاتھ فروخت کرے تو اس صورت مین مشتری بسبب شرکت کے جار پر مقدم ہوگا

(١٨٩) ومنها ان يهب الدار بشرط العوض الا ان هذا على الرواية

(١٨٩) از انجملہ ایک یہ حیلہ ہو کہ بشرط عوض اپنا مکان کسیکو ہبہ کرے مگر یہ اوس روایت کے موافق ہوسکتا ہو کہ ہبہ بشرط

التى لايثبت الشفعة فى الهبة بشرط العوض
اما فى الروايات الظاهرة تثبت الشفعة
فى الهبة بشرط العوض فان
اراد ان لا ياخذ الشفيع فى
ظاهر الروايات ينبغى ان ياخذ الموهوب
له الدار الاجزأ منها وياخذ الواهب
كل العوض الادانقا فلايثبت الشفعة
للشفيع فان فى الهبة بشرط العوض قالوا
انما يثبت الملك للموهوب له اذا قبض
الكل اما اذا لم يقبض الكل لايثبت له
الملك ولاينقطع حق الواهب ويكون
للواهب ان يرجع من غير قضاء ولا
رضاء يروى ذلك عن محمد رح
نصا فيكون هذا كالبيع بشرط الخيار
للبائع وثم لايثبت الشفعة للشفيع مابقى
حق البائع هذا اذا كان الموهوب شيئا
يحتمل القسمة فان كان
لايحتمل القسمة كالبيت الصغير
والحانوت اذا وهب منها جزءا
معلوما شائعا جاز عند الكل
ولايكون للجار ان ياخذ بالشفعة

(١٩٠) ومنها ان يشترى البناء اولا
فى صفقة ثم يشترى العرصة بثمن غال
فلايثبت الشفعة فى البناء لانه نقلى
ولايرغب الشفيع فى اخذ العرصة بثمن

عوض مین شفعہ ثابت نہین ہوتا لیکن روایت
ظاہر یہی ہے کہ ہبہ بشرط عوض مین شفعہ ثابت ہوجاتا ہی
پس اگر ہبہ کرنے والے کو مقصود ہو کہ ظاہر روایت کے
بھی موافق شفیع نہ لے سکے تو یہ تدبیر کرنی چاہیئے کہ موہوب لہ
یعنے جسکو ہبہ کیا ہے، کل مکان کو قبول کرے مگر ایک بالشت
چھوڑ دے اور ہبہ کرنے والا کل عوض قبول کرے اور ایک
پیسہ چھوڑ دے کہ اسوقت مین شفیع کا شفعہ نہوگا اسلیے
ہمارے نزدیک ہبہ بشرط العوض مین موہوب لہ کی ملک
اوسوقت ثابت ہوتی ہی کہ جبوقت کل پر قبضہ کرے
اور جب تک کل پر قبضہ نہوگا ملک ثابت نہوگی اور ہبہ کنندہ
کا حق اوس سے منقطع نہوگا بلکہ بلا حکم قاضی اور بلا رضامندی
باہمی کے اوسکو ہبہ کے واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔ محمد رح سے
یہ قول صراحۃً مروی ہی پس اوسکا حال ایسی بیع کا سا حال
ہی جسمین بائع کا اختیار شرط کیا گیا ہے کہ جب تک بائع کا
حق باقی رہیگا شفیع کا شفعہ ثابت نہوگا۔ یہ حکم اوسوقت
ہی کہ ہبہ کنندہ محتمل القسمت چیز کو ہبہ کرے اور اگر غیر محتمل
القسمت چیز ہی مثلاً چھوٹی سی کوٹھری یا دوکان اور اوسمین سے
نصف بلا تعیین ہبہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہوگا اور جار کو شفعہ
کا اختیار نہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

(١٩٠) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری اولاً ایک بیع سے
مکان کی صرف عمارت کو خریدے بعد ازان مکان کی
زمین کو گران قیمت سے خریدے کہ عمارت چونکہ منقولات
مین داخل ہی اسلیے اوسمین شفعہ نہوگا اور زمین کو گران ہونے کی وجہ سے

غال بكان تزهيدا۔

شفیع خود نہ لیگا اس حیلے سے شفیع شفعہ نکر سکیگا اگرچہ اوسکا شفعہ باطل نہوگا

(۱۹۱) وكذا لو وهب البناء باصله ثم يشتري العرصة بثمن غال وكذلك في الكروم والاراضي۔

(۱۹۱) ایک حیلہ یہ ہے کہ مالک مکان عمارت کو کسی پر ہبہ کرکے اوسکی زمین کو گران قیمت سے اوسی شخص کے ہاتھ فروخت کردے اور باغات و اراضی کا بھی یہی حال ہے۔

(۱۹۲) وفي هذه الفصول اذا اراد الشفيع ان يحلف البائع او المشتري بالله ما فعل هذا فرارا عن الشفعة ان اراد تحليف البائع ليس له ذلك لان نكوله لا يكون حجة على المشتري وان اراد تحليف المشتري فكذلك لانه يدعي عليه شيئا لو اقر به لا يلزمه۔

(۱۹۲) حیلے کی صورتون مین اگر شفیع کو بائع یا مشتری سے اسبات کا حلف لینا منظور ہو کہ یہ تدبیر ابطال شفعہ کے لیے نہین کی گئی ہے تو بائع سے حلف نہین لے سکتا اسواسطے کہ اگر بائع نے حلف سے انکار کیا تو مشتری پر اوسکا انکار حجت نہوگا اور نہ مشتری سے حلف لے سکتا ہے اسلیے کہ اگر مشتری اوسکے دعوی کا مقر ہو جائے تو وہ دعوی مشتری پر لازم نہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+ \+

(۱۹۳) ومن الحيلة ان يشتري سهما معلوما بثمن غال في صفقة ثم يشتري الباقي بثمن يسير فلا يرغب الشفيع فيما باع اولا لكثرة الثمن وبدونه لا يملك اخذ الباقي لان المشتري يصير شريكا فيكون مقدما على الجار۔

(۱۹۳) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری ایک بیع مین مکان کا معین حصہ گران قیمت سے خریدے بعد ازان باقی کو ارزان قیمت سے خریدے کہ پہلے بیع مین گرانی کی وجہ سے شفیع کو شفعہ کیطرف توجہ نہو گی اور دوسری بیع مین وہ اسلیے شفعہ نکر سکیگا کہ مشتری شریک ہونے کی وجہ سے جار پر مقدم ہو جائیگا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+ \+

(۱۹۴) ومنها ان يشتري الدار بثمن غال ثم ياخذ البائع بذلك الثمن بدلا آخر فلا يرغب الشفيع ان ياخذ الدار بالثمن لكثرته ولا يكون له ان ياخذها بالبدل الثاني لان الثاني بدل عن الثمن لا عن الدار۔

(۱۹۴) ایک حیلہ یہ ہے کہ مکان کو گران قیمت سے خریدے اور بائع کو اوس قیمت کے عوض مین کوئی اور چیز دیدے جو مکان کی اصل قیمت کے برابر ہو اس تدبیر سے شفیع کو ثمن دیگر مکان کے لینے کی طرف توجہ نہوگی اسلیے کہ ثمن مکان کی اصل قیمت سے زیادہ قرار پایا ہے اور اوسکے بدلے مین دوسری چیز دیکر بھی نہین لے سکتا کیونکہ وہ چیز ثمن کا عوض ہے مکان کا بدل

١٩٥، وذكر الخصاف رح حيلة لم يروها
عن محمد رح وهي ان يدعي ان الدار
لابن صغير له في يد هذا الرجل ثم
ان المدعي يصالح الذي في يديه الدار
على ان يدفع اليه مائة دينار ولا يقول
انها من مال ابنه على ان يسلم الذي
في يديه الدار فيجوز ولا شفعة فيها
لان الاب لا ياخذ الدار بطريق
المعاوضة فيقع الملك للابن دون الاب
الا ان هذا كذب فان اراد ابطال
الشفعة على وجه لا يكون كاذبا يامر
الاب مملوكا له ان يشتري الدار من
صاحبها لابن صغير لمولاه بالثمن الذي
اتفقا عليه فيشتري المملوك شراء ثم ان
المولى يدعي ان الدار لابنه الصغير
ولا يدعي الشراء فيكون صادقا الا
ان هذا لا يخلو عن نوع شبهة لان
الملك انما يثبت للابن بالسبب
فاذا ادعى الاب ملكا مطلقا كان
مدعيا غير ذلك الملك لان الملك
المطلق اقوى من الملك بالسبب
على ما عرف ان القضاء بالملك
المطلق قضاء بالزوائد وفي القضاء
بالملك بسبب لا يدخل الزوائد
والشهود اذا حملوا الشهادة على الملك

١٩٥، خصاف رح نے ایک حیلہ ذکر کیا ہے جسکی روایت
امام محمد رح سے نہین کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص مالک مکان
پر اسبات کا دعوی کرے کہ تیرے پاس جو یہ مکان ہے میرے
نابالغ لڑکے کا ہے بعدازان یہ مدعی کو اشرفیان دیکر
اور مدعا علیہ سے مکان لیکر صلح کرلے اور یہ نہ کہے کہ میرے
لڑکے کا مال ہے تو یہ صلح جائز ہے اور اوسمین شفعہ نہین ہے
اسلیے کہ باپ نے یہ مکان بطریق معاوضہ کے نہین لیا ہے
لہذا وہ مکان باپ کی ملک نہوگا بلکہ بیٹے کی ملک ہوجائیگا
مگر اس حیلہ مین یہ نقصان ہے کہ باپ کا یہ کہنا صریح کذب ہے
پس اگر اوسکو مقصود ہو کہ شفعہ باطل ہوجاوے اور
جھوٹ بھی نہ بولنا پڑے تو اوسکی یہ تدبیر ہے کہ باپ اپنے کسی
غلام کو حکم دے اور وہ غلام اس مکان کو مالک مکان سے
ثمن ٹھیراکر اپنے آقا کے نابالغ لڑکے کے واسطے خریدلے
بعدازان اوسکا آقا دعوی کرے کہ یہ مکان میرے
لڑکے کا ہے اور خریدنے کا ذکر نکرے تو اوسکا یہ کہنا سچ
ہوگا مگر اسمین ایک قسم کا شبہہ ہے اسواسطے کہ بیٹے کو ملکیت
بالسبب ثابت ہوگی اور باپ ملکیت مطلقہ کا دعوی
کرتا ہے پس اوسکا دعوی خلاف واقع کے ہے اس لیے
کہ ملکیت مطلقہ ملکیت بالسبب سے قوی ہے چنانچہ معلوم ہوچکا
ہے کہ ملکیت مطلقہ کے حکم دینے سے زوائد کا حکم ثابت ہوجاتا
ہے اور ملکیت بالسبب کا حکم دینے سے زوائد کا حکم
ثابت نہین ہوتا اسیطرح اگر گواہون کو ملکیت بالسبب کا
علم تھا اور اپنے اظہار مین اونھون نے ملکیت مطلقہ
کا بیان کیا تو اونکی گواہی خلاف واقع کے ہوگی
اس لیے کہ ملکیت مطلقہ مین اصل کے ساتھ

بسبب فاذا شهد وا بالملك المطلق
كانت شهادتهم بالاصل والزيادة۔

زیادتی بھی داخل ہوتی ہے۔

(۱۹۶) واختلف المشائخ رح ان الشاهد اذا تحمل الشهادة على الملك بسبب ثم ان البائع غصب المبيع من المشتري فجاء المشتري بالشهود وامرهم ان يشهد وا له بالملك المطلق قال بعضهم يجوز لهم ان يشهد وا بالملك المطلق وقال بعضهم لا يجوز وكذا اذا تحملوا الشهادة على الدين بسبب هل يباح لهم ان يشهد وا على الدين مطلقا هو على هذا الخلاف ايضا والخصاف رح يقول بالجواز۔

(۱۹۶) اگر گواہوں کو ملکیت بالسبب کا علم ہے اور بائع نے مبیع کو مشتری سے غصب کر لیا اور مشتری نے گواہ پیش کیے اور اونسے ملک مطلق کی گواہی چاہی تو مشائخ رح کا اوسمیں اختلاف ہو بعض کہتے ہین ان گواہوں کو ملکیت مطلقہ کی گواہی دینا جائز ہو بعض کہتے ہین جائز نہیں ہے اسیطرح اگر گواہوں کو کسی خاص سبب سے دین کا علم ہے تو بعض مشائخ کے نزدیک مطلق دین کی گواہی دینا جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز نہیں ہے خصاف رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے کہ گواہی دینا جائز ہے۔

(۱۹۷) ومن جملة الحيل ان يقر البائع بجزء معلوم من الدار للمشتري ثم يبيع الباقي منه الا ان هذا يكون على الاختلاف ايضا فانهم اختلفوا ان الانسان اذا اقر لغيره بعين هل يثبت الملك للمقر له بالاقرار قال بعضهم لا يثبت لان الاقرار ليس من اسباب الملك ولهذا لا يصح من العبد الماذون ولو كان الاقرار من اسباب الملك كان الاقرار تمليكا بغير عوض والعبد الماذون لا يملك ذلك۔

(۱۹۷) ایک حیلہ یہ ہو کہ مشتری کے لیے بائع مکان کے ایک خاص حصہ کا اقرار کرے بعد ازان باقی کو اوسکے ہاتھ فروخت کردے مگر اسمین بھی اختلاف ہی اسلیے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے لیے کسی خاص چیز کا اقرار کرے تو بعض کے نزدیک اس اقرار سے دوسرے کے ملکیت ثابت ہو جاتی ہو اور بعض کے نزدیک ملکیت ثابت نہین ہوتی اسلیے کہ اقرار ملکیت کا سبب نہیں ہو ولہذا وہ غلام جو آقا کیطرف سے خرید فروخت کا مجاز ہے اگر کسی کے لیے اقرار کرے تو اوسکا اقرار صحیح ہے اور اگر یہ اقرار ملکیت کا سبب ہوتا تو اوسمین تملیک بلا عوض پائی جاتی اور وہ غلام اسبات کا مجاز نہیں تھا۔

(۱۹۸) ومن الحيل ان يوكل المشتري رجلا بالشراء فيشتري الوكيل ويغيب ولا يكون الموكل خصما للشفيع الا ان هذا على قول محمد رح اما على قول ابي يوسف رح يكون الموكل خصما للشفيع ليطلب منه الشفعة فانه ذكر في الماذون اذا اشترى الرجل دارا او باع من آخر وغاب المشتري الاول ثم جاء الشفيع واراد ان يأخذ بالبيع الاول على قول محمد رح لا يملك ذلك وعلى قول ابي يوسف رح يملك ذلك۔

(۱۹۸) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری کسی شخص کو وکیل مقرر کر کے مکان خریدے اور یہ وکیل مکان کو خرید کر کہین غائب ہو جاتا اب وہ شفیع اس موکل سی دعوے نہین کر سکتا مگر یہ حیلہ امام محمد رح کی موافق ہو سکتا ہے اور ابو یوسف رح کے موافق نہین ہو سکتا اسلیئے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک اس موکل سی شفیع دعوے کر سکتا ہے۔ چنانچہ ماذون مین مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مکان کو خرید کر دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے اور مشتری اول غائب ہو جاے بعد ازان شفیع بیع اول مین شفعہ کا دعوی کرے تو امام محمد رح کے نزدیک کر سکتا ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک نہین کر سکتا ہے۔

(۱۹۹) وعلى هذا الخلاف العبد الماذون المديون اذا باعه المولى بغير اذن الغرماء فغاب فحضر الغرماء لا خصومة لهم مع المشتري في قول محمد رح وعلى قول ابي يوسف رح للغرماء ان يخاصموا المشتري۔

(۱۹۹) اگر ایک شخص کے غلام پر لوگون کا قرض آتا ہے اور اس شخص نے اون لوگون کی بلا اجازت غلام کو فروخت کر دیا اور غلام کہین غائب ہو گیا اب قرضخواہ امام محمد رح کے نزدیک مشتری سی نزاع نہین کر سکتے اور ابو یوسف رح کی نزدیک مشتری سے مخاصمت اور نزاع کر سکتے ہین۔

(۲۰۰) ومن الحيلة بالشفعة ان يواجر المشتري من البائع ثوبا ليلبس يوما الى الليل بجزء من مائة جزء من الدار فيمضي اليوم ثم يبيع بقية الدار من صاحب الثوب فلا يكون الشفعة للشفيع اما في الجزء الاول فلان صاحب الثوب ملك الجزء بالمنفعة واما في

(۲۰۰) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری بائع سی ایک کپڑا صبح سی شام تک پہننے کیواسطے لیوے اور اوسکی اجرت یہ ٹھہراے کہ اپنے مکان کے سو حصون مین سی ایک حصہ تجکو دونگا اور صبح سے شام تک اوس کپڑے کو پہن کر باقی مکان کپڑے والیکے ہاتھ فروخت کر دے تو اس سی شفیع شفعہ نکر سکیگا ایک حصہ مین تو اسواسطے کہ کپڑے والا عوض منفعت کے اوسکا

بقية الدار فان صاحب الثوب
صار شريكا في الدار فكان مقدما
على صاحب الجار۔

(٢٠١) ومنها ان يستاجر صاحب
الدار الذي يريد شراء الدار
بعشر الدار على ان يسقيه
فاذا سقاه في ذلك المجلس او في غيره
يملك عشر الدار فلا يكون للشفيع
حق الشفعة وهو اولى من الجار
جعل الاجرة ههنا بمنزلة المهر
وفي المبسوط جعل الاجرة بمنزلة
المبيع فانه قال لو كانت الاجرة
عبدا فباعه قبل القبض لا يجوز
ولو استحق العبد الذي
هو اجر الدار بطل العقد والخصاف
رح جعل الاجرة بمنزلة المهر۔

(٢٠٢) ومن الحيلة انه اذا اراد ان
يبيع الدار بعشرة الاف درهم
يبيعها بعشرين الفا ثم يقبض تسعة
الاف وخمسمائة ويقبض بالباقي
عشرة دنانير او اقل او اكثر
لو اراد الشفيع ان ياخذها
بعشرين الفا فلا يرغب في الشفعة
ولو استحقت الدار على المشتري لا يرجع
المشتري بعشرين الفا وانما يرجع

مالک ہوا ہے بعوض مال کے بہنین ہوا اور مکان
کے ننانوے ۹۹ حصو مینین اسواسطے شفعہ نہین کر سکتا
کہ کپڑی والا اب اُس مکان مین شریک ہی اور جار پر اسکو تقدم ہے

(٢٠١) ایک حیلہ ہی کہ مالک مکان اوس شخص سے
جو مکان خریدنا چاہتا ہے یہ بات کہے کہ تو
مجھکو پانی پلادی اور اسکی اُجرت مین مجھسے اس مکان
کا دسوان حصہ لیلے اگر اس شخص نے اوسی جلسہ
مین یا اسکی بعد صاحب مکان کو پانی پلادیا تو یہ شخص
مکان کے دسوین حصہ کا مالک ہو جائیگا اور بوجہ
شرکت کے شفیع بالجوار پر اوسکو تقدم ہوگا۔ اور یہہ
اجرت بمنزلہ مہر کے ہی اور مبسوط مین اس اُجرت کو
بمنزلہ مبیع کی قرار دیا ہے اور کہا ہی کہ اگر اسکی اُجرت
ایک غلام قرار پائی اور اُجرت لینے والا قبل از قبضہ اسکو
فروخت کردی تو جائز نہوگا اور اگر اس غلام مین جو مکان
کی اجرت قرار پایا ہی کسی کا حق برآمد ہو تو عقد اجارہ باطل
ہو جائیگا۔ اور خصاف رح نے اجرت کو بمنزلہ مہر کی قرار دیا ہے۔

(٢٠٢) ایک حیلہ یہ ہی کہ جب کوی شخص ایک مکان
دس ہزار روپیہ کو فروخت کرنا چاہے تو یہ تدبیر کرے
کہ بیس ہزار سے اُسکو فروخت کری اور ساڑھی نو ہزار روپیہ
لیکر باقی پانسو روپیہ کی بدلیمین دس بیس اشرفیان لیکر
مکان مشتری کو دیدے کہ اس صورت مین اگر شفیع
لینا چاہیگا تو بیس ہزار روپیہ اوسکو دینی پڑینگی لہذا شفعہ
کیطرف اُسکو توجہ نہوگی اور اگر اس زمین مبیعہ مین کسیکا حق برآمد
ہو اجسکی وجہ سے مشتری کو مکان کا واپس کرنا پڑا تو مشتری
بائع سے بیس ہزار روپیہ واپس نہین لے سکتا بلکہ جسقدر

بما اعطاه لانه اذا استحقت الدار یظهر انه لم یکن علیه ثمن الدار فیبطل الصرف کما لو باع الدینار بالدراهم التی للمشتری علی البائع ثم تصادقا انه لم یکن له علیه دین فانه یبطل الصرف۔

۲۰۳، ومن حیلة ابطال الشفعة ان یقول المشتری للشفیع انی اشتریت الدار من فلان بکذا فاناابیعها منك فاشتر ویقول زدلی فی الثمن کذا او خذ او یقول عاوضها الی بدار اخری او یقول انی اولیکها فان احببت ان اولیکها بالثمن الذی اشتریتها ولیتکها فقال الشفیع تولیتها فانه یبطل الشفعة۔

۲۰۴، وکذا لو بعث المشتری الی الشفیع رجلا یقول للشفیع ذلك فقال الرجل المبعوث للشفیع ان فلانا اشتری هذه الدار بکذا وهو یقول لك ان احببت ان اولیکها بما اشتریتها به ولیتکها فقال الشفیع نعم ولیتها فانه تبطل الشفعة۔

۲۰۵، ولو بعث المشتری الی الشفیع رجلا فقال للشفیع قد کنت اشتریت من فلان یعنی البائع هذه الدار

اُسنے دیا ہی اوسیقدر واپس لیگا اسواسطے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مشتری پر اُس مکان کا ثمن واجب نہین تہا لہذا ایسا ہی جو دس ہزار روپیہ کی بیع اون اشرفیونسے باطل ہوگی جسطرح ایک شخص کا دوسرے پر کچھ روپیہ آتا ہی اور قرضدار نے بعوض اُس روپیہ کے کچھ اشرفیان قرضخواہ کے ہاتہ فروخت کردین پہر دونو باہم اسبات کی تصدیق کرلین کہ ہمارا تمہارا کچھ ...

۲۰۳، ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری شفیع سے یہ بات کہی کہ مینے فلان مکان فلان شخص سے اسقدر روپیہ کو خریدا ہے اور تیرے ہاتہ فروخت کرتا ہون تو خریدلے یا کہے اسقدر ثمن بڑہا کر تو مجسے لیلے یا یہ کہے کہ اسکے بدلے مین دوسرا مکان مجکو دیدے یا یہ کہے کہ تیرے ہاتہ مین اوس مکانکا تولیہ کرتا ہون اگر تیری مرضی ہو تو جسقدر ثمن سے مین نے لیا ہی اوسیقدر سے تیرے ہاتہ فروخت کرتا ہون اور شفیع نے اوس کو قبول کرلیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔

۲۰۴، اگر مشتری نے شفیع کے پاس کسی شخص کی معرفت پیغام بہیجا اوس شخص نے جاکر شفیع سے یہ بات کہی کہ فلان شخص نے اس مکان کو اسقدر روپیہ سے خریدا ہے اور وہ یہ کہتا ہی کہ اگر تیری مرضی ہو تو اُسیقدر روپیہ سے مین تجکو یہ مکان دے دونگا اور شفیع نے تولیت کو منظور کرلیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا

۲۰۵، اگر مشتری نے شفیع کے پاس کسی شخص کو بھیجا اور اس شخص نے جاکر شفیع سے کہا کہ مین فلان شخص یعنی بائع سے اس مشتری نے پہلے خریدا تہا اُن مکانکو اور شفیع سے کہا کہ ان

قبل شراء هذا الرجل فقال الشفيع نعم بطلت الشفعة لان الشفيع اقر ان شراء هذا المشتري لم يصح فلم يثبت به الشفعة وكذا لو قال ذلك الرجل للشفيع هذه الدار لك ولم يكن لفلان البائع فقال الشفيع نعم بطلت شفعته لانه لما ادعى الملك لنفسه فقد اقر بانه لا شفعة له۔

تو اوسکا شفعہ باطل ہو جایگا اسلیے کہ شفیع نے اقرار کر لیا کہ اس مشتری کا خریدنا صحیح نہین ہی اور جب خریدنا صحیح نہوا تو شفعہ بھی ثابت نہوگا اسیطرح اگر اس شخص نے شفیع کے پاس آکر کہا یہ مکان تیرا ہی اور فلان بائع کا نہین ہے اور شفیع نے کہا ہان ٹھیک تو شفعہ باطل ہو جایگا اس لیے کہ جب شفیع نے اپنے واسطے ملکیت کا دعوی کیا تو گویا اس بات کا اقرار کر لیا کہ میرا شفعہ نہین ہے۔

(٢٠٦) ولو قال المشتري للشفيع اني اشتريت هذه الدار بمائة دينار فان احببت ان احطك من ثمنها عشرة دينار فقال نعم بطلت شفعته قالوا انما يبطل شفعته في هذه الصورة اذا قال احط عنك من ثمنها عشرة دنانير وابيعها منك بتسعين دينارا اما بدون هذه الزيادة لا يبطل شفعته۔

(٢٠٦) اگر مشتری نے شفیع سے کہا یہ مکان سو اشرفی کو مین نے خریدا ہے اگر تیری مرضی ہو تو دس اشرفیان تیرے واسطے کم کردون اور شفیع نے کہا اچھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جایگا فقہا کا قول ہی کہ صورت مذکورہ مین شفعہ اوس وقت باطل ہوتا ہے کہ جب مشتری شفیع سے یہ لفظ کہے کہ اوسکے زرثمن مین سے تجھسے دس اشرفیان کم کرتا ہون اور نوے اشرفیون کو تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون اور اگر یہ لفظ نہین بڑھایا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(٢٠٧) ولو اشترى دارا وطلب الشفيع الشفعة فصالح المشتري من ذلك على بيت معين من الدار يريد بعه اليه بحصته من الثمن ذكرنا انه لا يجوز لان حصته من الثمن ليست بمعلوم فان اراد ان يسلم البيت الى الشفيع ويبقى

(٢٠٧) اگر ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے اوسمین شفعہ طلب کیا اور مشتری نے شفیع سے اس بات پر فیصلہ کر لیا کہ اس مکان مین سے فلان کوٹھری مین تجھکو دیتا ہون جسقدر زرثمن اوسکے حصہ مین آوے تو مجھکو ادا کر دے تو ہمارے نزدیک یہ فیصلہ ناجائز ہے اسلیے کہ ثمن کا حصہ غیر معلوم ہی پس اگر مشتری کو

مابقی من الدار للمشتری یشتری رجل اجنبی هذا البیت للشفیع بامره ثم ان الشفیع یسلم الشفعة فیما بقی من الدار فیحصل الغرض لکل واحد منهما یسلم البیت للشفیع ویثبت الدار للمشتری۔

منظور ہو یہ کوٹھری شفیع کو دیدون اور باقی مکان اپنے پاس رکھون تو اوس کی یہ تدبیر ہے کہ شفیع کی اجازت سے ایک اجنبی شخص اس کوٹھری کو شفیع کے لیے خریدے بعد ازان باقی مکان مین یہ شفیع شفعہ کو چھوڑ دے تو ہر ایک کا مقصود حاصل ہو جائیگا یعنے وہ کوٹھری شفیع کو مل جائیگی اور باقی مکان مشتری کا رہیگا۔

(۲۰۸) اذا مات الشفیع بعد ما قضی القاضی له بالشفعة قبل ان یقبض الدار وقبل ان ینقد الثمن کانت الدار لورثة الشفیع لان قضاء القاضی بالشفعة بمنزلة البیع۔

(۲۰۸) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیا مگر شفیع مکان پر قبضہ کرنے اور ثمن ادا کرنے سے پہلے مرگیا تو یہ مکان شفیع کے وارثون کو مل جائیگا اس لیے کہ قاضی کا حکم دینا بمنزلہ بیع کے ہے۔

(۲۰۹) ولو مات الشفیع بعد ما اشتری الدار کانت میراثا لورثته۔

(۲۰۹) اگر شفیع مکان خرید کر مرگیا تو اوسکے وارث مکان کے مالک ہونگے۔

(۲۱۰) ولو قضی القاضی بالشفعة للشفیع وطلب المشتری من الشفیع ان یرد الدار علی المشتری بزیادة فی الثمن والزیادة من جنس الثمن او من غیر جنسه یصیر الدار للمشتری بالثمن الاول ویبطل الزیادة لان رد الدار علی المشتری یکون بمنزلة الاقالة والاقالة انما تکون بالثمن الاول ولا یصح فیها الزیادة۔

(۲۱۰) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا اور مشتری نے شفیع سے اسبات کی درخواست کی کہ تو اسقدر زیادہ ثمن لیکر مکان مجھے واپس کردے اور شفیع نے واپس کردیا تو پہلے ہی ثمن سے وہ مکان مشتری کا ہوجائیگا اور زیادتی باطل ہوجائیگی خواہ وہ زیادتی جنس ثمن سے ہو یا غیر جنس سے اسواسطے کہ وہ مکان مشتری کو پھیر دینا اقالہ کے حکم مین ہے اور اقالہ پہلے ہی ثمن سے ہوتا ہے اوس مین زیادتی درست نہین ہوتی۔

(٢١١) وكذا لو طلب المشتري من الشفيع بعد ما قضى القاضي له بالشفعة ان يرد الدار على البائع بزيادة في الثمن ففعل كانت اقالة والاقالة كما تكون بين البائع و المشتري تتحقق بين البائع والشفيع لان الشفيع بعد ما قضى القاضي له قائم مقام المشتري ويصير المشتري كالوكيل للشفيع فيصح اقالة الشفيع مع البائع ويكون له حق الحبس الى ان يستوفي الثمن۔

(٢١١) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازاں مشتری نے شفیع سے درخواست کی کہ اسقدر ثمن بڑھا کر یہ مکان تو بائع کو واپس کردے اوسنے واپس کردیا تو ثمن کی زیادتی باطل ہوجائیگی اور یہ واپس کرنا اقالہ ہوگا اور اقالہ جسطرح بائع اور مشتری مین ہوتا ہے بائع اور شفیع مین بھی ہوسکتا ہے اس لیے کہ قاضی نے جب شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو شفیع مشتری کے قائم مقام ہوگیا اور مشتری اوس شفیع کے لیے گویا وکیل ہوگیا لہذا شفیع کا اقالہ بائع کے ساتھ صحیح ہوا اور جب تک ثمن نہ لے مبیع کو روک سکتا ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

(٢١٢) ذكر محمد رح في الاصل الحيلة في اسقاط الشفعة و لم يذكر الكراهية قالوا على قول ابي يوسف رحمه الله لا يكره وعلى قول محمد رح يكره وهذا بمنزلة الحيلة لمنع وجوب الزكوة ومنع الاستبراء على قول ابي يوسف رح لا يكره۔

(٢١٢) محمد رح نے مبسوط مین اسقاط شفعہ کا حیلہ بیان کیا ہے اور اوسکی کراہت کا ذکر نہین کیا مگر فقہا کہتے ہین کہ ابو یوسف رح کے نزدیک حیلہ کرنا مکروہ نہین ہے اور محمد رح کے نزدیک مکروہ ہے اور اسکا حکم ایسا ہی جسطرح کوئی شخص زکوۃ لازم نہونے کے لیے یا استبرا واجب نہونے کے لیے حیلہ کرے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک حیلہ کرنا مکروہ نہین ہے۔

(٢١٣) وقال بعض مشائخنا رح يكره الاحتيال لاسقاط الشفعة بعد الوجوب لانه احتيال لابطال حق واجب و قبل الوجوب ان كان الجار فاسقا يتاذى منه لا باس به

(٢١٣) ہمارے بعض مشائخ کا قول ہی وجوب شفعہ کے بعد اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ اوسمین ایسے حق کا باطل کرنا ہے جو واجب ہوچکا ہے اور اگر ہنوز شفعہ باطل نہین ہوا اور ہمسایہ ایک فاسق اور موذی شخص ہے تو حیلہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی۔

(٢١٤) وقال الشيخ الامام شمس الائمة السرخسي رح لا باس

(٢١٤) شیخ شمس الائمہ سرخسی رح کا قول ہے کسی صورت مین ابطال حق شفعہ کے لیے حیلہ کرنا برا نہین ہے وجوب شفعہ

بالاحتیال لابطال حق الشفعۃ علی کل حال اما قبل وجوب الشفعۃ لاشک کما لو ترک اکتساب المال لمنع وجوب الزکوۃ وبعد وجوب الشفعۃ لایکرہ الاحتیال ایضاً لانہ احتیال لدفع الضرر عن نفسہ لا للاضرار بالغیر فظاہر ما ذکرنا دلیل علی ھذا۔

پہلے تو ظاہر ہی ہے جسطرح کوئی شخص وجوب زکوۃ کے خوف سے مال حاصل کرنا چھوڑ دے اور وجوب شفعہ کے بعد بھی حیلہ کرنا برا نہیں ہے اسلیے کہ اوسکو اپنی ذات سے ضرر کا دور کرنا مقصود ہے دوسرے کی ضرر رسانی مقصود نہیں ہے اور یہ بات ہماری ظاہری بیان سے ثابت ہوتی ہے۔

تمام شد

هذا کتاب فی بیان احکام الشفعة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) وهی فی اللغة من الشفع وهو الضم ضد الوتر من شفع الرجل اذا کان فرداً فصار له ثان والشفیع ایضاً یضم الماخوذ الی ملکه فلذلك سمی شفعة۔

(۲) وفی الشرع هی ای الشفعة تملیك البقعة جبراً ای من حیث الجبر علی المشتری بما ای بالذی ای بالثمن الذی قام علیه ای علی المشتری۔

(۳) وقیل هی ضم بقعة مشتراة الی عقار الشفیع بسبب الشرکة او الجوار وهذا احسن۔

(۱) شفعہ کا لفظ شفع سے ماخوذ ہی جو وصل کے معنے مین ہو اور وہ طاق کی ضد ہے اگر کوئی شخص تنہا ہو اور پھر اوسکے ساتھ دوسرا شخص ملجائے تو عرب کے لوگ کہتے ہین شفع الرجل یعنے ایک سے دو ہوگئے چونکہ شفعہ کے اندر بھی شفیع جایداد مشفوعہ کو اپنے ملک کے ساتھ ملالیتا ہی اسواسطے اوسکا نام شفعہ رکھدیا گیا ہی۔

(۲) شرع مین مشتری سے جبراً ایک قطعہ لے لینے اور جسقدر ثمن اوسکو دینا پڑتا اوسقدر ثمن کے ادا کردینے کا نام شفعہ ہی۔

+ + + + + +

(۳) بعض نے شفعہ کے معنے یہ بیان کیے ہین کہ بسبب شرکت یا جوار کے ایک فروخت شدہ قطعہ کا شفیع کے جایداد مین شامل کردینا اور یہ تفسیر نہایت عمدہ ہے۔

۴ ، وتجب الشفعة والمراد من الوجوب الثبوت للخليط وهو الشريك الذي لم يقاسم في نفس المبيع وهذا بالاجماع لما روى جابر رض ان النبي صلعم قضى الشفعة في كل شركة لم تقسم ربعة او حائط لا يحل له ان يبيع حتى يؤذن شريكه فان شاء اخذ وان شاء ترك وان باعه ولم يؤذن به فهو احق به رواه مسلم وابو داود والنسائي ۔

۴ ، اولاً شفعہ اوس شخص کو واجب یعنے ثابت ہوتا ہے جو خاص مبیع کے اندر شریک ہو اور شرکا نے باہم تقسیم حصص نہین کی ہو۔ اس مسئلہ کے اوپر تمام ائمہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے اسلیے کہ جابر رض روایت کرتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر شرکت غیر منقسم شدہ مین شفعہ کا حکم دیا ہے خواہ کوئی مکان ہو یا باغ ہو کسی شریک کو بلا اذن اپنے شریک کے اوس شرکت کی بیع کرنا روا نہین ہے خواہ وہ لے خواہ ترک کر دے اور اگر بلا اجازت فروخت کر ڈالے تو اور دن پر وہ مقدم ہے مسلم اور ابو داود اور نسائی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

\+ + + + + +

۵ ، ثم تجب للخليط في حق المبيع وهو الذي قاسم وبقيت له شركة في حق العقار كالشرب بكسر الشين والطريق بشرطان يكونا خاصين وهو ان يكون النهر لا تجري فيه السفن والطريق الذي لا ينفذ اشار اليه بقوله ان كان اي كل واحد من الشرب والطريق خاصا حتى اذا كانا عامين لم يستحق بهما الشفعة

۵ ، شریک فی نفس المبیع کے بعد اوس شخص کو حق شفعہ ہے جو حق مبیع مین شریک ہو اور یہ وہ شخص ہے جو اپنا حصہ تقسیم کرلے مگر اوس جایداد کے حق مین اوس کی شرکت باقی ہو مثلاً پانی پینے کا حق یا راستہ چلنے کا حق مگر یہ شرط ہے کہ یہ شرب خاص اور طریق خاص ہو شرب خاص سے مقصد رہی چھوٹی نہر مراد ہے کہ اوسمین کشتی نہ چلسکے اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو اور اگر اوس نہر مین کشتی چلسکتی ہو اور راستہ سربستہ نہین ہے بلکہ چلتا ہوا ہے تو اوس کی وجہ سے استحقاق شفعہ کا نہین ہوتا۔

۶ ، وقال الشارح والشرب الخاص عند ابي حنيفة ومحمد ان يكون نهرا صغيرا لا تجري فيه السفن وان كان كبيرا تجري فيه السفن فليس بخاص فاذا بيع ارض من الاراضي التي تسقى منها لا يستحق اهل النهر

۶ ، شیخ فخر الدین زیلعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کی نزدیک شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چل سکے اور اگر بڑی نہر ہو جسمین کشتی چل سکے تو وہ شرب خاص نہین ہے اور اس نہر سے جن اراضیات کی آب پاشی ہوتی ہے اون آراضیات مین سے کوئی زمین فروخت ہو تو نہر والے شفعہ کے مستحق نہین ہوتے اور بہا کو اون پر تقدم ہے بخلاف

الشفعة بسببه و الجار احق منهم بخلاف النهر الصغير و قيل اذا كان اهله لا يحصون فهو كبير و ان كانوا يحصون فهو صغير و عليه عامة المشائخ لكن اختلفوا في حد ما يحصى و ما لا يحصى فبعضهم قدر ما لا يحصى بخمسمائة و بعضهم بخمسين و بعضهم باربعين و عن ابي يوسف الخاص ان يكون نهرا يسقى منه قراحان او ثلاثة و ما زاد على ذلك فهو عام و قيل هو مفوض الى راى المجتهدين في كل عصر و زمان فان راوهم كثيرا كانوا كثيرا و ان راوهم قليلا كانوا قليلا و هو اشبه الاقاويل۔

چھوٹی نہر کے۔ اور بعض کے نزدیک اگر نہر والے محدود لوگ ہین تب تو وہ نہر صغیر ہے اور اگر بیشمار ہین تو وہ نہر کبیر ہے عامہ مشائخ کا قول یہی ہے مگر محدود اور غیر محدود کے حد مین اختلاف ہے بعض نے غیر محدود کی حد پانسو اور بعض نے پچاس بعض نے چالیس بیان کی ہے اور ابویوسف رحمہ سے مروی ہے شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہے جس سے صرف دو تین باغ کی آبپاشی ہو سکے اور اس سے زیادہ شرب عام ہے۔ بعض کہتے ہین محدود اور غیر محدود ہونے کا مدار اوس زمانہ کے مجتہدین کے رائے پر ہے اگر وہ اون لوگون کو بہت سمجھین تو بہت ہین اور تھوڑی سمجھین تو وہ تھوڑے ہین اور یہ قول سب اقوال مین قرین قیاس ہے۔

(۷) ثم تجب الشفعة بعد ذلك للجار الملاصق و هو الذي داره على ظهر الدار المشفوعة و بابه في سكة اخرى۔

(۷) شریک فی حق المبیع کے بعد جار لاصق کو استحقاق شفعہ ہے اور یہ وہ شخص ہے جسکا گھر بائع کے گھر کی پشت پر واقع ہے اور اوسکا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے۔

(۸) و قال الشافعي لا شفعة بالجوار لقول جابر رض انه ع م قضى بالشفعة في كل مال لم يقسم فاذا وقعت الحدود و صرفت الطرق فلا شفعة رواه البخاري و به قال مالك و احمد

(۸) شافعی رح کے نزدیک جوار کی وجہ سے شفعہ کا استحقاق ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ جابر رض فرماتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال مین شفعہ کا حکم دیا ہے اور حدود پڑ جانے اور راستے علیحدہ ہو جانے کے بعد شفعہ نہین ہے بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے مالک اور احمد رح

(۹) و لنا قوله ع م جار الدار احق من غيره رواه احمد و ابو داود

(۹) حنفیہ کی دلیل یہ حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے گھر کے پاس بسنے والا اوروں پر مقدم ہے

[illegible]

والترمذی وصححه وقوله علیه السلام الجار احق بسقبه ما کان رواه احمد والنسائی وابن ماجة ویروی بصقبه وکلاهما بمعنی واحد وهو القرب وقد روی هذا التفسیر مرفوعا اثبت النبی صلعم حین سئل عن الشفعة فقال الشفعة للجار بجلة قربه فیستحق الشفعة وحدیث جابر معناه انها لا تجب للجار بقسمة الشرکاء لانهم احق منه وحقه متاخر عن حقهم وبذلک یحصل التوفیق بین الاحادیث۔

احمد اور ابوداود اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو ہمسایہ اپنے قرب کی وجہ سے جا ہے کچھ ہو زیادہ تر مستحق ہو اصل حدیث مین سقب یا سقب کا لفظ آیا ہو مگر یہ بات مرفوعا مروی ہو کہ اوس سے قرب مراد ہے، اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بوجہ قرب کے ہمسایہ کے لیے شفعہ ثابت کر دیا تو وہ لا محالہ شفعہ کا مستحق ہوگا اور جابر رضہ نے جو حدیث روایت کی ہو اوسکے یہ معنے ہین کہ اگر شریک لوگ باہم اپنے حصے تقسیم کرین تو جار کو اوس صورتین استحقاق شفعہ کا نہین ہو اسواسطے کہ اونکو جار پر اولویت اور تقدم ہو اور جار کا حق اونکے بعد ثابت ہوتا ہے پس ان احادیث مین کچھ منافات نہین ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+ \+

(۱۰) وواضع الجذوع علی الحائط ای علی حائط الدار بان کان له حق الوضع والشریک فی خشبة موضوعة علی الحائط وواضع الجذوع علی الحائط جار فلا یستحق الشفعة الا بعد الشریک فی نفس المبیع والشریک فی حق المبیع لان الشرکة المعتبرة هی الشرکة فی العقار لا فی المنقول والخشبة منقولة وبوضع الجذوع علی الحائط لا یصیر شریکا فی الدار وکذا بالشرکة فی الجذوع لا یکون شریکا فیها لکنه جار ملاصق لوجود اتصال بقعة احدهما ببقعة الاخر

(۱۰) اگر ایک شخص کی کڑیان دوسری کے دیوار پر رکھی ہوی ہین اور بجز اس کے کہ وہ کڑیون کو دیوار پر رکھ لے اور اوسکا کوئی حق دیوار مین نہین ہے تو یہ کڑیون والا شریک نہ سمجھا جائیگا بلکہ وہ جار سمجھا جائیگا اسیطرح اگر ایک شخص کی شرکت صرف کڑیون مین ہے جو ایک دیوار پر رکھی ہوی ہین اور دیوار مین شرکت نہین ہو تو یہ شخص جار سمجھا جائیگا لہذا یہ دونون شخص جار ہونے کی وجہ سے شریک فی نفس المبیع اور شریک فی حق المبیع کے بعد شفعہ کے مجاز ہونگے اسواسطے کہ شفعہ کے اندر جس شرکت کا اعتبار ہو اوس سے وہ شرکت مقصود ہو جو عقار کے اندر ہو اور لکڑی منقولات مین سے ہی۔ اور کسی کی دیوار پر کڑیان رکھنے سے کڑیون والا مکان مین شریک نہین ہو جاتا اور کڑیون کے اندر شریک ہونے سے وہ مکان مین شریک نہین ہو سکتا بلکہ اتصال مکانیت کی وجہ سے یہ شخص دوسرے کا جار ملاصق ہوگا

فيستحق الآخر الشفعة على انه جار ملاصق ولا يترجح بذلك على غيره من الجيران۔

اور دوسرے ہمسایون پر اس خاص وجہ سے اوس کو تقدم نہو جایگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۱۱) وكذا اذا كان بعض الجيران شريكا فى الجدار لا يقدم على غيره من الجيران لان الشركة فى البناء المجرد بدون الارض لا يستحق بها الشفعة ولو كان البناء والمكان الذى عليه البناء مشتركا بينهما كان هو اولى من غيره من الجيران۔

(۱۱) اسیطرح اگر ایک جار مکان مبیعکی صرف دیوار مین شریک ہو تو اوسکو دوسرے ہمسایون پر تقدم نہوگا اسلیے کہ صرف عمارت مین اگر ایک شخص شریک ہو اور عمارت کی زمین مین شریک نہو تو اس شرکت سے وہ شفعہ کا مستحق نہین ہوتا ہو البتہ اگر عمارت مین بھی دونون شریک مین اور اوس عمارت کی زمین مین بھی شریک مین تو اور ہمسایون پر اس شریک کو تقدم ہوتا ہے۔

(۱۲) وقال الكرخى فى مختصره الشفعة تستحق عند اصحابنا جميعا بثلاثة معان الشركة فيما وقع عليه عقد البيع او بالشركة فى حقوق ذلك او بالجوار الاقرب فالاقرب وتفسير ذلك دار بين قوم فيها منازل لهم فيها شركة بين بعضهم وفيها ما هى مفردة لبعضهم وساحة الدار مرفوعة بينهم يتطرقون من منازلهم فيها وباب الدار التى فيها المنازل فى زقاق غير نافذ فباع بعض الشركاء فى المنزل نصيبه من شريكه او من رجل اجنبى بحقوقه من التطرق فى الساحة فالشريك فى المنزل احق بالشفعة من الشريك فى الساحة

(۱۲) کرخی رح نے اپنے مختصر مین بیان کیا ہو ہمارے تمام فقہاء کے نزدیک شفعہ کا استحقاق تین وجہ سے ہوا کرتا ہی ایک تو خود اوس مبیع مین شریک ہونیکی وجہ سے دوسرے اوس مبیع کے حقوق مین شریک ہونے سے تیسری جوار کی وجہ سے الاقرب فالاقرب اور اوس کے صورت یہ ہو کہ مثلاً چند لوگون کا ایک احاطہ ہو اس احاطہ مین انہین اشخاص کے متعدد کمرے مین مگر بعض کمرے ایسے مین جنکا مالک بلا شرکت غیرے ایک ایک شخص ہو اور بعض ایسے مین جنمین کئی کئی شخص شریک مین اور احاطہ کے صحن مین سب شریک مین اور اپنے اپنے کمرون سے نکلکر اس صحن مین سب اوٹھتے بیٹھتے مین اور اس احاطہ کا دروازہ کوچہ سربستہ کی طرف کو ہو اب ایک شخص نے جو کمرے کے اندر شریک ہو اپنا حصہ خواہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو سب لوگون پر حق شفعہ کے اندر اوس شخص کو تقدم ہوگا جو اس بائع کے ساتھ کمرے مین شریک ہو اگر اس شریک نے شفعہ چھوڑدیا تو وہ لوگ

ومن الشريك فى الزقاق الذى فيه باب الدار فان سلم الشريك فى المنزل الشفعة فالشريك فى الساحة احق بالشفعة وان سلم الشريك فى الساحة فالشريك فى الزقاق الذى لامنفذ له الذى يشرع فيه باب الدار احق بعده بالشفعة من الجار الملاصق وجميع اهل الزقاق الذى طريقهم فيه شركاء فى الشفعة من كان فى ادناه واقصاه فى ذلك سواء فان سلم الشركاء الشفعة فى الزقاق فالجار الملاصق ممن لا طريق له فى الزقاق بعد هؤلاء احق وليس لغير الملاصق من الجيران شفعة ممن لا طريق له فى الزقاق انتهى.

شفعہ کرینگے مجاز ہونگے جو صحن مین شریک ہین اگر انہوں نے بھی شفعہ چھوڑ دیا تو اوسوقت کوچہ والون کو حق شفعہ ہوگا اور تمام کوچہ والے برابر برابر شفعہ مین شریک ہونگے یعنے جو لوگ کوچہ کے شروع مین رہتے ہین اور جو کوچہ کے انتہا پر رہتے ہین سب برابر کے شریک ہونگے اگر یہ لوگ بھی شفعہ چھوڑ دینگے تو اوسوقت جار ملاصق کو شفعہ ہوگا جسکا راستہ اس کوچہ مین ہوکر نہین ہے اور اگر جار ملاصق نہین ہے اور اس کوچہ کی طرف کوبھی اوس کا راستہ نہین ہے تو اوس کو بالکل استحقاق شفعہ نہین ہوتا۔

(١٣) وكلمة على فى قوله على عدد الرؤس تتعلق بقوله تجب الشفعة للخليط اى تجب الشفعة على عدد الرؤس وقال الشافعى على قدر سهامهم وبه قال مالك واحمد كما اذا كانت دار بين ثلاثة لاحدهم نصفها وللاخر سدسها وللاخر ثلثها فباع صاحب السدس سدسه فطلبا الدار بالشفعة فانها تقسم بينهما اخماسا ثلثة اخماس لصاحب النصف والخمسان لصاحب الثلث لان الشفعة من

(١٣) حنفیہ کے نزدیک جتنے شریک ہونگے شفعہ کے اندر سب برابر ہونگے اور شافعی رح فرماتے ہین جسقدر جس کا حصہ ہوگا اوسیقدر اوسکو حق شفعہ ہوگا مالک اور احمد رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہین۔ مثلاً ایک مکان مین زید اور عمرو اور خالد شریک ہین جنمین سے زید آدہے کا اور عمرو چھٹے حصہ کا اور خالد ثلث کا شریک ہے اب عمرو نے اپنا حصہ فروخت کیا اور ان دونون نے شفعہ کا دعوی کیا تو اوسکے پانچ حصے کرکے زید کو تین حصے اور عمرو کو دو حصے دئے جائینگے اسواسطے کہ شفعہ ملک کے توابع مین سے ہے لہذا جسقدر جسکے ملک ہوگی اوسیقدر اوسکا حق ہوگا جسطرح منافع کی صورتین۔ حنفیہ کی دلیل

من انواع الملك فاشبه الوجه وانا ان العلة اتصال الملك وقليله في ذلك ككثيره فيكون ما باع صاحب السهمين بينهما نصفان۔

یہ ہے کہ شفعہ کی علت صرف اتصال ملکیت ہے اور اسبات مین ملکیت قلیل اور ملکیت کثیر دونون برابر ہین لہذا صورت مذکورہ مین زید اور عمرو کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا۔

(١٤) والباء في قوله بالبيع تتعلق بقوله تجب ايضا اشار بهذا الى ان سبب وجوب الشفعة البيع اعني بيع الدار المشفوعة هكذا قال بعضهم والصحيح ان السبب هو اتصال الاملاك على اللزوم والبيع شرط فحينئذ يكون التقدير تجب الشفعة بعقد البيع اي بعد وجوده۔

(١٤) بعض کا قول تو یہی ہے کہ شفعہ بیع کے سبب ثابت ہوتا ہے اور مصنف کے کلام سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے مگر قول صحیح یہ ہے کہ لازمی طور پر اتصال ملکیت کا ہونا شفعہ کا سبب ہے اور بیع اوسکے لیے شرط ہے لہذا مصنف نے جو بالبیع کا لفظ کہا ہے اوس مین عقد کا لفظ مقدر مانکر یہ معنے کرنے چاہیین کہ بیع ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(١٥) والمراد بالبيع الصحيح فان البيع الفاسد لا تجب فيه الشفعة لانه قبل القبض لا يفيد الملك وبعده مستحق للفسخ فايجابها تقرير الفساد فلا يجوز الا اذا سقط الفسخ وجبت لزوال المانع۔

(١٥) ثبوت شفعہ کے لیے بیع کا صحیح ہونا شرط ہے بیع فاسد کی صورت مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ بیع فاسد قبل قبض مفید ملک کے نہین ہوتی اور بعد از قبض بھی وہ فسخ ہونیکے قابل ہوتی ہے پس اگر اوس مین شفعہ کا حکم دیا جائے تو اوس فساد کا برقرار رکھنا لازم آئیگا اور یہ بات ناروا ہے مگر جس صورت مین کہ فسخ کا اختیار جاتا رہے تو البتہ شفعہ ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ شفعہ کا مانع جاتا رہا

(١٦) وفيه قيد آخر وهو ان يكون خاليا عن خيار البائع لانه يمنع خروج المبيع عن ملكه حتى لو اسقطه وجبت وخيار المشتري غير مانع لانه لا يمنع خروج المبيع عن ملك البائع وكذلك خيار الرؤية والعيب لا يمنعان۔

(١٦) بیع کے اندر علاوہ صحیح ہونیکے ثبوت شفعہ کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اوس مین بائع کا اختیار شرط نہ کیا گیا ہو کیونکہ اوسکی وجہ سے مبیع بائع کے ملک سے خارج نہوگا اور اگر بائع نے اوس اختیار کو ساقط کر دیا تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہے تو کچھ حرج نہین ہے اسواسطے کہ اس صورت مین مبیع بائع کے ملک مین داخل نہین ہوتا۔ خیار رویت اور خیار عیب کا بھی یہی حال ہے۔

(١٧) وتستقر الشفعة بالاشهاد

(١٧) شفعہ کا استحکام طلب اشہاد سے ہوتا ہے اسواسطے

لانها حق ضعیف فلابد من طلب المواثبة والاشهاد علی الطلب۔

کہ شفعہ ایک حق ضعیف ہو لہذا طلب مواثبت کرنا اور پھر اُس طلب پر گواہ کرنا ضرور ہے۔

(١٨) وتملك الشفعة بالاخذ ای باخذ الدار المشفوعة بالتراضی بان سلمها المشتری برضاه او بقضاء القاضی من غیر اخذ لانها ملك فلا یصح الا بماذکرنا۔

(١٨) مکان یا زمین شفوعہ کا شفیع اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ یا تو مدعی علیہ خود اپنی خوشی سے وہ مکان یا زمین اوس کو دیدے یا قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے چاہے ابھی اوسکا قبضہ نہوا ہو اسواسطے کہ جب تک شی مشتری کے ملک میں داخل ہو تو بغیر ان باتوں کے اوسکی ملکیت سے منتقل ہو کر دوسرے کے ملک میں داخل نہیں ہو سکتی

(١٩) وفائدته انه اذا مات الشفیع بعد الطلبین قبل التسلیم او الحکم لا یورث عنه ولو باع داره التی یستحق بها الشفعة بطلت شفعته ولو بیعت دار بجنبها لا یستحقها بالشفعة لعدم ملکه فیها۔

(١٩) صورت مذکورہ بالا کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض شفیع طلب مواثبت اور اشہاد کے بعد قبل از قبض اور قبل از حکم قاضی مرگیا تو اوسکے وارث اوس جایداد کے مالک نہونگے یا اوسنے اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تھا فروخت کرڈالا تو شفعہ باطل ہو جائیگا یا اگر مکان مشفوعہ کے قریب کوئی مکان اسوقت فروخت ہوا تو شفیع اوس دوسرے مکان میں شفعہ کا دعوی نہ کرسکیگا اسیواسطے کہ وہ مکان اُسکی ملک میں ہنوز داخل نہیں ہوا ہے

هذا باب فی بیان احکام طلب الشفعة والخصومة فیها وبیان کیفیة الطلب

طلب شفعہ کرنے اور اوسمین چارہ جوئی کرنے کا بیان

(٢٠) فان علم الشفیع بالبیع ای ببیع الدار المشفوعة اشهد علی نفسه علی الفور من غیر تاخیر ولا سکوت فی مجلسه علی الطلب لان سکوته بعد العلم یدل علی رضاه بجوار الجار الحادث ومعاشرته فتبطل شفعته به۔

(٢٠) جسوقت شفیع کو معلوم ہو کہ فلان مکان فروخت ہو گیا فورًا اوسی جلسہ میں اپنے طلب شفعہ کرنے پر لوگونکو گواہ کرنا چاہیے اور تاخیر یا سکوت نکرنا چاہیے اسلیے کہ اگر بیع کا حال معلوم ہونے کے بعد اوس نے سکوت کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شفیع مشتری کے ہمسایگی اور اوس کے پاس رہنے سے راضی ہے لہذا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(٢١) ولو اخبر بکتاب والشفعة فی اوله او وسطه فقرأ الکتاب الی اخره بطلت شفعته اذا کان ذلك بعد علم

(٢١) اگر بذریعہ ایک خط کے شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوس خط کے اول میں یا اوسکے وسط میں بیع کا بیان تھا اور اخیر تک خط کو پڑھ گیا مگر شفعہ کو طلب نہیں کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا

المشتري والثمن۔

(۲۲) فان اخبر بحضرة الشهود ليشهدهم عليه والا يطلب من غير اشهاد لان هذا الطلب صحيح من غير اشهاد

(۲۳) ويشترط ان يكون متصلا بعلمه عند عامة المشائخ وهو مروي عن محمد وعنه ان له التامل الى اخر المجلس كالمخيرة وبهذا اخذ الكرخي۔

ولو قال الشفيع بعد ما علم البيع الحمد لله او لاحول ولا قوة الا بالله العلي العظيم او قال سبحان الله لا تبطل شفعته على هذه الرواية۔

وكذا لو قال من ابتاعها وبكم بيعت وكذا لو قال خلصني الله تعالى

(۲۴) ويصح الطلب بكل لفظ يفهم منه طلب الشفعة في الحال۔

(۲۵) ولا يجب عليه الطلب حتى يخبره رجلان غير عدلين او واحد عدل عند ابي حنيفة او رجل وامراتان وعندهما يجب عليه الاشهاد اذا اخبره واحد حرا كان او عبدا صغيرا كان او كبيرا اذا كان الخبر حقا وان لم يطلب بطلت الشفعة

(۲۶) ولو اخبره المشتري بنفسه يجب عليه الطلب بالاجماع كيفما كان لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة

بشرطیکہ اخیر تک پڑھنے سے پہلے اوسکو ثمن کی مقدار اور مشتری کا حال

(۲۲) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوتے وقت گواہ موجود ہوں اوسوقت میں تو انکو گواہ کر دینا چاہیے ورنہ بغیر کسی کے گواہ کیے خود شفعہ کو طلب کرنا چاہیے اسواسطے کہ یہ طلب بغیر گواہوں کے بھی صحیح ہو جاتی ہے۔

(۲۳) عامہ مشائخ کا مذہب تو یہی ہے کہ یہ طلب علم بیع کی ساتھ معًا ہونی چاہیے اور امام محمد رح سے بھی ایک روایت یہی ہے مگر دوسری روایت امام محمد رح سے یہ ہے کہ اخیر جلسہ تک شفیع کو فکر کرکے طلب کرنے کا اختیار ہے جسطرح خاوند عورت کو طلاق کا اختیار دے تو اخیر جلسہ تک عورت کو اختیار رہتا ہے کرخی رح نے اسی قول کو پسند کیا ہے اور اگر شفیع نے علم بالبیع کے بعد الحمد لله یا لاحول ولا قوة الا بالله العلي العظيم یا سبحان الله کا لفظ کہا تو اس روایت کے موافق اوسکا شفعہ باطل نہو گا۔

اسیطرح اگر یہ بات کہے کہ یہ مکان کسنے خریدا ہے یا کس قیمت کو فروخت ہوا ہے یا یہ کہا کہ خدا ے تعالی نے مجھکو بچا دیا تو شفعہ باطل نہوگا

(۲۴) جس لفظ سے فی الحال طلب شفعہ سمجھی جائے خواہ وہ کوئی لفظ ہو اوس سے طلب شفعہ کرنا صحیح ہوتا ہے۔

(۲۵) امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک طلب شفعہ کرنا اوسوقت ضروری ہوتا ہے کہ ایک پرہیزگار مرد یا دو معمولی مرد یا دو عورتیں اور ایک مرد شفیع سے بیع کا حال بیان کریں اور صاحبین فرماتے ہیں فقط ایک شخص کے بیان کرنے سے شفیع کو طلب کرنا ضروری ہے خواہ وہ خبر دینے والا حر ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ مگر یہ شرط ہے کہ شفیع کے گمان میں وہ خبر صحیح ہو اگر اس صورت میں شفیع نے طلب شفعہ نکیا

(۲۶) اگر خود مشتری نے شفیع سے بیع کا حال بیان کیا تو بالاتفاق شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے خواہ وہ مشتری کیسا ہی شخص کیوں ہو اسواسطے کہ مشتری اوسکا مدعی علیہ ہے اور مدعی مدعی علیہ کے اندر عادل ہونا

فی الخصوم۔

لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔

(۲۷) ثم اشہد علی البائع لو کان المبیع فی یدہ او اشہد علی المشتری او اشہد عند العقار وھذا طلب التقریر وما ذکرنا طلب المواثبۃ۔

(۲۷) علم بالبیع کے بعد شفیع کے اوپر جو طلب شفعہ لازم ہوتی ہے اوسکو طلب مواثبت کہتے ہیں اس طلب کے بعد شفیع کو چاہیے خواہ بائع کے سامنے لوگونکو گواہ کرے یا مشتری کے روبرو یا اوس مکان کے پاس ہو اگر بائع کے روبرو اوسیوقت گواہ کرسکتا ہو

(۲۸) وکیفیتہ ان یقول ان فلانا باع ھذہ الدار ویذکر حدودھا الاربعۃ وانا شفیعھا وقد کنت طلبت شفعتھا واطلبھا الآن فاشہدوا علی ذلک۔

(۲۸) طلب تقریر کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ شفیع یہ بات بیان کرے کہ فلان شخص نے فلان مکان کو فروخت کیا ہے کہ جسکے حدود اربعہ یہ ہین اور مین اوسکا شفیع ہون اور طلب شفعہ کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ میرے لیے اس بات پر گواہ رہو۔

(۲۹) ومدۃ ھذا الطلب مقدرۃ بتمکنہ من الاشہاد مع القدرۃ علی احد ھؤلاء الثلاثۃ حتی لو تمکن ولم یطلب الشفعۃ بطلت شفعتہ۔

(۲۹) طلب تقریر کی مدت کچھ معین نہین ہے بلکہ اوسکا تعین یہی ہے کہ جتنے عرصہ مین شفیع اون تینون مین سے کسی کے پاس پہونچ کر لوگونکو گواہ کرسکے اگر باوجود اسقدر مہلت ملنے کے اوسنے طلب تقریر نہین کی تو شفعہ باطل ہوگیا۔

(۳۰) وان قصد الابعد من ھذہ الثلاثۃ وترک الاقرب فان کانوا جمیعا فی مصر جاز استحسانا وان کان بعضھم فی مصر والبعض الآخر فی مصر آخر او فی الرستاق فقصد الابعد وترک الذی فی مصرہ بطلت شفعتہ

(۳۰) اگر اون تینون مین سے قریب کو چھوڑ کر شفیع نے بعید کے پاس جاکر گواہ کیا تو اوسمین دو صورتین ہین اگر یہ تینون یعنے بائع اور مشتری اور مکان سب اوسیکے شہر مین ہین تب تو استحسان کے طور پر اوسکی صحت کا حکم دیا جائیگا اور اگر مکان مثلاً اوسیکے شہر مین ہے مگر بائع اور مشتری کسی دوسرے

(۳۱) وان اشہد عند طلب المواثبۃ علی البائع بان کان حاضرا او علی المشتری او عند العقار یکفیہ ذلک ویقوم مقام الطلبین ذکرہ شیخ الاسلام۔

(۳۱) اگر طلب مواثبت کی وقت شفیع نے بائع یا مشتری کے روبرو یا مکان کے پاس جاکر لوگونکو گواہ کردیا تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ اوسیکے کافی ہوگا اور دونون طلبون کے قائم مقام ہوجائیگا یعنے اب اسکو طلب تقریر کی ضرورت نہ رہیگی۔

(۳۲) وھی طلب ثالث وھو طلب الاخذ والتملک المشار الیہ بقولہ ثم لا تسقط الشفعۃ بالتاخیر

(۳۲) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد شفیع کو طلب تملک کرنا چاہیے مگر صاحبین رح کا قول ہے کہ اگر اس طلب مین

اى بتاخير طلب الاخذ بعد ما استقرت شفعته بالاشهاد عندهما وعند محمد انه ان اخر هذا الطلب الى شهر من غير عذر بطلت الشفعة وبه قال زفر وهو رواية عن ابي يوسف وفي العيون بعضنا افتى به وعنه انه قدّره بثلاثة ايام

تاخیر ہو جائے اور طلب اشہاد کر چکا ہو تو اوسکا شفعہ ساقط نہین ہوتا ہی اور محمد رح کی نزدیک اگر بلا عذر ایک مہینہ تک طلب اشہاد کے بعد طلب تملک نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہی زفر رح بھی اسی کے قائل ہین اور ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت مین یہی قول مروی ہی۔ اور عیون مین مذکور ہی کہ ہمارے بعض فقہا نے اسی پر فتویٰ دیا ہی اور ایک روایت ابو یوسف رح سے یہ ہی کہ انہون نے تین دن اوسکی مدت مقرر کی

٣٣، عن ابي يوسف اذا ترك المحاكمة والمرافعة الى القاضي في زمان يقدر على ذلك بطلت الشفعة۔

٣٣، ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص اتنی مدت پائے کہ اوس مدت مین طلب تملک کر سکتا ہو مگر نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے

٣٤، وعند الشافعي في الجديد واحمد في رواية تبطل بالتاخير ولو بلا عذر۔

٣٤، امام شافعی رح کا قول جدید اور نیز امام احمد رح سے ایک روایت ہی کہ طلب تملک مین تاخیر کرنے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی اگرچہ بلا عذر تاخیر

٣٥، وعند مالك تبطل بمضي سنة

٣٥، امام مالک رح کے نزدیک ایک سال کے گذر جانے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی

٣٦، والفتوى على قول ابي حنيفة انها لا تبطل ابدا حتى يسقطها بلسانه لان الحق قد ثبت بالطلب فلا يبطل بالتاخير كسائر الحقوق۔

٣٦، مفتی بہ قول اس بارہ مین امام صاحب رح کا قول ہے کہ جبتک شفیع خود شفعہ کو اپنی زبان سے ساقط نہ کرے اوسوقت تک ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ طلب کرنیسے حق شفعہ ثابت ہو گیا اور اسطرح اور حقوق کا حال ہی کہ تاخیر کرنیسے ساقط نہین ہوتی اسیطرح یہ بھی ساقط نہین ہو سکتا

٣٧، ولو كان التاخير بعذر من مرض او سفر او حبس او عدم قاض يرى الشفعة بالجوار في بلده لا تسقط بالاجماع وان طالت المدة۔

٣٧، اگر طلب تملک مین کسی عذر سے تاخیر ہو گئی مثلاً بیمار رہتا یا سفر مین تھا یا قیدخانہ مین تھا یا اوس کے شہر مین ایسا قاضی نہ تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو تو باتفاق ائمہ اس شخص کا شفعہ ساقط نہین ہوتا اگرچہ مدت دراز گذر جائے۔

٣٨۔ فان طلب الشفيع الشفعة عند القاضي سال القاضي المدعى عليه وهو المشتري عن الدار التي يشفع الشفيع هل هي ملك للشفيع ام لا فان اقر المشتري بملك ما يشفع به او نكل

٣٨، جسوقت شفیع طلب تملک کرے یعنے قاضی کے روبرو اپنے شفعہ کا مطالبہ کرے تو قاضی کو مشتری سے سوال کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ اسکی ملک ہی یا نہین اگر اس صورت مین مشتری اقرار کرے کہ وہ مکان شفیع کی ملک ہی یا اسبات کا منکر ہو کر پھر حلف کرنے سے بھی

المشتری عن الیمین بعد ما انکر او برهن الشفیع ای او اقام بینة انها ملکه ثم ساله ای سأل القاضی المشتری عن الشراء فیقول له اشتریت ام لا فان اقر المشتری به ای بالشراء او نکل عن الیمین بعد ما انکر او برهن الشفیع ای اقام بینة علی الشراء قضی القاضی بها ای بالشفعة لثبوته عنده۔

والواجب فی هذا ان یسال القاضی اولا المدعی عن موضع الدار من مصر ومحلة وحدودها لانه ادعی فیها حقا فلابد ان تکون معلومة۔

فاذا بین ذلك سال هل قبض المشتری الدار ام لا لانه اذا لم یقبضها لاتصح دعواه علی المشتری حتی یحضر البائع فاذا بین ذلك ساله عن طلب التقریر کیف کان وعند من اشهد فاذا بین ذلك کله تم دعواه ثم اقبل علی المدعی علیه فساله عن الدار التی یشفع بها هل هی ملك الشفیع ام لا فان اعترف ثبت باعترافه وان انکر کلف القاضی الشفیع اقامة البینة علی انه مالك لما یشفع به۔

وعند زفر یقضی بظاهر الید

انکار کرے یا خود شفیع اسبات کے گواہ پیش کردے کہ وہ مکان میرا مملوک ہے تو بہر حال اسکے بعد قاضی کو مشتری سے خریدنے کی نسبت سوال کرنا چاہیے کہ تو نے یہ مکان مشفوعہ خریدا ہی یا نہین اگر وہ خریدنیکا اقرار کرے یا انکار کرکے پھر حلف کرنے سے بھی انکار کرے یا خود شفیع اسبات کے گواہ پیش کردے کہ مکان مشفوعہ اس مدعی علیہ نے خریدا ہی تو تبھی قاضی کو شفعہ کا حکم دیدینا چاہیے اسواسطے کہ اس گفتگو سے قاضی کے نزدیک شفعہ ثابت ہو گیا۔ اور شروع سے اس گفتگو کا طریقہ یہ ہے کہ اولا قاضی کو مدعی سے مکان مشفوعہ کا پتا و نشان دریافت کرنا چاہیے کہ کونسے شہر مین اور کونسے محلہ مین ہے اور اوس کے حدود اربعہ کیا ہین اسواسطے کہ جب اس مکان مین وہ اپنے حق کا دعوی کرتا ہے تو قاضی کو اوس مکان کا معلوم ہونا ضروری ہو جب مدعی اس کا بیان کر چکے تو قاضی اوس سے سوال کرے کہ مشتری نے اوس پر اپنا قبضہ کر لیا ہے یا نہین اسواسطے کہ اگر مشتری کا قبضہ نہین ہوا ہے تو بغیر موجودگی بائع کے مشتری پر مدعی کا دعوی صحیح نہوگا جب اسکو بھی بیان کردے تو قاضی اوس سے یہ بات دریافت کرے کہ طلب تقریر تو نے کسطور پر کی اور کس کے پاس گواہ کیا جب اسکا بھی جواب دیدے تو اوسکا دعوی پورا ہو جایگا اسکے بعد قاضی کو مدعی علیہ کی طرف مخاطب ہونا چاہیے اور اوس سے دریافت کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہو وہ شفیع کی ملک ہی یا نہین اگر اوس نے اقرار کر لیا تو شفیع کی ملکیت اوس کے اقرار سے ثابت ہو گئی اور اگر مشتری نے کہا کہ وہ مکان شفیع کی ملک نہین ہی تو شفیع سے اسبات کے گواہ لینے

وهو احدى الروايتين عن ابي يوسف وقول الشافعي لان اليد دليل الملك ظاهرا ولنا ان الظاهر يكفي للدفع دون الالزام۔

فان عجز عن البينة فطلب يمينه استحلف المشتري بالله ما يعلم انه مالك للذي ذكره مما يشفع به عند ابي يوسف وعند محمد يحلف على البتات فان نكل او اقام الشفيع بينة او اقر المشتري بذلك ثبت ملك الشفيع في الدار التي يشفع بها وثبت السبب وبعد ذلك سال القاضي المدعى عليه فيقول له هل اشتريت ام لا فان انكر الشراء قال للشفيع اقم البينة انه اشترى فان عجز عن اقامة البينة وطلب يمين المشتري استحلف بالله ما اشترى او بالله ما يستحق عليه في هذه الدار شفعة من الوجه الذي ذكره فهذا التحليف على الحاصل وهو قول ابي حنيفة ومحمد والاول على السبب وهو قول ابي يوسف فان نكل او اقر او اقام الشفيع بينة قضى بها لظهور الحق بالحجة۔

(۳۹) ولا يلزم الشفيع احضار الثمن وقت الدعوى فيجوز له المنازعة وان لم

چاہیئیں کہ وہ مکان کا مالک ہے اور امام زفر رح فرماتے ہیں فقط ظاہری قبضہ سے ملکیت کا حکم دیدیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت یہی ہے اور امام شافعی رح کا قول بھی یہی ہے اسواسطے کہ قبضہ ملکیت کی دلیل ہے مگر حنفیہ کہتے ہیں ظاہری قبضہ دوسرے کے ملکیت کی دفع کرنے کو کافی ہو سکتا ہے مگر دوسرے کے اوپر اوس کے ذریعے حق ثابت نہیں ہو سکتا۔ الغرض جسوقت قاضی نے شفیع سے گواہ طلب کیے اور گواہ نہ لا سکا بلکہ اوس نے مشتری سے حلف لینے کی درخواست کی تو مشتری سے ابو یوسف رح کے نزدیک حلف لیا جائیگا کہ خدا کی قسم مجھکو معلوم نہیں کہ جس مکان کے ذریعے شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ اوسکی ملک ہے اور امام محمد رح فرماتے ہیں حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم وہ مکان شفیع کی ملک نہیں ہے بہرحال اگر مشتری اس حلف سے انکار کرے یا خود شفیع ملکیت کے گواہ سنا دے یا مشتری اوسکی ملکیت کا اقرار کرے تو جس مکان کے ذریعے سے شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوس مکان میں شفیع کی ملکیت ثابت ہو جائیگی اور شفعہ کا سبب متحقق ہو جائیگا بعد ازاں قاضی کو مدعی علیہ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ تو نے مکان مشفوعہ خریدا ہے یا نہیں اگر خریدنے سے انکار کرے تو شفیع سے اسبات کے گواہ طلب کیے جائینگے کہ وہ مکان مشتری نے خریدا ہے اگر گواہ نہ لا سکا اور اوس نے مشتری سے حلف لینا چاہا تو مشتری سے یہ حلف لیا جائیگا کہ خدا کی قسم میں نے نہیں خریدا ہے یا یہ کہ خدا کی قسم جس وجہ سے اس مکان میں یہ شخص شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوس وجہ سے یہ شفعہ کا مستحق نہیں ہے کہ دوسرا حلف حاصل کے اوپر ہے اور ابو حنیفہ رح اور محمد رح کا قول یہی ہے اور پہلا حلف سبب کے اوپر ہے اور ابو یوسف رح کا قول یہی ہے بہرحال

(۳۹) دعوی کے وقت شفیع پر ثمن کا موجود کر دینا ضرور نہیں ہے اگر قاضی کے پاس ابھی ثمن حاضر نہیں کیا ہے اوسوقت بھی

یحضره الثمن الی مجلس القاضی۔

(۴۰) وعن محمد لا یقضی له بها حتی یحضر الثمن وهو روایة الحسن عن ابیحنیفة احترازا عن توی الثمن۔

(۴۱) وجه الظاهر انه لا یجب علیه الا بعد القضاء لانه قبل القضاء غیر واجب علیه فلا یطالب به۔

(۴۲) وعند الشافعی ینتظر الی ثلاثة ایام وعند مالک واحمد یومین۔

فان احضر الثمن فبها والا فسخ فان قال لیس عندی الثمن او احضره غدا او ما اشبه ذلک تبطل الشفعة

وعند الثلاثة لا بل انما یلزم الشفیع احضار الثمن بعد القضاء ای بعد قضاء القاضی بالشفعة لما ذکرنا۔

(۴۴) وخاصم الشفیع البائع لو ای لو کان المبیع فی یده لان له ید المحقة اصالة فکان خصما کالمالک بخلاف المودع والمستعیر ونحوهما لان یدهم لیست باصالة فلا یکون خصما۔

ولا یسمع القاضی البینة حتی یحضر المشتری لان لکل

منازعت کرنے کا مُجاز ہے۔

(۴۰) محمد رح سے مروی ہی تاوقتیکہ شفیع ثمن کو لاکر موجود نکر دے قاضی کو اوسکے لیے شفعہ کا حکم نہ دینا چاہیے ایسا نہو کہ ثمن ہلاک ہو جاوے اور مشتری کے حق تلفی ہو حسن نے امام ابوحنیفہ رح سے بھی اس قول کو روایت کیا ہے۔

(۴۱) ظاہر روایت کی دلیل یہ ہی کہ شفیع کے ادائے ثمن اوسوقت واجب ہوتا ہی کہ قاضی شفعہ کا حکم دیدے اور حکم سے قبل واجب نہین ہوتا اور جب اوپر واجب نہین ہی تو اوس سے مطالبہ نہین ہو سکتا۔

(۴۲) شافعی رح کے نزدیک حکم قاضی کے بعد تین روز تک ثمن کا انتظار ہو سکتا ہی اور مالک اور احمد رح کے نزدیک صرف دو روز تک ہو سکتا ہی اگر اس عرصہ مین اوس نے ثمن لاکر حاضر کر دیا تب تو بہتر ورنہ شفعہ فسخ ہو جایگا اور اگر شفیع نے یہ بات کہی کہ میرے پاس ثمن نہین ہی یا یہ کہا کہ کل کو حاضر کر دونگا یا اسی قسم کا اور کوئی لفظ کہا تو شفعہ باطل ہو جایگا مگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک باطل نہوگا۔

بلکہ جب قاضی شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدے تو اوسکے بعد شفیع کو ثمن کا حاضر کرنا چاہیے اسواسطے کہ حکم قاضی کے بعد ثمن کا ادا کرنا اوس کو واجب ہو جاتا ہے۔

(۴۳) اگر مبیع ہنوز بائع کے پاس موجود ہو تو شفیع بائع سے بھی مخاصمت کرتا ہی اسواسطے کہ بائع کا قبضہ ذاتی اور اصلی طور پر ہے لہذا جسطرح مالک یعنے مشتری سے مخاصمت ہو سکتی ہی اوسیطرح بائع سے بھی اس حالت مین ہو سکتی ہی بخلاف اوس صورت کے کہ وہ مکان کسی کے پاس عاریت یا ودیعت کے طور پر ہو کہ اوس شخص سے شفیع مخاصمت نہین کر سکتا ہے کیونکہ اوسکا قبضہ ذاتی طور پر نہین ہے مگر جسوقت تک مشتری موجود نہو

پہنچے

منهما في المبيع حقا للبائع اليد وللمشتري الملك والشفيع يتعرض للحقين جميعا فلا بد من حضورهما فيفسخ البيع بشهادة اي بشهد المشتري اي بحضوره بخلاف ما بعد القبض حيث لا يشترط حضور البائع لان العقد قد انتهى بالتسليم فصار البائع اجنبيا عنهما۔

قاضی کو شفیع کے گواہ نہ سننے چاہییں اسواسطے کہ اس بیع میں ان دونوں کا حق ہے اسلیے کہ قبضہ اگرچہ بائع کا ہے مگر ملک مشتری کی ہے اور شفیع دونوں حقوق میں دخل دیتا ہے لہذا بائع اور مشتری کا حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ مشتری کے روبرو اوس بیع کو فسخ کر دیا جائے اور اگر مشتری کا مبیع پر قبضہ ہو گیا ہے تو صرف مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے اور بائع کے حاضر ہونے کی ضرورت نہیں ہے اسواسطے کہ جب مشتری کا قبضہ ہو گیا تو اب بائع ایک اجنبی شخص ہو گیا اور بیع تمام ہو گئی۔

(۴۴) والعهدة وهي ضمان الثمن عند الاستحقاق على البائع عندنا۔ وقالت الثلاثة على المشتري والاصل في ذلك ان حقوق العقد ترجع الى المالك عندهم والى العاقد عندنا۔

(۴۴) حنفیہ کے نزدیک اگر مکان مبیع میں کسی کا حق برآمد ہوا تو بائع اوسکے ثمن کا ذمہ دار ہوگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مشتری ذمہ دار ہوگا اور اس اختلاف کا منشا یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مبیع کے احکام مالک کی طرف راجع ہوتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک عقد کرنے والے کی طرف راجع ہوتے ہیں۔

✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢

(۴۵) والوكيل بالشراء خصم للشفيع ما لم يسلم المبيع الى الموكل لان الوكيل هو العاقد والاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيكون متوجها عليه الا ان يسلم الدار الى الموكل فيخرج عن الخصومة وعند الثلاثة الخصم هو الموكل ابتداء لان الوكيل بمنزلة السفير۔

(۴۵) اگر ایک شخص کو مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا تو جبتک وہ مکان موکل کے قبضہ میں نہ آجائے اوسوقت تک شفیع وکیل سے مخاصمت کر سکتا ہے اسواسطے کہ عقد کرنے والا یہاں پر وکیل ہے اور شفعہ عقد کے احکام میں سے ہے لہذا وکیل سے مخاصمت کیجائیگی مگر جس صورت میں وہ مکان موکل کے قبضہ میں دیدے کہ اب وکیل سے خصومت نہیں ہو سکتی اور ائمہ ثلاثہ یعنے شافعی و احمد و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک شروع ہی سے دعوی موکل کے اوپر ہے کیونکہ وکیل محض بمنزلہ ایلچی کے ہے

(۴۶) وللشفيع خيار الرؤية والعيب وان شرط المشتري البراءة منه اي من العيب بالاجماع لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء فيثبت فيها الخيار ولا يسقط برؤية المشتري وبشرط

(۴۶) اگرچہ مشتری نے بائع سے عیب سے بری ہونے کی شرط قبول کر لی ہو مگر شفیع کو بالاتفاق خیار رویت اور خیار عیب حاصل رہتا ہے اسواسطے کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خریدنے کے ہے لہذا شفیع کو لامحالہ اختیار ثابت ہوگا اور مشتری کے دیکھ لینے یا عیب سے بری ہونے کی شرط قبول کر لینے سے شفیع کا اختیار ساقط نہ ہوگا کیونکہ شفیع

براءته لان الشفیع لیس بنائب عنه فلا یسقط حقه باسقاط المشتری۔

اس مشتری کا نائب نہیں ہے لہذا مشتری کے ساقط کرنے سے اوسکا حق ساقط نہو گا۔

(۴۷) وان اختلف الشفیع والمشتری فی مقدار الثمن فالقول للمشتری لانه منکر لان الشفیع یدعی استحقاق الاخذ عند نقد الاقل والمشتری ینکره ولا یتحالفان لان التحالف عرف بالنص فیما اذا وجد الانکار من الجانبین والدعوی من الجانبین والمشتری لا یدعی علی الشفیع شیئا فلا یکون الشفیع منکرا ولا یکون فی معنی ما ورد به النص فامتنع القیاس۔

(۴۷) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کی مقدار مین اختلاف ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوتا ہے اسواسطے کہ مشتری منکر ہوتا ہے کیونکہ شفیع اسبات کا مدعی ہے کہ تہوڑا ثمن دیکر مین اس مکان کے لینے کا مستحق ہوں اور مشتری اوس سے انکار کرتا ہے مگر اون سے حلف نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ دونوں طرف سے حلف لینے کا حکم نص سے صرف اُس صورت مین ثابت ہوا ہے کہ دونوں طرف سے دعوی اور دونوں طرف سے انکار پایا جائے اور یہان مشتری شفیع پر کسی چیز کا دعوی نہین کرتا کہ شفیع اوسکا منکر ہوتا لہس مورد نص مین داخل نہوا اور اوسپر قیاس نہین کر سکتے۔

(۴۸) وان برهنا ای وان اقام کل واحد منهما البینة علی دعواه فللشفیع ای فالبینة بینة الشفیع عندهما

(۴۸) اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ سنا دے تو صاحبین رحمہ کے نزدیک شفیع کے گواہوں کا اعتبار کیا جائیگا۔

(۴۹) وعند ابی یوسف البینة بینة المشتری لانها تثبت الزیادة وعند الشافعی واحمد تهاترتا والقول للمشتری وعنهما یقرع وعند مالک یحکم بالاعدل والا بالیمین۔

(۴۹) صورت مذکورہ بالا مین ابو یوسف رحمہ کے نزدیک مشتری کے گواہوں کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ اون سے ایک زیادہ بات ثابت ہوتی ہے اور شافعی اور احمد رح کے نزدیک دونوں کے گواہ نامعتبر ہونگے اور مشتری کے قول کا اعتبار کیا جائیگا اور ان دونوں سے ایک روایت یہ بہی ہے کہ قرعہ اندازی کیجائیگی اور امام مالک رحمہ فرماتے ہیں

(۵۰) ولهما ان بینة الشفیع ملزمة وبینة المشتری غیر ملزمة لان الشفیع لو ترک الدعوی یترک فیکون الملزم اولی۔

(۵۰) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کے گواہوں سے دوسرے پر حق لازم ہوتا ہے اور مشتری کے گواہوں سے لازم نہیں ہوتا کیونکہ اگر شفیع اپنا دعوی چہوڑ دے تو مشتری خود چہوڑ دیتا ہے لہذا شفیع کے گواہ معتبر ہونگے۔

کہ دونوں میں جو عادل ہو اوسکے گواہوں کا اعتبار کیا جائیگا ورنہ قسم لیجائیگی

(٥١) وان ادعى المشتري ثمنا وادعى بائعه اقل منه والحال انه لم يقبض الثمن اخذها اي المشفوعة الشفيع بما قال البائع لان الامر ان كان كما قاله البائع فالشفيع يأخذه به وان كان كما قاله المشتري يكون حطا عن المشتري بدعواه الاقل وحط البعض يظهر في حق الشفيع فيأخذه به ولو كان ما ادعاه البائع اكثر مما ادعاه المشتري تحالفا وايهما نكل ظهر ان الثمن ما يقوله الآخر فيأخذها الشفيع بذلك وان فسخ القاضي العقد بينهما يأخذه الشفيع بما يقوله البائع۔

(٥١) اگر مشتری کہتا ہے یہ مکان مین نے سو روپیہ کو خریدا ہے اور بائع کہتا ہے مین نے پچاس کو فروخت کیا ہے اور ہنوز بائع نے ثمن کو وصول نہین کیا تو شفیع اس صورت مین پچاس روپیہ دیکر مکان مشفوعہ کو لے سکتا ہے اسلیے کہ اگر فی الحقیقت پچاس کو خریدا ہے تب تو شفیع کو پچاس ادا ہی کرنے چاہیین اور اگر سو کو خریدا ہے تو بائع کا یہ کہنا کہ مین نے پچاس کو فروخت کیا ہے ثمن کا کم کرنا خیال کیا جایگا اور یہ کمی شفیع کے حق مین ظاہر ہو جائیگی اسواسطے پچاس سے لے سکیگا اور اگر مشتری پچاس کا دعوی کرتا ہے اور بائع سو کا مدعی ہے تو اون دونون سے حلف لیا جائیگا اور جو کوئی حلف سے انکار کریگا تو ثابت ہو جائیگا کہ دوسرے کا قول صحیح ہے اور اوسی کے موافق شفیع کو ثمن ادا کرنا پڑیگا۔ اور اگر قاضی نے بائع اور مشتری کے عقد کو فسخ کر دیا تو بائع کے قول کے موافق شفیع کو ثمن دینا پڑیگا۔

\+ + + + + + + + + + +

(٥٢) وان قبض البائع الثمن في المسئلة المذكورة اخذها الشفيع بما قال المشتري اذا اثبت ذلك بالبينة او بيمينه ولا يلتفت الى قول البائع لان باستيفاء الثمن انتهى العقد وصار البائع كالاجنبي وعند الثلاثة يؤخذ بقول المشتري هنا ايضا۔

(٥٢) اگر صورت مذکورہ بالا مین بائع نے ثمن کو وصول کر لیا ہے تو مشتری کے بیان کے موافق شفیع کو ثمن دینا پڑیگا بشرطیکہ مشتری گواہ سنا دے یا حلف کر لے اسلیے کہ وصول ثمن کے بعد عقد تمام ہو گیا اور بائع ایک اجنبی شخص ہو گیا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک پہلی صورت مین بھی مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

\+ + + + + + + + + + +

(٥٣) وحط البعض اي بعض الثمن يظهر في حق الشفيع حتى يأخذه بما بقي لان الحط يلتحق باصل العقد صار الباقي هو الثمن وعند الثلاثة لا يظهر

(٥٣) اگر بائع نے ثمن کے اندر کچھ کمی کر دی تو شفیع کے حق مین بھی کمی ہو جائیگی اور اوسیقدر کمی سے مکان کو لے سکیگا اسواسطے کہ جب یہ کمی نفس بیع کے اندر داخل ہو گئی تو کم کرنے کے بعد جسقدر باقی رہا ہے اوسیقدر ثمن مقرر ہو گیا اور

ولا یسقط عن الشفیع بل علیه الثمن المسمی وقد مر اصل هذا فی کتاب البیوع۔

ائمہ ثلثہ کے نزدیک شفیع سے کمی نہ کیجائیگی بلکہ جو ثمن پہلے قرار پایا ہے وہی ثمن اوسکو دینا پڑے گا۔ کتاب البیوع مین اس مسئلہ کی اصل گذر چکی ہے۔

(۵۴) لا یظهر حط الکل ای کل الثمن یعنی لو حط البائع کل الثمن عن المشتری لم یسقط عن الشفیع بالاجماع لانه یصیر بیعا بلا ثمن وانه باطل۔

(۵۴) اگر بائع نے مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیا تو بالاتفاق شفیع کے ذمہ سے ساقط نہو گا اسواسطے کہ یہ بیع بلا ثمن ہو گی اور بیع بلا ثمن باطل ہوتی ہے۔

\+ + + + +

(۵۵) ولا یظهر ایضا الزیادة علی الثمن بعد عقد البیع حتی لا تلزمه الزیادة بالاجماع لان فی اعتبارها الحاق الضرر به وهو مدفوع۔

(۵۵) اگر بیع ہو جانے کے بعد مشتری نے بائع کے لیے ثمن بڑھا دیا تو بالاتفاق وہ زیادتی شفیع پر لازم نہو گی اسواسطے کہ اگر اس زیادتی کا اعتبار کیا جائے تو اسمین شفیع کا ضرر ہے اور شریعت کے اندر ضرر مدفوع ہے۔

(۵۶) وان اشتری دارا بعرض او بعقار اخذها ای الدار الشفیع بقیمته ای بقیمة ذلك العرض او العقار واخذها بمثله ای بمثل ذلك العرض لو کان مثلیا ای من ذوات الامثال کالمکیل والموزون والعددی المتقارب کما فی ضمان العدوان۔

(۵۶) اگر ایک مکان بعوض ایک زمین کے یا بعوض منقول چیز کے خریدا تو شفیع کو اوس کے بدلے مین زمین اور اس چیز کی قیمت ادا کرنا چاہیے اور اگر وہ چیز مثلی یعنے ذوات الامثال مین سے ہو مثلا وہ چیزین جو ناپ یا تول یا گنتی سے فروخت ہوتے ہین تو شفیع کو اوسکا مثل ادا کرنا چاہیے جسطرح قصدًا ہلاک کرنے کے صورت مین تاوان کا قاعدہ ہے۔

\+ + + + +

\+ + + + +

(۵۷) واخذها الشفیع بحال ای بثمن حال لو کان الثمن مؤجلا بان کان المشتری اشتراها الی اجل او یصبر الشفیع عن الاخذ حتی یمضی الاجل المضروب بین البائع والمشتری فیاخذها

(۵۷) اگر مشتری نے ایک مکان کچھ مدت کے بعد ثمن ادا کرنے کے وعدہ پر خریدا ہے تو شفیع اسطرح اسکو نہین لے سکتا بلکہ فی الحال اوسکو ثمن ادا کرنا پڑے گا یا اوس مدت معین تک شفیع کو صبر کرنا پڑے گا بعد ازان اوسی ثمن سے لے سکیگا جو اونکے مابین قرار پایا ہو۔

\+ + + + +

بعد ذلك۔

(٥٨) وقال زفر ومالك واحمد والشافعي في القديم له ان يأخذها في الحال بالثمن المؤجل لان الشراء وقع به ولنا ان الاصل في الثمن ان يكون حالا وانما يؤجل بالشرط ولا شرط في حق الشفيع۔

(٥٩) ثم لابد من الطلب ان كان يصبر الى حلول الاجل حتى لو سكت ولم يطلب في الحال بطلت شفعته عندهما وعند ابي يوسف لا تبطل بالتاخير الى حلول الاجل لان الطلب ليس بمقصود لذاته بل للاخذ وهو لا يتمكن منه في الحال بثمن مؤجل فلا فائدة في طلبه في الحال ولهما ان حقه قد ثبت ولهذا له ان يأخذ بثمن حال ولولا ان حقه ثابت لما كان له ذلك والسكوت عن الطلب بعد ثبوت حقه يبطل الشفعة۔

(٦٠) واخذها بمثل الخمر وقيمة الخنزير ان كان الشفيع ذميا صورته اشترى ذمي من ذمي عقارا بالخمر او خنزير فان كان شفيعه ذميا اخذه بمثل الخمر وقيمة الخنزير لان هذا بيع صحيح فيما بينهم ناذا صح ترتب عليه

(٥٨) زفر اور مالک اور احمد اور شافعی رحمہم اللہ کا قدیم قول یہ ہے کہ صورت مذکورہ مین شفیع اوسیوقت اوس مکان کو اوسی مدت کے وعدہ پر فی الحال لے سکتا ہے اسواسطے کہ ایسا مکان کی بیع اسیطرح واقع ہوئی ہی۔ حنفیہ یہ وجہ بیان کرتے ہین کہ اصل مین ثمن اوسیوقت ادا کرنے کی چیز ہی اور اوسکا اندر تاخیر صرف شرط لگانے سے ہوجاتی ہی اور شفیع کے حق مین وہ شرط نہین لگائی گئی ہے۔

(٥٩) مگر صورت مذکورہ مین اگر شفیع کو اوس مدت معین کے گذرنے کا انتظار کرنا منظور ہو تو بھی اوسکو طلب شفعہ اوسیوقت کرنا چاہیے اگر فی الحال شفعہ طلب نہ کیا بلکہ سکوت کرلیا تو صاحبین کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک باطل نہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ کوئی مقصود بالذات چیز نہین ہی بلکہ لینے کی غرض سے طلب کیا جاتا ہی اور وہ اس صورت مین مکان کو فی الحال نہین لے سکتا پھر اوسکے فی الحال طلب کرنے کا کیا نتیجہ ہے۔ اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ اوسکا حق تو ثابت ہوچکا ولہذا فی الحال ثمن دیکر فی الحال مکان کو لے سکتا ہے اگر حق ثابت نہوتا تو کسطرح لے سکتا تھا اور یہ قاعدہ ہی کہ اگر ثبوت حق کے بعد پھر طلب شفعہ سے سکوت کیا جائے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے۔

(٦٠) ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک مکان بعوض شراب یا خنزیر کے خریدا اور اوسکا شفیع بھی ایک ذمی شخص ہے تو شراب کے بدلہ شراب اور خنزیر کے بدلہ اوسکی قیمت ادا کرکے مکان کو لے سکتا ہی اسواسطے کہ اس قسم کی بیع ذمی لوگونکے باہم درست ہی اور جب درست ہوئی تو بیع کے احکام مثل شفعہ وغیرہ کے اوسپر مترتب ہونگے مگر ذمی کو چونکہ

احکام البیع مثل الشفعة ونحوها غیر ان الذمی لا یتعذر علیه تسلیم الخمر فیاخذ بها لانها من ذوات الامثال والخنزیر من ذوات القیم فیجب علیه قیمته۔

وان کان الشفیع مسلما وذمیا اخذ کل واحد منهما النصف بما ذکرنا من قیمة الخمر او مثلها ولو اسلم الذمی صار حکمه حکم المسلم من الابتداء فیاخذها بالقیمة والمستامن کالذمی فی جمیع ذلك۔

شراب کے بدلہ شراب کا دینا دشوار نہین ہے اسواسطے اسکو شراب دینی پڑیگی اور خنزیر چونکہ غیر مثلی چیز ہے اسواسطے اسکی قیمت ادا کرنی پڑیگی اور اگر اس صورت مین ایک مسلمان اور ایک ذمی شخص شفیع ہین تو ہر ایک نصف مکان کو شراب کی قیمت یا شراب کے بدلہ شراب دیکر لے سکتا ہے۔ اور اگر ذمی مسلمان ہوگیا تو اوس کا حکم اوس شخص کے مانند ہو جو پیشتر سے ہی مسلمان ہو اور مستامن کا حال تمام احکام مین ذمی کا سا ہے

(۶۱) واخذ بقیمتها ای بقیمة الخمر وقیمة الخنزیر لو کان الشفیع مسلما لانه لا یقدر علی تسلیم المثل لکونه ممنوعا عن تملیکهما وتملکهما فیجب علیه قیمتهما کما فی ضمان العدوان۔

(۶۱) اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے بعوض شراب یا سور کے ایک مکان خریدا اور ایک مسلمان کا اوس مین شفعہ ہے تو اس مسلمان کو اون دونون کی قیمت ادا کرنی پڑیگی اسواسطے کہ مسلمان اون کا لین دین نہین کر سکتا لہذا اونکی قیمت اوسکو دینی پڑیگی جسطرح قصدا ہلاک کرنے کی صورت مین تاوان دینے کا قاعدہ ہے۔

(۶۲) واخذها بالثمن وقیمة البناء والغرس لو بنی المشتری علی الارض المشفوعة او غرس فیها او کلف الشفیع المشتری قلعهما ای قلع البناء والغرس ویاخذ الارض فارغة۔

(۶۲) اگر مشتری نے زمین مشفوعہ مین کچھ عمارت بنالی یا درخت لگا لیے تو شفیع کو زمین کے ثمن کے ساتھ اس عمارت اور درختون کی قیمت بھی ادا کرنی پڑیگی ورنہ شفیع کو مشتری سے یہ درخواست کرنی پڑیگی کہ اپنی عمارت اور درختون کو گرا کر لیجائے اور شفیع کو زمین خالی کرکے دیدے۔

(۶۳) وعن ابی یوسف انه لا یکلفه بالقلع ولکنه بالخیار ان شاء اخذها بالثمن وقیمة البناء والغرس وان شاء ترك وبه قال مالك والشافعی

(۶۳) صورت مذکورہ بالا مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ شفیع اوس عمارت اور درختون کے گرانے کی درخواست مشتری سے نہین کر سکتا بلکہ صرف اوس کو اسبات کا اختیار رہیگا کہ یا تو زمین کے ثمن کے ساتھ عمارت اور درختون کی قیمت بھی دیکر اونکو لیلے یا بالکل

في قول * * * * *
وعن الشافعي واحمد ليس له قلعهما بل ياخذها بقيمتها فقط۔

شفعہ کو ترک کردے اور امام مالک رح اور امام شافعی رح سے بھی ایک روایت یہی آیا ہو مگر دوسری روایت یہ ہو کہ مشتری اوس عمارت اور درختوں کو نہیں گرا سکتا بلکہ شفیع کو قیمت ادا کرکے اونکا لینا پڑیگا۔

(٦٤) وجه الظاهر ان المشتري تصرف في ارض تعلق بها حق متاكد للغير من غير تسليط من جهته فينتقض

(٦٤) ظاہر روایت کی وجہ یہ ہو کہ مشتری نے اس جگہ اپنی زمین میں تصرف کیا ہو جسمیں دوسرے کا حق مستحکم ہو گیا ہو اور یہ تصرف دوسرے کے بلا اجازت ہو لہذا اوسکا تصرف باطل ہو جائیگا۔

(٦٥) فان قلعهما اي البناء والغرس الشفيع فاستحقت الارض بعد ذلك فكلف المستحق الشفيع بالقلع فقلعهما رجع الشفيع على المشتري بالثمن لانه تبين ان المشتري اخذ الثمن من الشفيع بغير حق لان الارض لم تكن في ملكه فيسترد الشفيع منه الثمن فقط يعني لا يرجع بقيمة البناء والغرس لا على البائع ان كان اخذها منه ولا على المشتري ان اخذها منه معناه لا يرجع بما نقص بالقلع وعن ابي يوسف انه يرجع به لانه متملك عليه فكان كالمشتري۔

(٦٥) اگر صورت مذکورہ بالا میں شفیع نے عمارت اور درختوں کو اکھاڑ ڈالا بعد ازاں اوس زمین میں کسی اجنبی شخص کا حق برآمد ہوا تو یہ شفیع مشتری سے ثمن واپس لے سکتا ہو اسواسطے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مشتری نے ناحق شفیع سے ثمن لیا ہو اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ زمین اوس کی ملک نہیں تھی لہذا اوس سے ثمن واپس لیا جائیگا مگر عمارت اور درختوں کی قیمت کا مطالبہ کسی سے نہ کر سکیگا نہ بائع سے نہ مشتری سے یعنے درختوں اور عمارت کے گرا دینے سے اوس زمین کی قیمت میں جو کچھ کمی لاحق ہوگی اوسکا مطالبہ نہیں کر سکتا اور ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ واپس لیسکتا ہو اسواسطے کہ جب اوس نے بائع سے حق تملک کی درخواست کی ہو تو وہ بمنزلہ مشتری کی ہے۔

* * * * *

* * * * *

(٦٦) وجه الظاهر وهو الفرق بينه وبين المشتري ان المشتري مغرور من جهة البائع ومسلط عليه من جهته ولا غرور ولا تسليط للشفيع من جهة المشتري لان الشفيع اخذها منه جبرا

(٦٦) ظاہر مذہب کی وجہ یہ ہو کہ بائع اور مشتری میں فرق ہو کہ مشتری تو بائع کے فریب میں آ سکتا ہے اور بائع کی طرف سے اوسکو ملکیت ہو سکتی ہو اور شفیع میں یہ بات نہیں ہو اسواسطے کہ وہ جبرا مالک بنجاتا ہو کسی کے مالک بنانے سے نہیں مالک بنتا یا کسی کے فریب میں نہیں آتا۔

* * * * *

(۶۷) واخذها الشفیع بکل الثمن ان خربت الدار بعد شراء المشتری من غیر صنع احد او جف الشجر کذلك لانهما تابعان للارض حتی یدخلان فی البیع من غیر ذکر فلا یقابلهما شیٔ من الثمن ولهذا یبیعهما فی هذه الصورة مرابحة بلا بیان۔

بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق الماء حیث یسقط من الثمن بحصته لان الفائت ههنا بعض الاصل هذا اذا انهدم البناء ولم یبق له نقض ولا یبقی من الشجر شیٔ من حطب او خشب واما اذا بقی شیٔ من ذلك فلابد من سقوط بعض الثمن فیقسم الثمن علی قیمة الدار یوم العقد وعلی قیمة النقض یوم الاخذ۔

(۶۸) واخذها بحصة العرصة ان نقض المشتری البناء لانه صار مقصودا بالاتلاف والتبع اذا صار مقصودا به یقابله شیٔ من الثمن بخلاف الاول لان الهلاك فیه بآفة سماویة فاذا کان له حصة من الثمن یقسم الثمن علی قیمة الارض والبناء یوم العقد علیهما

(۶۹) بخلاف المسئلة الاولی وهو

(۶۷) اگر ایک شخص نے ایک مکان خریدا جسکے اندر کچھ درخت بہی تھے بعد ازان وہ مکان خود بخود خراب ہوگیا یا درخت خود بخود خشک ہوگیے تو شفیع کو اوس مکان اور درختون کا پورا ثمن ادا کرنا پڑیگا اسواسطے کہ درخت وغیرہ زمین کے توابع مین ہین اسیوجہ سے بغیر ذکر کیے یہ چیزین زمین کے بیع مین داخل ہوجاتی ہین اسلیے ثمن کا کوئی حصہ انکے مقابل نہ سمجھا جایگا ولہذا یہ مشتری کچھ نفع لیکر بغیر بیان کیے اس صورت مین اوس زمین کو شرعا فروخت کرسکتا ہو۔ اور اگر زمین کا کچھ حصہ پانی مین غرق ہوکر تلف ہوجائے تو اوسی کے قدر شفیع پہ ثمن مین کمی کردیجائیگی اور صورت مذکورہ بالا مین حکم مذکور اوسوقت ہوکہ عمارت گرجانے کے بعد عمارت کا ملبہ اور درخت خشک ہوجانے کے بعد درختون کی لکڑیان باقی نہ رہی ہون اور اگر باقی ہین تو بعض ثمن مین کمی کردیجائیگی اور مکان اور ملبہ کی قیمت پر وہ ثمن تقسیم کیاجائیگا مگر مکان کی قیمت وہ لگائی جائیگی جو خریدتے وقت ہوتی ہوگی اور ملبہ کی قیمت وہ لگائی جائیگی جو لیتے وقت ہوگی۔

✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤

(۶۸) اگر ایک شخص نے مکان خریدکر اوسکی عمارت کو خود اوکھاڑ ڈالا تو شفیع سے عمارت کی قیمت کم کردیجائیگی اور جسقدر ثمن زمین کے حصہ مین پڑیگا اوسیقدر شفیع کو ادا کرنا پڑیگا اسواسطے کہ مشتری نے جب خود اوسکو اوکھاڑا ہو تو وہ ایک مقصود بالذات چیز قرار پائی اور توابع جب مقصود بالذات ہوجاتے ہین تو ثمن کا ایک جز بہی اونکے مقابل مین خیال کیاجاتا ہو بخلاف مسئلہ اولی کے کہ وہان آفت سماوی سے عمارت وغیرہ تلف ہوگئی ہو جسمین مشتری کو کچھ دخل نہین ہو اور جب اوسکے مقابل مین بہی ثمن کا ایک حصہ واقع ہو

(۶۹) اور اگر خریدشدہ مکان کی عمارت خود منہدم ہوجائے

تو زمین اور عمارت کی قیمت پر ثمن تقسیم کرینگے اور زمانہ بیع کی قیمت کا اعتبار ہوگا

ما اذا انهدم بنفسه وكان النقض باقيا حيث يعتبر فيها قيمة النقض يوم الاخذ بالشفعة لانه صار له قيمة بالحبس ونقض الاجنبي البناء كنقض المشتري

اور اسکا ملبہ باقی ہو تو اس ملبہ کی وہ قیمت لگائی جائیگی جو شفعہ کے ذریعہ سے لیتے وقت اوسکی قیمت ہو کیونکہ روکے رہنے سے اوسکی قیمت ہوئی ہے اور اگر کوئی اجنبی شخص اوس مکان کی عمارت کو منہدم کردے تو اوسکو بھی مشتری کے منہدم کرنیکا حکم ہے

(٧٠) والنقض بكسر النون بمعنى المنقوض كالنكث بمعنى المنكوث وجاء النقض بفتحتين له اي للمشتري لان الشفيع انما ياخذه بطريق التبعية للعرصة وقد زالت بالانفصال

(٧٠) اگر مشتری نے مکان کی عمارت کو خود منہدم کیا ہو تو شفیع سے عمارت کی قیمت کم کرکے عمارت کا ملبہ مشتری کو دیدیا جائیگا اسواسطے کہ شفیع زمین کے ساتھ بالتبع عمارت کو لے سکتا تھا اور منہدم ہونے کی وجہ سے اوسکا اتصال زمین سے جاتا رہا۔

(٧١) واخذها الشفيع بثمرها ان ابتاع اي ان اشترى المشتري ارضا ونخلا وثمرا بان شرطه في البيع او اشترى ارضا ثم اثمر النخل في يده اي في يد المشتري بعد الشراء لانه باتصال خلقة صار تبعا من وجه۔

(٧١) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختوں کے خریدا اور درختوں کے پھل بھی بیع کے اندر ٹھیرا لیے یا پھل نہیں ٹھیرا لئے مگر مشتری کے قبضہ مین اگر درختوں پر پھل آگئے تو شفیع مع پھلوں کے مشتری سے اوس زمین اور درختوں کو لیسکتا ہے اسواسطے کہ اتصال خلقی کی وجہ سے پھل درختوں کے تابع سمجھے جاتے ہین۔

(٧٢) وان جذه بالذال المعجمة المشددة اي وان قطع المشتري الثمر فيما اذا اشتراها بالثمن بالشرط سقطت حصته اي حصة الثمر من الثمن لانه لما دخل بالتسمية صار اصلا وكذلك اذا هلك بآفة سماوية واما في الفصل الثاني فياخذ الارض والنخل بجميع الثمن لان الثمر لم يكن موجودا عند العقد فلا يدخل عند الاخذ في المبيع الا تبعا فلا يقابله

(٧٢) اگر مشتری نے صورت مذکورہ بالا مین پھلوں کو توڑ لیا تو بقدر اونکے حصہ کے ثمن شفیع کے ذمہ سے کم ہو جائیگا اسلیے کہ جب بیع کے اندر پھلوں کا بھی ذکر کردیا ہو تو پھل مقصود بالذات چیز ہو گئے اسیطرح اگر یہ پھل آفت سماوی سے ضائع ہو جائین تو بھی اونکے قدر ثمن مین کمی کردیجائیگی البتہ جس صورت مین پھلوں کا ذکر بیع کے وقت نہ آیا ہو بلکہ مشتری کے پاس اگر درختوں پر پھل آیا ہو تو اوسکے ضائع ہوجانے سے ثمن مین کمی نہ کیجائیگی اسلیے کہ بیع کے وقت چونکہ پھل موجود نہیں تھا اسواسطے فقط بالتبع بیع کے ساتھ شفیع پھل کو لے سکتا ہے مگر ثمن کا کوئی جزء اوسکے مقابل مین نہیں ہے۔ اور ابو یوسف رح کا قول اول

شیٔ من الثمن۔

وکان ابو یوسف یقول اولا یحط عنہ من الثمن فی الفصل الثانی ایضا ثم رجع الی ماذکر فی الکتاب

یہ ہو کہ اس صورت مین بھی شفیع سے ثمن مین کمی کردیجائیگی لیکن اخیر قول اون کا کتاب کے موافق ہے۔

هذا باب فی بیان احکام ما تجب فیہ الشفعۃ وما لا تجب

اس امر کا بیان کہ کس چیز مین شفعہ ثابت ہوتا ہو اور کس چیز مین نہین ثابت ہوتا

(۳۰۷) انما تجب الشفعۃ فی عقار سواء کان مما یقسم او مما لا یقسم۔

(۳۰۷) شفعہ صرف عقار کے اندر ثابت ہوتا ہو خواہ اوسکی تقسیم ہوسکے یا نہو سکے۔

(۴۰۷) وقال الشافعی لا تجب فیما لا یقسم کالبئر والرحی والحمام والنهر والطریق والاصل فیہ انها عندہ لدفع ضرر القسمۃ فلا تتحق الا فیما یقسم وعندنا لدفع ضرر الجوار علی الدوام ولا اختصاص لذلک بالمقسوم دون غیرہ۔

(۴۰۷) امام شافعی رح کے نزدیک جن عقارات کی تقسیم نہین ہوسکتی اونمین شفعہ ثابت نہین ہوتا جیسے کنوان چکی حمام نہر راستہ اور منشا اختلاف کا یہ ہو کہ شافعی رح کے نزدیک شفعہ تقسیم کی دقت سے بچنے کے لیے مقرر ہوا ہو لہذا غیر قابل قسمت چیزون مین ثابت نہوگا اور حنفیہ کے نزدیک اسواسطے شفعہ مقرر کیا گیا ہو کہ شفیع کو ہمسایہ کے ضرر سے جو تمام عمر کے لیے ہوتا ہو امن رہے اور اسکے اندر قابل قسمت یا غیر قابل قسمت کی

(۵۰۷) قولہ ملک علی صیغۃ المجهول صفۃ لقولہ عقار واحترز بقولہ بعوض عما اذا ملک بالهبۃ فان الشفعۃ لا تجب فیها واحترز بقولہ هو مال عما اذا ملک بعوض غیر مال کالمهر والخلع والصلح عن دم العمد والعتق ونحو ذلک فان الشفعۃ لا تجب فی هذہ الاشیاء۔

(۵۰۷) عقار کے اندر ہر حال مین شفعہ واجب نہین ہوجاتا بلکہ صرف اوسوقت مین واجب ہوتا ہو کہ بعوض مال کے اوس کے اوپر ملکیت حاصل ہوی ہو اور اگر کوئی شخص بذریعہ ہبہ کے ایک عقار کا مالک ہوجائے یا اگر کوئی شخص بعوض عقار کا مالک ہو مگر وہ عوض مال کے قبیلہ سے نہو مثلا ایک مکان کسی عورت کا مہر یا بدل خلع یا آزاد کرنے کا بدل قرار پائے یا کوئی شخص قصدا کسی کو قتل کرڈالے اور مقتول کے وارث قاتل سے ایک مکان لیکر صلح کرلین تو اس مکان مین بہرحال شفعہ نہوگا۔

(۷۶) لا تجب الشفعة فى عرض وفلك اى سفينة وقال مالك تجب فى السفينة لانها تسكن كالعقار وعن احمد ومالك فى رواية تجب فى منقول ولنا ما روى انه عم قال لا شفعة الا فى ربع او حائط

(۷۶) غیر منقولات میں اور کشتی میں شفعہ نہیں ہوتا اور امام مالک رح فرماتے ہیں کشتی کے اندر شفعہ ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ عقار کی طرح اوسمین بھی لوگ بود و باش کرتے ہیں اور احمد اور مالک رح سے ایک روایت ہے کہ منقولات میں شفعہ ثابت ہوتا ہے حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت م نے فرمایا شفعہ نہیں ہے مگر مکان یا باغ کے اندر اور یہ دونوں چیزیں غیر منقول ہیں

(۷۷) ولا تجب ايضا فى بناء ونخل بيعا بلا عرصة لانهما منقولان وان بيعا مع الارض تجب تبعا لها۔

(۷۷) اگر ایک عمارت یا درخت بغیر زمین کے فروخت ہوں تو ان میں شفعہ ثابت نہوگا اسواسطے کہ وہ منقولات میں سے ہیں اور اگر مع زمین کے فروخت ہوں تو بالتبع اونمین شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۷۸) بخلاف العلو حيث يستحق بالشفعة ويستحق به فى السفل على انه خليط فى الحقوق وهو الطريق لان حق التعلى يبقى على الدوام وهو غير منقول فيستحق به الشفعة كالعقار ولا كذلك البناء والنخل فلا يستحق بهما الشفعة۔

(۷۸) اگر ایک دو منزلہ مکان ہو تو نیچے والے کو اوپر کے مکان مین اور اوپر والیکو نیچے کے مکان مین شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ اوپر والا حق یعنے راستہ مین نیچے والیکا شریک ہے کیونکہ اوپر والے کو ہمیشہ کے لیے اوپر رہنے کا حق ثابت ہے اور وہ غیر منقولات مین سے ہے پس عقار کیطرح اوسمین شفعہ کا استحقاق ہوگا بخلاف عمارت اور درختوں کے کہ وہ منقولات مین سے ہین۔

(۷۹) ولا تجب ايضا فى دار جعلت مهرا بان تزوج عليها امراة او جعلت اجرة بان استاجر حماما بها او ريد دفعها اليه عوض الاجرة او جعلت بدل خلع بان خالعها على دار دفعتها اليه او جعلت بدل صلح عن دم العمد او جعلت عوض عتق بان اعتق عبده على دار وعند الشافعى تجب فيه الشفعة لان هذه الاعواض متقومة عنده وعندنا لا لان المستحق بهذه العقود

(۷۹) اگر بعوض ایک مکان کے ایک عورت سے نکاح کیا یا مثلاً ایک حمام ایک سال کے لیے کرایہ پر لیا اور اوسکا کرایہ یہ قرار پایا کہ فلان مکان مالک حمام کو دیدونگا یا عورت نے ایک مکان دیکر اپنے خاوند سے طلاق لیلی یا ایک شخص نے قصداً دوسرے کو قتل کر ڈالا اور مقتول کے وارثوں نے قاتل سے ایک مکان لیکر راضی نامہ کر لیا یا ایک شخص نے بعوض ایک مکان کے اپنے غلام کو آزاد کیا تو بہرحال ان مکانات مین شفعہ نہیں ہے مگر شافعی رح کے نزدیک ان مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور منشا اختلاف کا یہ ہے کہ شافعی رح کے نزدیک شرمگاہ اور قتل وغیرہ متقوم چیزین ہین اور حنفیہ رح کے نزدیک یہ چیزین اصل مین بے قیمت ہین کیونکہ وہ مال کے

لیست بمال غیر ان الشارع جعلها مضمونة بالمال اما لخطرها والضرورة فلایتعدی عن موضعها ولاضرورة فی حق ثبوت الشفعة فلاتکون متقومة فی حقه

(۸۰) او وهبت الدار بلا عوض مشروط فی العقد ولو شرط تجب لانها بیع انتهاء واما اذا وهبت له هبة ثم عوض عنها بغیر شرط لاتجب عندنا خلافا لمالك۔

(۸۱) او بیعت الدار بخیار البائع لان خیاره لایخرجها عن ملکه او بیعت الدار بیعا فاسدا لانه مستحق الفسخ مالم یسقط حق الفسخ بالبناء ای ببناء المشتری فیها لان حق البائع ینقطع به عند ابیحنیفة وعندهما لاینقطع فلاتجب فیها الشفعة وتسترد وینقض مابناه المشتری لان حق البائع فی الاسترداد آکد من حق الشفیع وحقه لایبطل وله نقض البناء فالبائع اولی وله ان حق الاسترداد فی البیع الفاسد حق الشارع والبناء حق المشتری وحقه مقدم لحاجته والمشتری بنی بتسلیط البائع فلایکون له نقضه

(۸۲) او قسمت الدار بین الشرکاء لاتجب ایضا لجارهم بالقسمة بینهم

قبیلہ سے نہین ہین البتہ شارع نے لوگون کی ضرورت یا ان چیزون کی شرافت اور عزت کا لحاظ فرماکر مال سے انکا تاوان مقرر فرمایا ہی اسواسطے صرف ضرورت کے مقامات مین حکم منحصر رہیگا اور اسبات کی کچہ ضرورت نہین ہی کہ ثبوت شفعہ کے لیے بہی

(۸۰) اگر ایک مکان کسی کو ہبہ کیا اور ہبہ کے اندر کچہ عوض لینی کی شرط نہین لگائی تو اس مکان مین شفعہ ثابت نہوگا اور اگر شرط لگائی ہی تو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ ہبہ بشرط العوض آخر کار بیع ہوجاتا ہی۔ اور اگر بغیر شرط کیے ہبہ کے اندر عوض ملجاے تو حنفیہ کے نزدیک شفعہ ثابت نہین ہوتا مگر امام مالک رح کے نزدیک ثابت ہوجاتا ہے

(۸۱) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور بائع کا اختیار اوس کے اندر شرط کیا گیا تو اوسمین شفعہ نہوگا اسواسطے کہ جب تک بائع کا اختیار ہی اوسوقت تک مبیع بائع کے ملک سے خارج نہین ہی اسیطرح اگر بیع فاسد سے کوئی مکان فروخت ہو تو اوسمین بھی شفعہ نہین ہوتا البتہ اگر مشتری اوسمین کچہ عمارت بنالے تو حق فسخ ساقط ہوجانے اور بائع کا حق منقطع ہوجانیکی وجہ سے اوسمین شفعہ ثابت ہوجائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک شفعہ ثابت نہوگا اسواسطے کہ بائع کا حق منقطع نہوگا بلکہ وہ مکان کو واپس لے سکتا ہی اور مشتری کی عمارت کو گرا سکتا ہے اسواسطے کہ بائع کو واپس کرنے کا حق بہ نسبت اوس حق کے جو شفیع کو حاصل ہوتا ہی زیادہ تر قوی ہی اور یہ قاعدہ ہی کہ مشتری کے عمارت بنالینے سے شفیع کا حق باطل نہین ہوتا بلکہ اوس کو عمارت کے گرانے کا اختیار ہوتا ہی لہذا بائع کو بطریق اولی یہ اختیار ہوگا اور ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ بیع فاسد کے اندر واپس کرنیکا

(۸۲) اگر ایک مکان مشترک کو شریکون نے باہم تقسیم کیا تو اوس مکان کے جار کو اس تقسیم کرنے سے شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے

لان القسمة فيها معنى الافراز ولهذا يجرى فيها الجبر والشفعة لم تشرع الا فى المبادلة المطلقة وهى المبادلة من كل وجه۔

کہ تقسیم کے اندر مبادلہ کے معنے نہیں ہیں بلکہ اوسمیں حصوں کا جدا جدا کرنا ہی ولہذا زبردستی ایک شریک دوسرے شریک سے اپنے حصہ کو جدا کر سکتا ہی اور شفعہ صرف اوس تقدیر پر ہوتا ہی کہ ہر طرح سے مبادلہ پایا جاوے۔

(٨٣) او سلمت شفعته اى سلم الشفيع الشفعة ثم ردت الدار الى البائع بخيار رؤية او بخيار شرط كيفما كان او ردت بخيار عيب بقضاء قاض لا تجب الشفعة ايضا لانه فسخ من كل وجه فلا يمكن ان يجعل عقدا جديدا فعاد الى قديم ملك البائع ولا فرق فى ذلك بين ان يكون الفسخ قبل القبض او بعده

(٨٣) اگر شفیع نے اپنا شفعہ ترک کر دیا بعد ازاں وہ مکان خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے خواہ کوئی شرط ہو بائع کے پاس واپس ہو کر آیا یا بحکم قاضی خیار عیب کی وجہ سے وہ مکان بائع کو واپس ہو گیا تو شفعہ باطل ہو جاویگا اسواسطے کہ واپس ہونا فی الحقیقت ہمہ وجوہ بیع کا فسخ ہی لیس از سر نو اوسکا عقد قرار دینا ناممکن ہی لہذا جسطرح پہلے وہ مکان بائع کی ملکیت میں تھا اوسیطرح اب اوسکی ملکیت میں داخل ہو گیا اور بیان اسبات میں کچھ فرق نہیں ہی کہ وہ فسخ قبل از قبضہ ہو یا بعد از قبضہ

(٨٤) وتجب الشفعة لو ردت الدار بخيار عيب بلا قضاء قاض او تقايلا البيع لانه فسخ فى حقهما لولايتهما على انفسهما فانه بيع جديد فى حق ثالث لوجود حد البيع وهو مبادلة المال بالمال بالتراضى والشفيع ثالث

(٨٤) اگر ایک مکان خیار عیب کی وجہ سے بائع کو بلا حکم قاضی واپس ہو جاوے یا خود بائع اور مشتری بیع کو لوٹا لیں تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہی اسواسطے کہ صرف انکے حق میں بیع فسخ ہو جاوےگی کیونکہ اونکو اپنی ذات کا اختیار ہی مگر شفیع کے حق میں وہ از سر نو ایک بیع سمجھی جاویگی اسواسطے کہ بیع کی حقیقت (یعنے مبادلہ مال بمال برضامندی) اوسمیں پایا جاتا ہے۔

(٨٥) وعندهما لا تجب لان شفعته بطلت بالتسليم والرد بالعيب بغير قضاء اقالة والاقالة فسخ لقصدهما ذلك والعبرة لقصد المتبايعين والله اعلم۔

(٨٥) صاحبین رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا اسواسطے کہ شفعہ ترک کرنے سے شفیع کا شفعہ باطل ہو گیا اور بغیر حکم قاضی کے عیب کی وجہ سے بیع کا واپس کرنا اقالہ کے حکم میں ہی اور اقالہ بیع کا فسخ ہوتا ہی کیونکہ بائع اور مشتری کو اقالہ سے بیع کا فسخ کرنا مراد ہوتا ہی اور شرع کے اندر اونکا قصد معتبر ہی واللہ اعلم

هذا باب فى بيان احكام ما تبطل به الشفعة

بطلان شفعہ کا بیان

(٨٦) وتبطل الشفعة بترك طلب

(٨٦) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے طلب مواثبت

المواثبۃ او بترك طلب التقریر حین علم مع القدرۃ بان لم یسد احد فمہ او لم یکن فی الصلوۃ لانہا تبطل بالاعراض وترك الطلبین او احدہما مع القدرۃ علیہ دلیل الاعراض۔

یا طلب تقریر کو بلا عذر ترک کر دیا یعنے مثلاً کسی نے اوس کے مونھ کو بند نہیں کر دیا تھا یا وہ نماز کی حالت میں نہ تھا تو اوسکا شفعہ باطل ہوجاییگا اسواسطے کہ اعراض کرنیسے شفعہ باطل ہوجاتا ہے اور باوجود قدرت کے دونوں طلبوں کا خواہ ایک طلب کا ترک کرنا شفعہ سے اعراض کرنیکی دلیل ہے۔

(۸۷) وتبطل ایضا بالصلح ای بصلح المشتری الشفیع من الشفعۃ علی عوض لانہ اخذ الاعتیاض عن حق لیس بمال فسقط حقہ وعلیہ ای علی الشفیع ردہ ای رد العوض لانہ رشوۃ۔

(۸۷) اگر مشتری نے کچھ روپیہ شفیع کو دیکر شفیع سے راضی نامہ کر لیا تو شفعہ باطل ہوجاییگا اسلیے کہ اوسنے اپنے حق کے عوض میں جو مال کے قبیلہ سے نہیں تھا یہ روپیہ لیا ہی لہذا اوسکا حق ساقط ہوگیا اور پھر شفیع کو اوس روپیہ کا بھی واپس کرنا پڑے گا اسواسطے کہ وہ ایک قسم کی رشوت ہی۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۸۸) وتبطل ایضا بموت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبلہ فلا تورث عنہ۔

(۸۸) اگر شفیع نے ہنوز مکان کو شفعہ سے نہیں لیا تھا کہ اوسکا انتقال ہوگیا تو اوسکا شفعہ باطل ہوجاییگا اور وارثونکو شفعہ کا حق نہوگا خواہ طلب شفعہ اپنی زندگی میں کرچکا ہو یا نہیں۔

(۸۹) وقال الشافعی لا تبطل لانہا حقہ والوارث یخلفہ فی حقوقہ ولنا ان حق الشفعۃ حق التملك وھو حق قائم بالشفیع فلا یبقی بعد موتہ

(۸۹) امام شافعی رحمہ کے نزدیک صورت مذکورہ بالا مین میت کا حق شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ مورث کا حق تھا اور وارث اوسکے قائم مقام ہین حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ حق شفعہ حقیقت مین ملکیت حاصل کرنے کا حق ہی اور وہ شفیع کی ذات سے

(۹۰) لا تبطل بموت المشتری لوجود المستحق۔

(۹۰) اگر مشتری کا انتقال ہوجاے تو شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ کا حقدار موجود ہے۔

(۹۱) وتبطل ایضا ببیع الشفیع ما یشفع بہ وھو الدار التی یشفع بہا قبل القضاء ای قبل حکم الحاکم بالشفعۃ لزوال سبب الاستحقاق ولا فرق بین ان یکون عالما وقت

(۹۱) اگر قاضی نے ہنوز شفیع کے لیے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اوس مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تھا فروخت کر ڈالا تو اوسکا شفعہ باطل ہوجاییگا اسواسطے کہ استحقاق شفعہ کا سبب جاتا رہا۔ اور اسبات کا کچھ لحاظ نہ کیا جاییگا کہ اوسکو اپنا مکان فروخت کرتے وقت مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم تھا یا نہین

بیع داره لشراء المشفوعة او لم یکن عالما لانه لا یختلف فی الحالین فصار کالتسلیم الصریح فانه لا یختلف بین ان یعلم ببیعها او لم یعلم وکذا ابراء الغریم لان ذلك اسقاط فلا یتوقف علی العلم کالطلاق والعتاق ولا تبطل ان کان بالخیار لبقاء السبب

۹۲، ولا شفعة لمن باع ای للذی باع بالوکالة بان کان الشفیع وکیلا لبائع الدار المشفوعة لانه موکل باتمام البیع وفی اخذه بالشفعة نقض ما وکل باتمامه وعند الثلاثة تجب له الشفعة۔

۹۳، او بیع له ای ولمن بیع له والضمیر فی له یرجع الی من یعنی بیع العقار لاجله بان کان البائع مضاربا فباع الدار لیس لرب المال الشفعة فیها لان البیع له وکذا اذا کان عبدا ماذونا له فی التجارة فباع الدار لیس للمولی الشفعة فیها لما ذکرنا

۹۴، او ضمن الشفیع الدرك وهو تبعة الاستحقاق عن البائع لا تجب له الشفعة لانه بضمانه له الدرك ضمن له ان تحصل له الدار وذلك لا یکون الا بترکه للشفعة وفی اخذه

اسواسطے کہ اوسکا جہل عذر نہو گا جسطرح صراحۃً شفیع اپنے شفعہ کو ترک کر دے تو علم بیع یا عدم علم کا کچہ خیال نہیں کیا جاتا اور شفعہ باطل ہو جاتا ہی یا کوئی شخص اپنے قرضدار کو قرضہ چہوڑ دے تو قرضدار عند القاضی بری ہو جاتا ہی خواہ اس قرضخواہ کو اپنے قرضہ کا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ یہ چیزیں اسقاط کے قبیلے سے ہیں لہذا اونمیں علم کا ہونا ضروری نہیں ہی جسطرح طلاق اور عتاق کی صورتیں۔ اور اگر اس صورت مین شفیع نے اپنے لیے

۹۲، اگر شفیع نے بائع کیطرف سے وکیل ہو کر مکان مشفوعہ کو کسی سے فروخت کیا تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ اوسکو بیع کامل کرنیکے لیے وکیل کیا ہی اگر خود بذریعہ شفعہ کے اب اوس مکان کو یہ شفیع لیلے تو جس چیز کے لیے اوسکو وکیل کیا تہا اوسی چیز کا نقص اوسکی طرف سے لازم آجایگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہیں ہوتا۔

۹۳، اگر زید و عمر تجارت کے اندر شریک ہیں اور زید کا مال اور عمرو کی محنت قرار پائی ہی اور عمر نے تجارت کے مال میں سے ایک مکان فروخت کیا تو زید کو اوسمیں شفعہ کا استحقاق نہیں ہی اسواسطے کہ یہ بیع اوسی کی طرف سے ہی اسیطرح اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو خرید فروخت کی اجازت دی رکھی ہو اور اس غلام نے ایک مکان فروخت کیا تو اس شخص کو شفعہ نہو گا کیونکہ یہ بیع مالک کیطرف سے ہی۔

۹۴، اگر ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے مشتری سے یہ بات کہی کہ اسمیں کسی کا حق برآمد ہو تو میں اوسکا ضامن ہوں تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ یہ شفیع گویا مشتری کے لیے حصول مکان کا ضامن ہو گیا ہی اور یہ اوسوقت ہو سکتا ہی کہ وہ شفعہ کو ترک کر دے اور شفعہ سے

۱۲ یعنی اگر شفیع نے ترک کر لیا ہو تو اوسکا شفعہ باطل ہو گا کیونکہ شفعہ کا سبب موجود نہ رہا ۱۲

بها ابطال ذلك وعند الثلاثة تجب۔

لینے مین اوسکا باطل کرنا ہی۔ مگر ائمہ ثلاثہ رح کے نزدیک شفعہ باطل نہین ہوتا۔

(۹۵) ومن ابتاع اى اشترى او ابتيع له اى او اشترى لاجله والضمير فيه يرجع الى من فله الشفعة اما اذا اشترى بطريق الوكالة وهو شفيع فله الشفعة لانه ليس فيه ابطال شرائه بل فيه تقرير من جهته لان الاخذ بالشفعة مثل الاخذ بالشراء واما اذا اشترى له فكذلك كالمضارب اذا اشترى العقار من مال المضاربة ورب المال شفيعها كان لرب المال الشفعة وكذا العبد الماذون اذا اشترى فللمولى الشفعة اذا كان على العبد دين وان لم يكن عليه دين فلا فائدة بالاخذ لانه ملكه ولم يتعلق به حق غيره۔

(۹۵) اگر ایک شخص مکان کو وکالۃً خریدے تو اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ سے لینے مین اوسکا خریدنا باطل نہین ہوتا بلکہ شفیع کے اعتبار سے وہ خریدنا برقرار رہتا ہی کیونکہ شفعہ سے لینا بھی بمنزلہ خریدنے کے ہی۔ اسیطرح اگر ایک مکان شفیع کے لیے کوئی شخص خریدے تو اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا مثلا اگر زید نے تجارت کے لیے کسی شخص کو مال دیا ہی اوس مال سے اگر شخص مذکور نے کوئی مکان خریدا اور زید کا اوسمین شفعہ ہو تو وہ شفعہ کر سکتا ہی اور اسیطرح اگر غلام ماذون یعنے مالک کیطرف سے جسکو خرید و فروخت کی اجازت ہی) اگر کوئی مکان خریدے اور مالک کا اوسمین شفعہ ہو تو مالک اوس مکان کو بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے بشرطیکہ وہ غلام لوگون کا قرضدار ہو اور اگر قرضدار نہین ہی تو مالک کو اوس مکان کے لینے کی کیا ضرورت ہی اسلیے کہ دوسرے کا حق اوس مین متعلق نہین ہی بلکہ وہ اوسکی ملک ہی۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۹۶) وان قيل للشفيع انها اى الدار بيعت بالف درهم فسلم شفيعها لاجل الاستكثار ثم علم انها اى الدار بيعت باقل من الالف او علم ان الدار بيعت ببر او شعير قيمته الف درهم

(۹۶) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہو گیا اور شفیع نے اوسکو گران سمجھکر یا نقد روپیہ نہونیکی وجہ سے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو فروخت ہوا ہی یا معلوم ہوا کہ وہ مکان بعوض اسقدر گیہون یا جو کے فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ہزار روپیہ یا ہزار روپیہ سے زیادہ ہی تو اب شفعہ کا دعوی کر سکتا ہی اسلیے کہ جسطرح اس صورتمین

او اكثر من الالف فله الشفعة لان
التسليم لم يصادف على الوجه المستحق
لانه كان للاستكثار او لتعذر الجنس
فلم يعم وهكذا الحكم في كل موزون
او مكيل او عددي متقارب۔
بخلاف ما اذا علم انها بيعت
بعرض قيمته الف او اكثر لان الواجب
فيه القيمة وهي دراهم او دنانير
فلا يظهر فيه التيسر۔

اوسکو شفعہ کا استحقاق ہوا تھا اوسطرح سے ترک شفعہ نہین پایا
گیا بلکہ گران سمجھنے یا نقد روپیہ میسر نہونے کیوجہ سے اوسنے شفعہ کو
ترک کیا لہذا اوسکا اعتبار نہوگا۔ جتنی چیزین ناپ یا تول
یا گنتی کے حساب سے فروخت ہوتی ہین سبکا حکم یہی ہے اور
اگر معلوم ہوا کہ وہ مکان اسقدر اسباب کو فروخت ہوا ہے
جسکی قیمت ایکہزار یا ایکہزار سے زیادہ ہے تو شفعہ باقی نہ رہیگا
اسواسطے کہ ایسی صورتمین بہرحال شفیع کو قیمت دینی پڑتی
اور آسانی کا اثر اوس مین ظاہر
نہوگا۔

(۹۷) ولو بان اي ظهر انها اي الدار
بيعت بدنانير قيمتها الف فلا شفعة
لانهما جنس واحد في الثمنية وقال
زفر والثلاثة هو على شفعته لانهما
جنسان حقيقة۔

(۹۷) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے
اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا اوسکے بعد معلوم ہوا کہ سو اشرفی کو
فروخت ہوا ہے جنکی قیمت ہزار روپیہ ہے تو پھر شفعہ ثابت نہوگا اسلیے
کہ روپیہ اور اشرفی ثمنیت کے اعتبار سے ایک جنس سمجھی جاتی ہین اور
زفر اور ائمہ ثلاثہ رح کے نزدیک شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ حقیقت مین

(۹۸) وان قيل له اي للشفيع ان
المشتري فلان فسلم شفعته اما
اكراما له او خوفا من شره فبان
اي ظهر انه غيره فله الشفعة
لما ذكرنا ولو ظهر ان المشتري
هو مع غيره كان له ان ياخذ
نصيب غيره لان التسليم لم يوجد
في حقه۔

(۹۸) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان زید نے خریدا ہے
شفیع نے یہ سنکر زید کی عزت کا خیال کر کے یا اوسکے خوف سے
شفعہ کو چھوڑ دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ اوس مکان کو عمر نے خریدا ہے
تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اس لیے کہ جسطرح استحقاق شفعہ حاصل
ہوا تھا اوسطرح سے ترک شفعہ نہین پایا گیا اور اگر معلوم ہوا کہ زید نے
مع عمرو کے خریدا ہے تو صرف عمرو کے حصہ کو لے سکتا ہے اسلیے کہ
عمرو کے حق مین ترک شفعہ نہین پایا گیا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۹۹) ولو بلغه شراء النصف فسلم
ثم بلغه شراء الكل فله الشفعة
في الكل۔

(۹۹) اگر شفیع کو اولاً نصف مکان کے فروخت ہونے کا
علم ہوا اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان کل مکان کے
فروخت ہونے کا علم ہوا تو اب کل مکان مین شفعہ کر سکتا ہے

(۱۰۰) وان باعها ای وان باع رجل داره الا ذراعا استثناه فی جانب الشفیع فلا شفعة له لان الاستحقاق بالجوار ولم یوجد الاتصال بالمبیع وکذا لو وهب هذا القدر للمشتری لعدم الالتزاق وهذه حیلة لاسقاط الشفعة۔

(۱۰۰) اسقاط شفعہ کے لیے ایک حیلہ یہ ہے کہ فروخت کرنیوالا اپنے کل مکان کو فروخت کر ڈالے مگر شفیع کی جانب سے ایک گز زمین کو مستثنیٰ کر لے کہ اس سے شفیع کو شفعہ ثابت نہین ہوتا کیونکہ جوار کے سبب سے شفعہ کا استحقاق ہوتا ہے اور اس جگہ مبیع کے ساتھ اتصال نہین پایا گیا اسیطرح اگر بایع اپنے مکان کی ایک گز زمین جو شفیع کے ملک سے متصل ہے مشتری کو ہبہ کر دی تو بھی عدم اتصال کیوجہ سے شفعہ نہین رہتا۔

(۱۰۱) وان ابتاع ای وان اشتری منها ای من الدار سهما بثمن معین ثم ابتاع ای اشتری بقیتها ای بقیة الدار فالشفعة تثبت للجار فی السهم الاول فقط لان الشفیع جار والمشتری شریك فی الباقی فیقدم علیه۔

(۱۰۱) اگر ایک شخص نے مکان کا ایک حصہ سو روپیہ کو خرید کر باقی مکان کو بھی خرید لیا تو فقط پہلے حصہ مین جار کو شفعہ ہوگا اور باقی مین نہ ہوگا اسواسطے کہ شفیع جار ہے اور مشتری باقی کے اندر شریک ہے لہذا جار پر مقدم ہوگا۔

(۱۰۲) ولو اراد الحیلة اشتری السهم الاول بجمیع الثمن الا درهما والباقی بدرهم فلا یرغب الجار فی اخذ السهم الاول لکثرة الثمن لاسیما اذا کان السهم الاول جزء قلیلا کالعشر مثلا او اقل۔

(۱۰۲) شفعہ سے بچنے کے لیے ایک یہ حیلہ ہو سکتا ہے کہ مکان کا ایک حصہ پورے ثمن مین سے ایک روپیہ کم کر کے خرید کر باقی مکان کو اوس ایک روپیہ سے خرید لے کہ اسوقت مین کثرت ثمن کیوجہ سے اوس حصہ کو شفیع نہ لیگا خصوصاً جبکہ بہت کم مثلاً دسوان یا بیسوان حصہ ہو۔

(۱۰۳) وان ابتاعها ای وان اشتری الدار بثمن ثم دفع الی البائع ثوبا عنه ای عن الثمن فالشفعة تجب للشفیع بالثمن لا بالثوب لان الثوب

(۱۰۳) اگر ایک مکان سو روپیہ سے خریدا اور بایع کو بجائے سو روپیہ کے مشتری نے ایک کپڑا دیدیا اب شفیع اگر اوس مکان کا لینا چاہے تو اوسکو سو روپیہ دینے پڑینگے اور کپڑا دیکر نہین لے سکتا ہے اسواسطے کہ مشتری نے وہ کپڑا

عوض عما في ذمة المشتري فيكون
البائع مشتريا للثوب بعقد آخر
غير العقد الاول۔

سو روپیہ کے بدلے دیا ہو مکان کے بدلہ نہیں دیا اور یہ
مبادلہ گویا دوسری بیع ہے۔

\+ + + + +

(۱۰۴) ولا تكره الحيلة لاسقاط الشفعة
واسقاط الزكوة عند ابي يوسف وعند
محمد تكره لانها وجبت لدفع
الضرر وهو واجب والحاق الضرر
به حرام وبه قال الشافعي و
لابي يوسف انه يحتال لدفع الضرر
عن نفسه والحيلة لذلك مشروعة
وان كان غيره يتضرر في ضمنه
وهو رواية عن ابي حنيفة ثم قيل
هذا الاختلاف بينهما قبل الوجوب
واما بعده فمكروه بالاجماع۔

(۱۰۴) اسقاط شفعہ اور اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنا
ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہیں ہے اور امام محمد رح کے
نزدیک برا ہی اسلیے کہ حیلہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے
اور وہ ضروری چیز ہے اور دوسرے کے ضرر رسانی کے لیے حیلہ کرنا
حرام ہے۔ امام شافعی رح کا بھی یہی قول ہے۔ ابو یوسف رح کی
دلیل یہ ہے کہ اس جگہ اپنی ذات سے ضرر دور کرنے کے لیے
حیلہ کیا جاتا ہے اور اسلیے حیلہ کرنا روا ہے اگرچہ دوسرے کا بھی
اوسکے ضمن مین ضرر لازم آئے۔ ابو حنیفہ رح سے بھی ایک روایت
یہی ہے مگر بعض کا قول ہے کہ یہ اختلاف ابو یوسف اور محمد رح کے
مابین ثبوت شفعہ سے پہلے ہی اور ثبوت شفعہ کے بعد بالاتفاق
حیلہ کرنا برا ہے۔

(۱۰۵) وقيل لا تكره الحيلة بمنع وجوب
الشفعة بالاجماع وانما الخلاف في
فصل الزكوة والمختار عندي ان لا
تكره في الشفعة دون الزكوة۔

(۱۰۵) بعض کا قول ہے کہ بالاتفاق شفعہ ثابت نہونے کے
لیے حیلہ کرنا برا نہیں ہے بلکہ صرف اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ
کرنے مین اختلاف ہے مگر میرے نزدیک پسندیدہ قول یہ ہے کہ اسقاط
شفعہ کے لیے حیلہ کرنے مین کچھ حرج نہین ہے اور اسقاط زکوۃ
کے لیے حیلہ کرنا برا ہے۔

(۱۰۶) واخذ حظ البعض يتعدد بتعدد المشتري
لا بتعدد البائع صورته ان
المشتري اذا تعدد بان اشترى
جماعة عقارا والبائع واحد يتعدد
الاخذ بالشفعة بتعددهم حتى
كان للشفيع ان ياخذ نصيب
بعضهم ويترك الباقي وان تعدد

(۱۰۶) اگر چند لوگون نے ایک شخص سے کوئی مکان خریدا
تو شفیع کو اس بات کا بھی مجاز ہے کہ صرف مشتری کے حصہ کو لیوے
اور باقی مکان کو چھوڑ دے اور اگر اسکے برعکس صورت ہو یعنے
ایک شخص کوئی مکان چند آدمیون سے جو اس مکان مین شریک
ہین خریدے تو شفیع کو اس بات کا اختیار نہین ہے کہ بذریعہ شفعہ کے ایک
شریک کا حصہ لے اور دوسرے شریک کا نہ لے اوسکی وجہ یہ ہے

البائعان باع جماعة عقارا صفقة كا بينهم والمشترى واحد لا يتعدد الاخذ بالشفعة بتعددهم حتى لا يكون للشفيع ان ياخذ نصيب بعضهم دون بعض والفرق ان فى الوجه الثانى باخذ البعض تتفرق الصفقة على المشترى فيتضرر به زيادة الضرر وفى الوجه الاول يقوم الشفيع مقام احدهم فلا تتفرق الصفقة ولا فرق فى هذا بين ما اذا كان قبل القبض او بعده على الصحيح -

گر اس صورت مین بعض کا حصہ لینے اور بعض کا نہ لینے سے مشتری پر بیع کا تفرقہ لازم آئیگا جسمین مشتری کا بہت ضرر ہے اور پہلی صورتمین یہ شفیع ایک مشتری کے قائم مقام ہو جائیگا اور بیع کی تفریق نہ لازم آئیگی - قول صحیح یہ ہے کہ ان صورتون کا حکم قبل از قبضۂ مشتری اور بعد از قبضہ ایک ہی ہے -

(۱۰۷) وان اشترى رجل نصف دار غير مقسوم وقاسم المشترى البائع اخذ الشفيع حظ المشترى اى نصيبه الذى حصل له بقسمته وليس له ان ينقض القسمة سواء كانت بحكم او بالتراضى لانها من تمام القبض لما فيه من تكميل الانتفاع -

(۱۰۷) اگر ایک شخص نے کسی غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خریدا اور مشتری نے بائع سے اسکو تقسیم کرلیا تو شفیع کو بھی حصہ لینا پڑے گا جو تقسیم ہونے سے مشتری کو ملا ہے اور اس تقسیم کے باطل کرنے کا شفیع کو اختیار نہو گا خواہ وہ تقسیم باہمی رضا مندی سے ہو یا بحکم قاضی ہو اسلئے کہ تقسیم کے بغیر قبضہ ناتمام ہوتا ہے اسلئے کہ بغیر تقسیم کیے انتفاع کامل نہین ہو سکتا -

(۱۰۸) فان قلت فيها معنى المبادلة والشفيع يملك نقض تصرفاته فكذا نقض قسمته قلت فيها افراز من وجه ولهذا يجرى فيها الجبر ومبادلة من وجه ولهذا يجرى فيها احكام البيع من رد بعيب او خيار

(۱۰۸) صورت مذکورہ بالا مین یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ تقسیم ایک قسم کا مبادلہ ہے اور شفیع کو مشتری کے تمام تصرفات باطل کرنے کا اختیار ہے لہذا اوسکی تقسیم کو بھی باطل کر سکتا ہے مگر اوسکا یہ جواب ہے کہ تقسیم کے اندر ایک طرح سے علحدگی کے معنے پائے جاتے ہین اسیواسطے ایک شریک دوسرے شریک کو تقسیم پر مجبور کر سکتا ہے اور ایک طرح سے مبادلہ کے معنے پائے جاتے ہین

رویة فبالنظر الی هذا یملك وبالنظر
الی ذلك لا یملك فلا یملك بالشك
ثم اذا لم یکن له نقض قسمته
کان له ان یاخذ نصیب المشتری
فی ای جانب کان وعن ابی حنیفة
انما یاخذه اذا وقع فی جانب
الدار التی یشفع بها لانه لم یبق
جارا فیما یقع فی الجانب الاخر۔

(۱۰۹) وللعبد المدیون الاخذ
بالشفعة من سیده صورته
رجل باع دارا وللبائع عبد ماذون
له فی التجارة وعلیه دین یحیط بماله
ورقبته فللعبد ان یاخذ الدار
بالشفعة لانه کالاجنبی عنه حینئذ

(۱۱۰) کعکسه ای کعکس الحکم
المذکور وهو ما اذا کان العبد هو
البائع فلمولاه الشفعة لما ذکرنا
بخلاف ما اذا لم یکن علیه دین و
العبد بائع لان بیعه لمولاه ولا شفعة
لمن بیع له علی ما مر بخلاف ما اذا اشتری
لانه ابتیع له وقد مر ان من ابتاع
او ابتیع له لا تبطل شفعته۔

(۱۱۱) وصح تسلیم الشفعة من الاب
والوصی والوکیل عندهما وقال محمد
لا یجوز و الصبی علی شفعته اذا بلغ

ولہذا تقسیم کے اندر بیع کے احکام جاری ہوتی ہیں مثلاً عیب کی
وجہ سے واپس کرنے کا اختیار یا خیار رویت وغیرہ پس بلحاظ بیع
کے شفیع کو ابطال تقسیم کا اختیار ہونا چاہیے۔ اور بلحاظ علیحدگی
کے اختیار نہونا چاہیے پس بسبب شک ہو جانے کے اوسکو
اختیار نہوگا۔ اور جب اوسکو تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار نہوا
تو جسطرف مشتری کے حصہ میں نصف مکان آیا ہو شفیع اوسکو
لے سکتا ہے مگر ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ اس صورت میں مشتری کے
حصہ کو شفیع اوسوقت لے سکتا ہے کہ وہ حصہ شفیع کے مکان کی جانب
ہو اور اگر دوسری جانب ہو تو نہیں لے سکتا اسواسطے کہ دوسری جانب کیلئے وہ اجنبی ہے۔

(۱۰۹) اگر ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا اور اوسکا
ایک غلام ہے جسکو اوسنے تجارت کرنے کی اجازت دے رکھی ہے اور
یہ غلام اسقدر مقروض ہے کہ اوسکی ذات اور نیز اوسکا مال قرضکے
اندر مستغرق ہے تو یہ غلام بذریعہ شفعہ کے اوس مکان کو
لے سکتا ہے اسلیے کہ ایسے وقت میں اوس غلام کو اجنبی کا
حکم ہے۔

(۱۱۰) اگر صورت مذکورہ بالا کے برعکس صورت ہو یعنے
یہ غلام کوئی مکان فروخت کرے تو اوسکے مالک کو بھی شفعہ
ثابت ہوگا اسیواسطے کہ وہ اجنبی کے حکم میں ہے بخلاف اوس صورتکے
کہ غلام پر کسی کا قرض نہو اور وہ مکان فروخت کرے تو چونکہ یہ بیع
مالک کیطرف سے ہوگی اسلیے مالک کا شفعہ نہوگا اور اگر کوئی مکان
خریدے تو مالک کا شفعہ قائم رہیگا اسلیے کہ جسکے لیے مکان خریدا
جائے اوسکا شفعہ مکان میں باطل نہیں ہوتا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۱۱۱) اگر نابالغ کیطرف سے باپ یا باپ کا وصی یا وکیل کیطرف سے
وکیل شفعہ کو ترک کردے تو صحیح ہے اور محمد رح کے نزدیک ناجائز ہے
اگر نابالغ کو بالغ ہونیکے بعد ... شفعہ کا

والموکل کذلك اذا بلغه الخبر لانه
حق ثابت لهما فلا یملکان ابطاله وبه
قال زفر ولهما ان هذه فی معنی المبادلة
وهما یملکانها۔
(١١٢) وعلی هذا الخلاف بطلان الشفعة
بسکوت الاب والوصی عند العلم بالشراء
وهذا اذا بیعت بمثل قیمتها۔
وان بیعت باکثر من قیمتها بما لا
یتغابن الناس فی مثله قیل جاز التسلیم بالاجماع
لان النظر متعین فیه وقیل لا یجوز
التسلیم بالاجماع وهو الاصح لانه لا یملك
الاخذ فلا یملك التسلیم کالاجنبی وان بیعت
باقل من قیمتها بمحاباة کثیرة فعن ابی حنیفة
لا یصح تسلیم الاب والوصی ولا روایة
عن ابی یوسف والمراد بالوکیل هنا
الوکیل بطلب الشفعة واما الوکیل
بالشراء فتسلیمه الشفعة صحیح بالاجماع
وکذا سکوته اعراض بالاجماع۔
(١١٣) ثم الوکیل بالشفعة انما یصح تسلیمه اذا کان
فی مجلس القاضی عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف
یصح فی مجلس القاضی وغیره وعند محمد وزفر
لا یصح تسلیمه اصلا ولو اقر هذا الوکیل علی
موکله بانه سلم الشفعة جاز اقراره علیه
عندهما اذا کان فی مجلس القاضی وان کان
فی غیره فلا یجوز الا انه یخرج من الخصومة
وقال ابو یوسف یجوز مطلقا وقال زفر لا یجوز مطلقا وهی مسئلة اقرار الوکیل بالخصومة وموضعها فی کتاب الوکالة والله اعلم تمام شد

اختیار ہی اسلیے کہ اس نابالغ اور موکل کو شفعہ کا حق ثابت ہی پس
باپ اور وصی یا وکیل اوسکو باطل نہیں کر سکتا زفر رح کا بھی یہی
قول ہی ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کی دلیل ہی کہ ترک شفعہ بیع کے معنے میں آجاتا
ہین اور وصی وغیرہ کو اوسکا اختیار ہوتا ہی۔
(١١٢) اگر نابالغ کے باپ یا باپ کے وصی کو بیع کا علم ہوا اور
یہ سکوت کر لین تو بطلان شفعہ مین وہی اختلاف ہی جیسا کہ
اوپر بیان ہوا مگر یہ اختلاف اوسوقت ہی کہ وہ مکان معمولی قیمت سے فروخت
ہوا اور اگر اسقدر زیادہ قیمت سے فروخت ہوا کہ لوگ اتنا نقصان
نہیں اوٹھا سکتے تو بعض کا قول ہی بالاتفاق شفعہ باطل ہو جاتا ہی اسلیے
کہ اوسمین نابالغ کی خیرخواہی ہی اور بعض کہتے ہین بالاتفاق نابالغ
کا شفعہ قائم رہتا ہی اور یہی قول صحیح ہی اسلیے کہ جب باپ وغیرہ کو
لینے کا اختیار نہین ہی تو ترک کرنے کا بھی اختیار نہین ہی بلکہ اونکو
اجنبی کا حکم ہی اور اگر وہ مکان بہت رعایت کر کے نہایت کم قیمت سے فروخت
ہوا تو ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ باپ وصی کا ترک شفعہ کر دینا صحیح نہوگا اور ابو یوسف رح سے
اوسمین کوئی روایت نہین ہی۔ اور وکیل سے متن مین وہ شخص مراد ہی جسکو طلب شفعہ
کے لیے وکیل کیا گیا ہو اور اگر خریدنے کے لیے وکیل کیا ہی تو بالاتفاق
اوسکا شفعہ کو ترک کر دینا صحیح ہی اور نیز اوسکا سکوت کرنا بالاتفاق
اعراض ہی۔
(١١٣) ابو حنیفہ رح کے نزدیک وکیل بالشفعہ کا شفعہ کو ترک
کرنا قاضی کے روبرو صحیح ہوتا ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک مطلقاً صحیح
ہو جاتا ہی خواہ قاضی کے روبرو ہو یا نہو اور محمد اور زفر رح کے نزدیک
اسیطرح اوسکا شفعہ کو ترک کرنا صحیح نہین ہی۔ اور اگر یہ وکیل اسبات کا
اقرار کرے کہ میرے موکل نے شفعہ کو چھوڑ دیا ہی تو صاحبین رح کے نزدیک
اوسکا اقرار صحیح ہی بشرطیکہ قاضی کے روبرو ہو ورنہ صحیح نہوگا مگر پھر
وکیل پیروی نہو سکیگا اور ابو یوسف رح اللہ کے
نزدیک اوسکا اقرار ہر صورت صحیح ہی اور زفر رح کے نزدیک مطلق صحیح نہین ہی اور یہ اقرار الوکیل بالخصومت کا مسئلہ ہی جسکا ذکر کتاب الوکالۃ مین ہونا مناسب ہے واللہ اعلم بالصواب

کتاب الشفعہ

از

کتب مذہب حنفی

ہدایہ و در مختار و شرح وقایہ

حصہ دوم

مؤلف و مترجم آنریبل سید محمود
بیرسٹر ایٹ لا جعل ظلہ ممدودا
الہ آباد

باہتمام احقر العباد خواجہ
مصلح الدین احمد غفر لہ
الاحد فی یوم التناد
سنہ ۱۸۹۷ع

مطبع مصلح المطابع واقع دہلی میں طبع ہوئے

الهدایہ فی الفقہ لمولانا برہان الدین

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الشفعة

(۱) الشفعة مشتقة من الشفع وهو الضم سميت بها لما فيها من ضم المشتراة الى عقار الشفيع۔

(۲) قال الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع ثم للخليط في حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجار أفاد هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء وافاد الترتيب اما الثبوت فلقوله عليه السلام الشفعة لشريك لم يقاسم ولقوله عليه السلام جار الدار احق بالدار والارض ينتظر له و

(۱) شفعہ شفع کی لفظ سے ماخوذ ہے جو ملانے کے معنے مین ہو چونکہ شفعہ کے اندر بھی فروخت شدہ جائداد شفیع کی جائداد مین ملجاتی ہے اسلیے اوسکا نام شفعہ رکھدیا گیا ہے۔

(۲) اولا شفعہ اوس شخص کا ثابت ہوتا ہو جو مبیع کے اندر شریک ہو بعد ازان اوس شخص کا شفعہ ثابت ہوتا ہے جس نے شریک سے اپنا حصہ علحدہ کر لیا ہو مگر راستے وغیرہ مین ہنوز شریک ہو اوسکے بعد جار کو شفعہ ثابت ہوتا ہو الغرض بالترتیب ان لوگون کو حق شفعہ ثابت ہوتا ہو۔ ان لوگون کے لیے شفعہ ثابت ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو شفعہ اُس شریک کا ہو جس نے اپنا حصہ علحدہ نہین کیا اور فرمایا ہو مکان کا جار اوس مکان کا زیادہ تر مستحق ہو اور زمین کے فروخت کرنے مین انتظار کیا جائیگا اگرچہ شفیع

ان كان غائبا اذا كان طريقهما واحدا ولقوله عليه السلام الجار احق بسقبه قيل يا رسول الله ما سقبه قال شفعته ويروى الجار احق بشفعته۔

(٣) وقال الشافعي رح لا شفعة بالجوار لقوله عليه السلام الشفعة فيما لم يقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة ولان حق الشفعة معدول به عن سنن القياس لما فيه من تملك المال على الغير من غير رضاه وقد ورد الشرع به فيما لم يقسم وهذا ليس في معناه لان مؤنة القسمة تلزمه في الاصل دون الفرع ولنا ما روينا ولان ملكه متصل بملك الدخيل اتصال تابيد وقرار فيثبت له حق الشفعة عند وجود المعاوضة بالمال اعتبارا بمورد الشرع وهذا لان الاتصال على هذه الصفة انما انتصب سببا فيه لدفع ضرر الجوار اذ هو مادة المضار على ماعرف وقطع هذه المادة بتملك الاصيل اولى لان الضرر

وہان موجود ہو جس صورت مین کہ دونون کا راستہ ایک ہو اور نیز یہ فرمایا کہ جار اپنے سقب کی وجہ سے مستحق ہے کسی نے عرض کیا اوس کے سقب سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا اوسکا شفعہ اور ایک روایت مین سقب کی جگہ شفعہ کا لفظ آیا ہے۔

(٣) امام شافعی رح کے نزدیک جوار کی وجہ سے شفعہ کا استحقاق نہین ہوتا اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ غیر منقسم چیز مین ہے اور حدود کے پڑ جانے اور راستون کے علیحدہ ہو جانے کے بعد شفعہ نہین ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ شفعہ کا ثابت ہونا احاطۂ قیاس سے باہر ہے اسلئے کہ شفعہ مین دوسرے کے مال کا بغیر اوسکی رضامندی کے مالک ہو جانا ہے اور شارع نے صرف غیر منقسم جائداد مین اوسکا ثبوت بیان کیا ہے اور جار کو اس شریک پر قیاس نہین کر سکتے اسواسطے کہ شرکت کی صورت مین شفعہ ثابت ہونے سے تقسیم کرنے کی دقت پیش آتی ہے اور جوار مین یہ دقت نہین ہے حنفیہ کی ایک دلیل تو وہی حدیث ہے جو گذر چکی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جار کی ملک کو مبیع سے ایک لازمی اور ابدی اتصال ہے لہذا شریک پر قیاس کرکے اس جار کو اسبات کا حق ثابت ہوگا جسقدر مال دوسرا شخص دیتا ہے اوسقدر مال دیکر بذریعہ شفعہ کے اوس مبیع کو لیلے اسواسطے کہ اس قسم کا اتصال دفع ضرر جوار کے وجہ سے حق شفعہ کا سبب پڑا ہے اسلئے کہ ضرر جوار ہر قسم کے ضرر کا مجموعہ ہے اور یہ ضرر اسطرح دور ہوسکتا ہے کہ شفیع کو اس مبیع کا مالک بنادیکر مالک بنانے مین اگرچہ مشتری کا ضرر ہے مگر شفیع کو اوسکے باپ دادا کی جگہ سے برگشتہ کرنے کا ضرر اوس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اور تقسیم کرنے سے جو ضرر لاحق ہوتا ہے وہ ضرر ایسا ہے کہ خود شارع نے اوس کو

في حقه بازعاجه عن خطة آبائه
اقوى وضرر القسمة مشروع
لا يصلح علة لتحقيق ضرر غيره

مقرر کر دیا ہے لہذا وہ اس قابل نہیں ہے
کہ اوس سے بچنے کا لحاظ کرکے شفیع کو ضرر
ہونچایا جاوے۔

(٤) واما الترتيب فلقوله عليه
السلام الشريك احق من الخليط
والخليط احق من الشفيع فالشريك
في نفس المبيع والخليط في حقوق
المبيع والشفيع هو الجار ولان الاتصال
بالشركة في المبيع اقوى لانه في كل
جزء وبعده الاتصال في الحقوق
لانه شركة في مرافق الملك
والترجيح يتحقق بقوة السبب ولان
ضرر القسمة ان لم يصلح علة
صلح مرجحا۔

(٤) اسباب کی دلیل کہ بعض شفعاء کو بعض پر تقدم ہی یہ حدیث
ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو شریک خلیط سے
اور خلیط شفیع سے زیادہ حقدار ہی۔ اور شریک سے اس حدیث
مین شریک فی المبیع اور خلیط سے شریک فی حق المبیع اور شفیع سے
جار مراد ہی۔ دوسری دلیل یہ ہو کہ شرکت فی المبیع کے اندر
سب سے زیادہ اتصال پایا جاتا ہو اوسکے بعد شرکت فی حقوق المبیع
کے اندر اتصال پایا جاتا ہو کہ وہان ملک کے توابع مین شرکت ہوتی ہو
اور جسقدر سبب قوی ہوتا ہو اوسیقدر ترجیح ہوتی ہی اور ایک بات یہ ہے
کہ ضرر تقسیم اگرچہ شفعہ کی علت ہونے کی قابلیت نہین رکھتا مگر ترجیح
کا سبب ہوسکتا ہو اور یہ ضرر شرکت کی صورت مین پایا جاتا ہے
جوار مین نہین پایا جاتا۔

(٥) قال وليس للشريك في
الطريق والشرب والجار شفعة
مع الخليط في الرقبة لما ذكرنا انه
مقدم۔

(٥) اگر ایک شخص صرف راستہ مین یا پانی کے حق مین
شریک ہو تو شریک فی المبیع کی ہوتے ہوئے اس کو
شفعہ کا استحقاق نہوگا اس لیے کہ اوسکو
تقدم ہے۔

(٦) قال فان سلم فالشفعة
للشريك في الطريق فان سلم
اخذها الجار لما بينا من الترتيب
والمراد بهذا الجار الملاصق
وهو الذي على ظهر الدار المشفوعة
وبابه في سكة اخرى۔

(٦) اگر مکان کے شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو راستہ کے
شریک کو حق شفعہ ہے اگر اوس نے بھی ترک کر دیا تو اوسوقت
مین جار ملاصق کو حق شفعہ ہو اور یہ وہ شخص ہے جس کا
مکان فروخت شدہ مکان کی پشت پر ہے اور
اوس کا دروازہ دوسرے کوچہ مین
ہے۔

(٧) وعن ابي يوسف ان مع وجود

(٧) ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ شریک فی المبیع کے

الشريك في الرقبة لاشفعة لغيره سلم او استوفى لانهم محجوبون به۔

ہوتے ہوئے کسی دوسرے کا شفعہ نہین ہوتا خواہ وہ لے یا نہ لے اسواسطے کہ اوسکے ہوتے ہوئے اور لوگون کا حق نہین ہوتا۔

(٨) ووجه الظاهر ان السبب قد تقرر في حق الكل الا ان للشريك التقدم فاذا اسلم كان لمن يليه بمنزلة دين الصحة مع دين المرض۔

(٨) اسبات کی دلیل کہ بعض کے ترک کرنے سے بعض کو حق ثابت ہو جاتا ہو یہ ہے کہ شفعہ کا سبب یعنے اتصال سب کے اندر پایا جاتا ہو مگر شریک فی المبیع کو اورون پر حق تقدم ہو لہذا اگر یہ اپنے حق کو ترک کردیگا تو اوسکے بعد دوسرے کو حق ثابت ہو جائیگا جسطرح حالت صحت کے قرضخواہ اپنا حق ترک کردین تو حالت مرض کے قرضخواہ اپنا حق لیتے ہیں

(٩) والشريك في المبيع قد يكون في بعض منها كما في منزل معين من الدار او جدار معين منها وهو مقدم على الجار في المنزل وكذا على الجار في بقية الدار في اصح الروايتين عن ابي يوسف رح لان اتصاله اقوى والبقعة واحدة۔

(٩) شریک فی المبیع کی ایک صورت یہ ہو کہ کل مبیع میں شریک نہو مگر بعض مبیع مین شریک ہو مثلا ایک شخص کی حویلی مین چند کمرے ہین اور اونمین سے صرف ایک کمرہ مین دوسرا شخص شریک ہو یا صرف ایک دیوار مین شریک ہو یہ شریک اوس کمرے کے جار پر اور نیز باقی حویلی کے جار پر ابو یوسف رح سے اصح روایت کے موافق مقدم ہو اسواسطے کہ اوس شریک کا اتصال قوی ہو اور وہ حویلی ایک مکان کے حکم مین ہے۔

(١٠) ثم لابد ان يكون الطريق او الشرب خاصا حتى تستحق الشفعة بالشركة فيه فالطريق الخاص ان لا يكون نافذا والشرب الخاص ان يكون نهرا لاتجري فيه السفن وماتجري فيه فهو عام وهذا عند ابي حنيفة ومحمد رح وعن ابي يوسف رح ان الخاص ان يكون نهرا يسقى منه قراحان او ثلثة

(١٠) اگر خود مبیع کے اندر شرکت نہین ہو تو طریق خاص اور شرب خاص مین شریک ہونے کی وجہ سے شفعہ ثابت ہوتا ہو اور اگر یہ دونون عام ہون تو ثابت نہین ہوتا اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہو جو بند راستہ ہو اور شرب خاص سے اسقدر چھوٹی نہر مراد ہو جسمین کشتی نہ چل سکے اور اگر کشتی چل سکتی ہو تو وہ شرب عام ہو مگر یہ امام ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک ہو اور ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہو جس سے صرف دو تین کھیت کی آبپاشی ہو سکتی ہو اور اگر اس سے بڑی ہے تو وہ شرب عام مین داخل ہے

(۱۱) فان کانت سکۃ غیر نافذۃ ینشعب منہا سکۃ غیر نافذۃ وھی مستطیلۃ فبیعت دار فی السفلی فلاھلہا الشفعۃ خاصۃ دون اھل العلیا وان بیعت فی العلیا فلاھل السکتین والمعنی ماذکرنا فی کتاب ادب القاضی۔

(۱۲) ولوکان نھر صغیر یاخذ منہ نھر اصغر منہ فھو علی قیاس الطریق فیما بیناہ۔

(۱۳) قال ولایکون الرجل بالجذوع علی الحائط شفیع شرکۃ ولکنہ شفیع جوار لان العلۃ ھی الشرکۃ فی العقار وبوضع الجذوع لایصیر شریکا فی الدار الا انہ جار ملازق۔

(۱۴) **قال** والشریک فی الخشبۃ تکون علی حائط الدار جار لما بینا۔

(۱۵) **قال** واذا اجتمع الشفعاء فالشفعۃ بینھم علی عدد رؤسھم ولایعتبر اختلاف الاملاک۔

(۱٦) وقال الشافعی رحمہ اللہ ھی علی مقادیر الانصباء لان الشفعۃ من

(۱۱) اگر ایک کوچہ سربستہ سے دوسرا ایک دراز سربستہ کوچہ نکلا ہو اور پہلے کوچہ مین ایک مکان فروخت ہوا تو صرف اوسی کوچہ والون کو حق شفعہ ہوگا پہلے کوچہ والون کو نہوگا اور اگر دوسرے کوچہ مین فروخت ہوا تو دونون کوچہ والون کو شفعہ ہوگا اسواسطے کہ پہلے کوچہ والون کو دوسرے کوچہ مین آمد ورفت کرنے کا حق ہے اور دوسرے کوچہ والون کو پہلے کوچہ مین آمد رفت کرنے کا حق نہین ہے۔

(۱۲) اگر ایک چھوٹی نہر سے دوسری چھوٹی نہر نکلی ہو اور دوسری نہر پر ایک زمین فروخت ہو تو پہلی نہر والون کو حق شفعہ ہوگا اور اگر پہلی پر فروخت ہو تو دوسرے والون کو نہوگا۔

(۱۳) اگر ایک شخص کی کڑیان کسی کے مکان کی دیوار پر رکھی ہوئی ہین تو یہ شخص شریک نہ شمار کیا جائیگا بلکہ جوار کی وجہ سے اوس کو استحقاق شفعہ ہوگا اسواسطے کہ شفعہ کے لئے اوس شرکت کا اعتبار ہے جو عقار کے اندر ہو اور کڑیان رکھنے سے یہ شخص اوس مکان مین شریک نہین ہوجاتا البتہ وہ جار ملازق ہے۔

(۱۴) اگر ایک مکان کی دیوار پر کڑیان رکھی ہوئی ہون اور ایک شخص اون کڑیون مین شریک ہو تو یہ شخص جار سمجھا جائیگا کیونکہ عقار مین وہ شریک نہین ہے۔

(۱۵) اگر ایک زمین مین بہت سے لوگ مختلف حصون سے شریک ہین اور ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو باقی سب شریکون کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا اور حصون کی کمی بیشی کا لحاظ نہ کیا جائیگا۔

(۱٦) امام شافعی رحمہ کے نزدیک جس شریک کا جسقدر حصہ ہوتا ہو کثرت شرکاء کی صورت مین اوسیقدر اوسکو

من مرافق الملك الاترى انها
لتكميل منفعته فاشبه الربح
والغلة والولد والثمرة ولنا انهم
استووا في سبب الاستحقاق وهو
الاتصال فيستوون في الاستحقاق
الاترى انه لو انفرد واحد منهم
استحق كمال الشفعة وهذا آية
كمال السبب وكثرة الاتصال تؤذن
بكثرة العلة والترجيح يقع بقوة في
الدليل لا بكثرته ولا قوة ههنا لظهور
الاخرى بمقابلته وتملك ملك
غيره لا يجعل ثمرة من ثمرات ملكه
بخلاف الثمرة واشباهها۔

(١٧) ولو اسقط بعضهم حقه فهي
للباقين في الكل على عددهم لان
الانتقاص للمزاحمة مع كمال السبب
في حق كل منهم وقد انقطعت۔

(١٨) ولو كان البعض غيبا يقضى
بها بين الحضور على عددهم لان
الغائب لعله لا يطلب۔

(١٩) وان قضى لحاضر بالجميع
ثم حضر آخر يقضى له بالنصف
ولو حضر ثالث فبثلث ما في يد كل
واحد تحقيقا للتسوية فلو سلم
الحاضر بعد ما قضى له بالجميع لا يأخذ

استحقاق شفعہ ہوتا ہے اسواسطے کہ شفعہ ملک کے منافع میں سے
ہے اور اوسکی وجہ سے ملکیت کی تکمیل ہو جاتی ہے لہذا اوسکو نفع اور
آمدنی اور اولاد اور پھل کا حکم ہوگا کہ جسقدر جسکی ملک ہوتی ہے
اوسیقدر ان چیزوں میں اوسکا استحقاق ہوتا ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے
کہ سب شرکا سبب استحقاق یعنے اتصال میں برابر ہیں لہذا
استحقاق میں بھی برابر ہونگے اسواسطے کہ بالفرض اون میں سے اگر
صرف ایک ہی شخص شریک ہوتا تو کل مبیع میں اوسکو شفعہ کا
استحقاق ہوتا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر ایک کے
اندر کامل طور پر شفعہ کا سبب پایا جاتا ہے اور اگر یہ کہو کہ بعض کا
اتصال زیادتی حصہ کی وجہ سے زیادہ ہے پھر کیونکر برابر ہو سکتے
ہیں تو اوسکا یہ جواب ہے کہ کثرت اتصال سے اگرچہ سبب شفعہ کے
اندر ایک قسم کی کثرت پیدا ہو گئی مگر ترجیح کا سبب نہیں ہو سکتی
اسواسطے کہ ترجیح کا سبب قوت علت ہوتی ہے اور یہاں قوت نہیں ہے

(١٧) اگر بعض شرکا نے اپنا حق شفعہ ترک کر دیا تو باقی شرکا کو برابر برابر حق
ملجائیگا اسواسطے کہ جس شریک نے ترک کیا ہے وہ ہر ایک شریک کا مزاحم تھا اور اوسکی
وجہ سے ہر ایک کے حصے میں باوجودیکہ شفعہ کا سبب کامل طور پر پایا جاتا تھا کمی
ہو رہی تھی اور اب وہ مزاحمت باقی نہیں ہے۔

(١٨) اگر ایک شریک غیر حاضر ہے اور باقی حاضر ہیں تو اون باقی کو برابر
برابر شفعہ کا حکم دیا جائیگا اور وہ غائب کالعدم سمجھا جائیگا اسواسطے
کہ ممکن ہے وہ حاضر ہو کر شفعہ کا طالب نہو۔

(١٩) اگر قاضی نے اوس شریک کے لیے جو حاضر تھا کل شفعہ کا حکم دیدیا
بعد ازاں دوسرا شریک بھی حاضر ہو گیا تو نصف شفعہ کا حکم اوسکے لیے دیا جائیگا اور
اگر تیسرا شریک بھی حاضر ہو گیا تو اون دونوں سے ثلث ثلث لیکر اسکو
دلایا جائیگا تاکہ تینوں کو برابر حصہ ملجائے۔ اور اگر پہلے شریک نے قاضی سے کل
شفعہ کا حکم حاصل کر کے پھر شفعہ کو ترک کر دیا تو یہ دوسرا شریک جو اب حاضر ہوا ہے

القادم الا النصف لان قضاء القاضي بالكل للحاضر قطع حق الغائب عن النصف بخلاف ما قبل القضاء

کل کو یعنی اب شفعہ کے نہیں لے سکتا بلکہ اوسکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ جب قاضی نے پہلے کو کل کا حکم دیدیا تو اوسکے حکم دینے سے ایک نصف میں دوسرے شریک کا شفعہ باطل ہو گیا اور اگر قبل از حکم قاضی پہلے نے ترک کر دیا تو دوسرا کل کو لیسکتا ہے۔

(٢٠) **قال** والشفعة تجب بعقد البيع ومعناه بعده لانه هو السبب لان سببها الاتصال على ما بيناه و الوجه فيه ان الشفعة انما تجب اذا رغب البائع عن ملك الدار والبيع يعرفها ولهذا يكتفى بثبوت البيع في حقه حتى يأخذها الشفيع اذا اقر البائع بالبيع وان كان المشتري يكذبه۔

(٢٠) بیع کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے مگر بیع ثبوت شفعہ کا سبب نہیں ہے اسواسطے کہ شفعہ کا سبب اتصال ملکیت ہے اور بیع کے بعد ثبوت شفعہ کی یہ وجہ ہے کہ شفعہ اصل میں اوسوقت ثابت ہوتا ہے کہ بائع کو اوس مبیع کی خواہش نہ باقی رہے اور بیع سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اب اوسکو مبیع کی طرف توجہ اور اوسکی خواہش باقی نہیں رہی لہذا اگر صرف بائع کی جانب سے بیع کا ثبوت ہو جائے تو شفعہ کے لیے کافی ہو جاتا ہے مثلاً اگر بائع بیع کا اقرار کرے تو شفیع کا شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ مشتری اوس بیع سے منکر ہو۔

(٢١) **قال** وتستقر بالاشهاد ولابد من طلب المواثبة لانه حق ضعيف يبطل بالاعراض فلابد من الاشهاد والطلب ليعلم بذلك رغبته فيه دون اعراضه عنه ولانه يحتاج الى اثبات طلبه عند القاضي ولا يمكنه الا بالاشهاد

(٢١) شفعہ کے لیے طلب مواثبت ضروری ہے اور طلب اشہاد سے اوسکو استحکام ہو جاتا ہے اگر طلب مواثبت نہ کیجائے یعنے فوراً شفعہ کے طلب نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اسواسطے کہ شفعہ ایک حق ضعیف ہے جو اعراض کرنیکی وجہ سے باطل ہو جاتا ہے لہذا طلب کرنا اور اوسپر گواہ کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ شفیع کو شفعہ کی طرف سے اعراض نہیں ہے بلکہ اوس کے طرف رغبت ہے دوسرے یہ کہ شفیع کو قاضی کے روبرو اپنی طلب کرنے کو ثابت کرنا ہوتا ہے اور بغیر گواہ کیے ہوئے نہیں کر سکتا

(٢٢) **قال** وتملك بالاخذ اذا سلمها المشتري او حكم بها الحاكم لان الملك للمشتري قد تم فلا ينتقل الى الشفيع الا بالتراضي او قضاء القاضي كما في الرجوع في الهبة وتظهر فائدة هذا فيما اذا مات الشفيع بعد

(٢٢) شفیع مکان کا مالک اوسوقت ہوتا ہے کہ قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے یا خود بائع وہ مکان شفیع کو دیدے اسواسطے کہ مشتری کو پوری طور پر ملکیت حاصل ہو چکی ہے لہذا جبتک قاضی حکم نہ دے یا اپنی رضامندی سے وہ انتقال ملکیت نہ کرے اوسوقت تک منتقل نہو گی جسطرح کوئی شخص ہبہ کو واپس کرنا چاہے تو بغیر رضامندی باہمی یا حکم قاضی کے واپس نہیں کر سکتا اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اگر قاضی نے

الطلبين او باع دار ه المستحق بها الشفعة او بيعت دار بجنب الدار المشفوعة قبل حكم الحاكم او تسليم المخاصم لا تورث عنه في الصورة الاولى وتبطل شفعته في الثانية ولا يستحقها في الثالثة لانعدام الملك له۔

۲۳، ثم قوله تجب بعقد البيع بيان انه لا يجب الا عند معاوضة المال بالمال على ما نبينه ان شاء الله تعالى والله سبحانه اعلم بالصواب۔

باب طلب الشفعة والخصومة فيها

۲۴، قال واذا علم الشفيع بالبيع اشهد في مجلسه ذلك على المطالبة اعلم ان الطلب على ثلثة اوجه طلب المواثبة وهو ان يطلبها كما علم حتى لو بلغ الشفيع البيع ولم يطلب شفعته بطلت الشفعة لما ذكرنا ولقوله عليه السلام الشفعة لمن واثبها۔

۲۵، ولو اخبر بكتاب والشفعة في اوله او في وسطه فقرأ الكتاب

ہنوز حکم نہین دیا اور نہ خود مدعی علیہ نے مشتری کو وہ مکان دیا تھا اور شفیع طلب مواثبت اور طلب اشہاد کر چکا تھا کہ اس عرصہ مین وہ مرگیا یا جس مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا تھا وہ مکان اوسنے فروخت کردیا یا مکان مشفوعہ کے بجوار مین اس عرصہ کے اندر کوئی اور مکان فروخت ہوا تو پہلی صورت مین اوسکے وارثون کو وہ مکان نہ ملیگا اور دوسری صورت مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور تیسری صورت مین دوسرے مکان مین اوسکا شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ اسوقت وہ پہلے مکان کا مالک نہین تھا۔

۲۳، جس عقد مین بیع کے معنے یعنے مبادلہ مال بمال پایا جاوے اوس سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اور اگر یہ معنے نہ پائے جائین تو ثابت نہین ہوتا اور اس کا بیان انشاء اللہ تعالے آگے آئے گا واللہ سبحانہ اعلم بالصواب۔

طلب شفعہ اور اوس مین چارہ جوئی کرنے کا بیان

۲۴، طلب کی تین قسمین ہین جنمین سے ایک طلب مواثبت ہے اوس سے یہ مراد ہے کہ جسوقت شفیع کو معلوم ہو کہ فلان مکان فروخت ہوگیا اوسیوقت اوسکو شفعہ طلب کرنا اور طلب پر گواہ کرنا چاہیے اگر اوسنے بیع کا حال معلوم ہونے کے بعد شفعہ کو نہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہو جائے گا اسواسطے کہ وہ ایک حق ضعیف ہے اور دوسرے یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ اوس کے لیئے ہے جو فوراً اوس کی طلب کرے۔

۲۵، اگر بذریعہ ایک خط کے شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور خط کے درمیان مین یا اوسکے شروع ہی مین بیع کا ذکر تھا

الی اخرہ بطلت شفعتہ وعلی ھذا عامۃ المشائخ رہ وھو روایۃ عن محمد وعنہ ان لہ مجلس العلم و الروایتان فی النوادر وبالثانیۃ اخذ الکرخی لانہ لما ثبت لہ خیار التملک لابد لہ من زمان التامل کما فی المخیرۃ۔

مگر وہ خط کو اخیر تک پڑھ گیا اور شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا عامہ مشائخ رہ کا مذہب یہی ہے اور امام محمد رحہ سے بھی ایک روایت مین یہ آیا ہے مگر دوسری روایت مین یہ ہے کہ اخیر جلسہ تک شفیع کو طلب شفعہ کا اختیار ہوتا ہے اور یہ دونون روایتین نوادر مین مذکور ہین کرخی نے دوسری روایت پر عمل کیا ہے اسواسطے کہ شرع کیطرف سے جب اسکو مالک ہونیکا اختیار حاصل ہوا ہے تو اوسکے لیئے اتنی مہلت ضرور ہوتی چاہیے کہ وہ فکر کر سکے جسطرح عورت کو طلاق کا اختیار دیا جائے تو اخیر جلسہ تک وہ طلاق لے سکتی ہے۔

(۲۶) ولو قال بعد ما بلغہ البیع الحمد للہ او لاحول ولا قوۃ الا باللہ او قال سبحان اللہ لا تبطل شفعتہ لان الاول حمد علی الخلاص من جوارہ والثانی تعجب منہ لقصد اضرارہ والثالث لافتتاح کلامہ فلا یدل شیٔ منہ علی الاعراض۔

(۲۶) اگر شفیع نے بیع کا حال سنکر الحمد للہ یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا سبحان اللہ زبان سے پڑھا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیئے کہ ممکن ہے بائع کے دفع ہونے سے اوسنے خدا کا شکر کیا ہو اور بائع نے جو اوسکی ضرر رسانی کا قصد کیا ہے اوس سے تعجب کرکے سبحان اللہ کہا ہو اور اپنی حسب عادت کلام شروع کرنے سے پہلے لاحول پڑھی ہو اور انمین سے کوئی بات ایسی نہین ہے جس سے ثابت ہو کہ شفیع کو شفعہ کرنے سے اعراض ہے۔

(۲۷) وکذا اذا قال من ابتاعھا وبکم بیعت لانہ یرغب فیھا بثمن دون ثمن ویرغب عن مجاورۃ بعض دون بعض۔

(۲۷) اگر شفیع نے بیع کا حال سنکر خبر دینے والے سے کہا کس نے خرید اہے یا کتنے کو فروخت ہوا ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسواسطے کہ ایک ثمن سے خریدنا مقصود ہوتا ہے اور ایک ثمن سے مقصود نہین ہوتا اسیطرح ایک کے جوار سے نفرت ہوتی ہے اور ایک کے جوار سے نہین ہوتی۔

(۲۸) والمراد بقولہ فی الکتاب اشھد فی مجلسہ ذلک علی المطالبۃ طلب المواثبۃ والاشھاد فیہ لیس بلازم انما ھو لنفی التجاحد والتقیید بالمجلس اشارۃ الی ما اختارہ الکرخی رہ۔

(۲۸) قدوری نے جو بیان کیا ہے کہ اوسی جلسہ مین شفیع کو طلب پر گواہ کرنا چاہیئے اوس سے طلب مواثبت مقصود ہے مگر اوس مین گواہ کرنا ضروری نہین ہوتا بلکہ اس لیئے مناسب ہوتا ہے کہ اگر مدعی علیہ اوسکے طلب کرنے سے منکر ہو تو شفیع قاضی کے روبرو گواہ ہونے سے طلب کو ثابت کر سکے۔ اور جلسہ کی قید لگانے مین کرخی کے قول مختار کیطرف اشارہ ہے۔

(۲۹) ویصح الطلب بکل لفظ یفھم

(۲۹) جس لفظ سے شفعہ کا طلب کرنا سمجھا جائے اوس سے

منه طلب الشفعة كما لو قال طلبت الشفعة او اطلبها او انا طالبها لان الاعتبار للمعنى۔

(٣٠) واذا ابلغ الشفيع بيع الدار لم يجب عليه الاشهاد حتى يخبره رجلان او رجل وامرأتان او واحد عدل عند ابي حنيفة رح وقالا يجب عليه ان يشهد اذا اخبره واحد حراكان او عبدا صبيا كان او امرأة اذا كان الخبر حقا واصل الاختلاف في عزل الوكيل وقد ذكرناه لائله واخواته فيما تقدم وهذا الخلاف المخيرة اذا اخبرت عنده لانه ليس فيه الزام حكم وبخلاف ما اذا اخبره المشتري لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة في الخصوم۔

(٣١) والثاني طلب التقرير والاشهاد لانه محتاج اليه لاثباته عند القاضي على ما ذكرنا ولا يمكنه الاشهاد ظاهرا على طلب المواثبة لانه على فور العلم بالشراء فيحتاج بعد ذلك الى طلب الاشهاد والتقرير وبيانه ما قال في الكتاب ثم ينهض منه يعني من المجلس ويشهد

طلب کرنا صحیح ہو جاتا ہے مثلاً یہ کہے کہ مین نے شفعہ کو طلب کیا یا طلب کرتا ہون یا اوسکا طالب ہون اسواسطے کہ حقیقت مین معنے کا اعتبار ہے۔

(٣٠) ابو حنیفہ رہ کے نزدیک شفیع کو طلب مواثبت کرنا اوسوقت ضروری ہوتا ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین یا ایک پرہیزگار مرد بیع کا حال بیان کرے اور صاحبین کے نزدیک صرف ایک آدمی کے خبر دینے سے طلب مواثبت کرنا ضروری ہو جاتا ہے خواہ وہ حر ہو یا غلام نابالغ ہو یا بالغ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ شفیع کے گمان مین وہ سچ کہتا ہے اور اصل یہ اختلاف وکیل کے معزول کرنے مین ہے اور اوسکا بیان مع دلائل اور نظائر کے ہم بیان کر چکے ہین اور اگر کوئی شخص ایک عورت سے بیان کرے کہ تیرے خاوند نے تجکو طلاق کا اختیار دیا ہے تو امام صاحب کے نزدیک مخبر مین عدد یا عدالت شرط ہے اسلیئے کہ اوسمین کسی حکم کا لازم کرنا نہین ہے اور اگر مشتری شفیع سے بیان کرے کہ مین نے فلان مکان خریدا ہے تو بالاتفاق شفیع کو طلب شفعہ کرنا لازم ہو جائیگا خواہ یہ کیسا ہی شخص ہو اسواسطے کہ وہ مدعی علیہ ہے اور مدعی مدعی علیہ مین عدالت کی ضرورت نہین ہے۔

(٣١) طلب مواثبت کے بعد دوسری طلب اشہاد ہے اور اسکو طلب تقریر بھی کہتے ہین اس طلب کی ضرورت اسواسطے پڑتی ہے کہ شفیع قاضی کے روبرو طلب کو ثابت کر سکے اسواسطے کہ طلب مواثبت چونکہ علم بیع کے ساتھ فوراً ہوا کرتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اوسوقت شفیع کسی کو گواہ نہین کر سکتا لہذا اس طلب کی ضرورت ہوتی ہے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ طلب مواثبت کے بعد اوس جلسہ سے اوٹھکر مشتری کے پاس خواہ اوس مکان کے پاس خواہ بائع کے پاس جا کر بشرطیکہ مبیع ہنوز اوسکے قبضہ مین ہے

على البائع ان كان المبيع فى يده معناه لم يسلم الى المشترى او على المبتاع او عند العقار، فاذا فعل ذلك استقرت شفعته وهذا لان كل واحد منهما خصم فيه لان للاول اليد وللثانى الملك۔

ولكن لايصح الاشهاد عند المبيع لان الحق متعلق به فان سلم البائع المبيع لم يصح الاشهاد عليه لخروجه من ان يكون خصما اذ لا يد له ولا ملك فصار كالاجنبى وصورة هذا الطلب ان يقول ان فلانا اشترى هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الان فاشهدوا على ذلك۔

وعن ابى يوسف انه يشترط تسمية المبيع وتحديده لان المطالبة لاتصح الا فى معلوم

لوگونکو اپنے طلب پر گواہ کر دے اس طلب سے شفعہ کو استحکام ہو جاتا ہے اور ان تینون مین سے کسی کے پاس جانے کی اسواسطے ضرورت ہے کہ بائع اور مشتری تو گویا شفیع کے مدعی علیہ ہین اسواسطے کہ قبضہ بائع کا ہے اور ملک مشتری کی ہے اور مبیع کے پاس جا کر اسواسطے گواہ کر سکتا ہے کہ حق اوسی کے ساتھ متعلق ہوا ہے۔ اور اگر بائع نے مبیع کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا ہے تو بائع کے پاس گواہ کرنا صحیح نہوگا اسواسطے کہ اب بائع کچھ واسطہ نہین رہا بلکہ وہ ایک اجنبی شخص ہو گیا کیونکہ اب اوسکا نہ قبضہ ہے اور نہ اوسکی ملکیت ہے اور طلب اشہاد اسطور پر کرنا چاہیے کہ فلان شخص نے یہ مکان خرید ا ہے اور مین اوسکا شفیع ہون اور طلب شفعہ کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ میرے لیے اس بات کے گواہ رہو۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اوس مبیع کا نام ونشان اور اوس کے حدود کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اسواسطے کہ مجہول چیز مین دعوے نہین ہو سکتا۔

❖ ❖

(۳۲) والثالث طلب الخصومة والتملك وسنذكر كيفيته من بعد ان شاء الله تعالى۔

قال ولا تسقط الشفعة بتاخير هذا الطلب عند ابى حنيفة رح

(۳۲) طلب کی تیسری قسم کا نام طلب تملک ہے اور اوسکا طریقہ انشاء اللہ تعالی ہم عنقریب بیان کرینگے۔ مگر اوسکے احکام یہان بیان کیے جاتے ہین اگر طلب تملک مین تاخیر ہو جائے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک شفعہ باطل نہین ہوتا اور ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت یہی ہے اور محمد رح فرماتے ہین

وهو رواية عن ابي يوسف رح وقال محمد رح ان تركها شهرا بعد الاشهاد بطلت وهو قول زفر رح معناه اذا تركها من غير عذر۔

کہ طلب اشہاد کے بعد اگر ایک مہینہ تک طلب تملک نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور زفر رح کا قول بھی یہی ہے مگر اوس سے وہ صورت مراد ہے کہ بلا عذر تاخیر کرے۔

(۳۳) وعن ابي يوسف انه اذا ترك المخاصمة في مجلس من مجالس القاضي تبطل شفعته لانه اذا مضى مجلس من مجالسه ولم يخاصم فيه اختيارا دل ذلك على اعراضه وتسليمه۔

(۳۳) ابو یوسف رح سے مروی ہے اگر شفیع نے قاضی کی ایک کچہری میں بھی اپنی چارہ جوئی نہ کی تو شفعہ باطل ہوجائیگا اسلیے کہ باوجود اختیار حاصل ہونے کے جب قاضی کی ایک کچہری میں اوسنے اپنی چارہ جوئی نہ کی تو ثابت ہوگیا کہ اوسکو شفعہ کی طرف سے اعراض ہے اور اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا۔

(۳۴) وجه قول محمد انه لو لم يسقط بتاخير الخصومة منه ابدا يتضرر به المشتري لانه لا يمكنه التصرف حذار نقضه من جهة الشفيع فقدرناه بشهر لانه اجل وما دونه عاجل على ما مر في الايمان ووجه قول ابي حنيفة وهو ظاهر المذهب وعليه الفتوى ان الحق متى ثبت واستقر لا يسقط الا باسقاطه وهو التصريح بلسانه كما في سائر الحقوق وما ذكر من الضرر يشكل بما اذا كان غائبا ولا فرق في حق المشتري بين الحضر والسفر ولو علم انه لم يكن في البلد قاض لا تبطل شفعته بالتاخير بالاتفاق لانه لا يتمكن من الخصومة الا عند القاضي فكان عذرا۔

(۳۴) امام محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ اگر طلب تملک میں تاخیر کرنے سے کبھی اوسکا شفعہ باطل نہو تو اوسمیں مشتری کا نہایت ضرر ہے اسواسطے کہ شفیع کے خوف سے وہ اوس مکان میں کچھ تصرف نہیں کرسکتا لہذا ایک مہینہ اوسکی مہلت کے لیے مقرر کیا گیا کہ ایک مہینہ کی مدت کو تاخیر کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہیں اور ایک مہینہ سے کم کی مدت عجلت شمار کیجاتی ہے۔ اور ابو حنیفہ رح کے قول کی جو کہ ظاہر مذہب اور مفتی بہ قول ہے یہ دلیل ہے کہ جب حق شفعہ ثابت اور مستحکم ہوگیا تو شفیع جب تک اوسکو اپنی زبان سے نہ ساقط کرے اوسوقت تک ساقط نہوگا جیسا کہ تمام حقوق کا حال ہے اور امام محمد رح نے جو تاخیر کے اندر ضرر بیان کیا ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ یہ ضرر تو اوسوقت بھی پیش آتا ہے کہ شفیع وہاں موجود نہو اور مشتری کے اعتبار سے حضر اور سفر دونوں برابر ہیں۔ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ایسا قاضی نہیں ہے جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرے اسواسطے اُسنے طلب تملک میں تاخیر کی تو بالاتفاق اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسواسطے کہ طلب تملک بغیر قاضی کے نہیں ہوسکتے لہذا وہ معذور ہے۔

(۳۵) قال واذا تقدم الشفیع الی القاضی فادعی الشراء وطلب الشفعة سأل القاضی المدعی علیه فان اعترف بملکه الذی یشفع به والا کلفه باقامة البینة لان الید ظاهر محتمل فلا تکفی لاثبات الاستحقاق۔

(۳۵) جسوقت قاضی شفیع کے روبرو حاضر ہوکر اسبات کا دعویٰ کرے کہ مشتری نے یہ مکان خریدا ہے اور شفعہ طلب کرے تو قاضی کو مدعیٰ علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا نہین اگر اقرار کرے تو خیر ورنہ شفیع سے گواہون کا مطالبہ کرے اسواسطے کہ ظاہری قبضہ مین چونکہ عدم ملکیت کا احتمال ہے لہذا دوسرے پر حق ثابت کرنے کے لیے ناکافی ہے۔

(۳۶) قال رض یسأل القاضی المدعی قبل ان یقبل علی المدعی علیه عن موضع الدار وحدودها لانه ادعی حقا فیها فصار کما اذا ادعی رقبتها واذا بین ذلک یسأله عن سبب شفعته لاختلاف اسبابها فان قال انا شفیعها بدار لی تلاصقها الان تم دعواه علی ما قاله الخصاف رح وذکر فی الفتاوی تحدید هذه الدار التی یشفع بها ایضا وقد بیناه فی الکتاب الموسوم بالتجنیس والمزید۔

(۳۶) مصنف رح نے بیان کیا ہے کہ قاضی کو مدعیٰ علیہ کی طرف مخاطب ہونے سے قبل شفیع سے یہ بات دریافت کرنا چاہیے کہ وہ مکان کس محلہ مین ہے اور اُسکے حدود اربعہ کیا ہین اسلیے کہ جب وہ اس مکان مین اپنے حق کا دعویٰ کرتا ہے تو گویا خود اوس مکان کا دعویٰ کرتا ہے اور جب شفیع یہ بیان کردے تو دریافت کرنا چاہیے کہ تو کس وجہ سے شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے اسواسطے کہ شفعہ کے اسباب مختلف ہوتے ہین اگر اوسکے جواب مین شفیع نے کہا کہ مین بذریعہ اپنے ایک مکان کے جو اس مکان سے ملا ہوا ہے شفیع ہون تبھی اُسکا دعویٰ تمام ہوگیا چنانچہ خصاف رح نے بیان کیا ہے اور فتاوی مین بیان کیا ہے اوس مکان کے حدود بھی بیان کرنے چاہیین جسکے ذریعہ سے شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے اور ہم نے اپنی کتاب التجنیس والمزید مین اسکا بیان کردیا ہے۔

(۳۷) قال فان عجز عن البینة استحلف المشتری بالله ما یعلم انه مالک للذی ذکره مما یشفع به معناه بطلب الشفیع لانه ادعی علیه معنی لو اقر به لزمه ثم هو استحلاف علی ما فی ید غیره فیحلف علی العلم فان نکل او قامت للشفیع بینة ثبت ملکه فی الدار التی

(۳۷) اگر شفیع سے گواہون کا مطالبہ کیا گیا اور وہ گواہ نہ لاسکا اور اوس نے مشتری سے حلف لینا چاہا تو مشتری سے یہ حلف لیا جائیگا کہ خدا کی قسم جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے مجھکو معلوم نہین ہے کہ وہ اُسکی ملک ہے۔ اسواسطے کہ شفیع نے اوسکے اوپر ایک ایسے امر کا دعویٰ کیا ہے کہ اگر وہ اقرار کرلے تو اوسکا دینا لازم ہوجائے مگر چونکہ دوسرے کے فعل پر حلف لیا جاتا ہے اسواسطے اوس سے اوسکے علم پر حلف لیا جائیگا اگر اس صورت مین مشتری نے

يشفع بها وثبت الجوار فبعد ذلك سأله القاضي يعني المدعى عليه هل ابتاع ام لا فان انكر الابتياع قيل للشفيع اقم البينة لان الشفعة لا تجب الا بعد ثبوت البيع وثبوته بالحجة۔

حلف سے انکار کیا یا شفیع نے گواہ پیش کردئے تو جس مکان کے ذریعہ وہ شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوس مکان میں ملکیت ثابت ہوگئی اور جوار بھی ثابت ہوگیا بعد ازان قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو نے وہ مکان خریدا ہے یا نہیں اگر اوسنے کہا میں نے نہیں خریدا تو شفیع سے کہا جائیگا کہ اثبات پر گواہ پیش کر کہ مشتری نے اوس مکان کو خریدا ہے اسواسطے کہ شفعہ بعد ثبوت بیع کے ثابت ہوتا ہے اور اُسکا ثبوت گواہوں سے ہوتا ہے۔

(٣٨) قال فان عجز عنها استحلف المشتري بالله ما ابتاع او بالله ما استحق عليه في هذه الدار شفعة من الوجه الذي ذكره فهذا على الحاصل والاول على السبب وقد استوفينا الكلام فيه في الدعوى وذكرنا الاختلاف بتوفيق الله وانما يحلفه على البتات لانه استحلاف على فعل نفسه وعلى ما في يده اصالة وفي مثله يحلف على البتات۔

(٣٨) اگر قاضی نے شفیع سے اثبات کے گواہ مانگے کہ مشتری نے اوس مکان کو خریدا ہے اور وہ گواہ نہ لاسکا تو مشتری سے حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم میں نے نہیں خریدا یا یہ کہے کہ خدا کی قسم جس سبب سے یہ شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوس سے یہ شفعہ کا مستحق نہیں ہے کہ یہ حلف نتیجہ اور حاصل کے اوپر ہے اور پہلا حلف سبب کے اوپر ہے اور بتوفیق الٰہی کتاب الدعوی میں ہم نے پورے طور پر اسکا بیان کردیا ہے اور یہان مشتری سے حلف قطعی سواسطے لیا جاتا ہے کہ خود اوسکے فعل پر اور اوس چیز پر حلف ہے جو بالذات اوس کے قبضہ میں ہے اور ایسے وقت میں قطعی حلف لیا جاتا ہے۔

* * * * * *

(٣٩) قال ويجوز المنازعة في الشفعة وان لم يحضر الشفيع الثمن الى مجلس القاضي فاذا قضى القاضي بالشفعة لزمه احضار الثمن وهذا ظاهر رواية الاصل۔

(٣٩) اگرچہ شفیع نے قاضی کے روبرو ثمن لاکر حاضر نہ کیا ہو تاہم قاضی کے روبرو وہ شفعہ کے چارہ جوئی کرسکتا ہے مگر جب قاضی اوس کے لیئے شفعہ کا حکم دیدے تو ثمن کا حاضر کرنا ضروری ہے اور یہ مبسوط کی ظاہر روایت ہے۔

(٤٠) وعن محمد انه لا يقضي حتى يحضر الشفيع الثمن وهو رواية الحسن عن ابي حنيفة رح لان الشفيع

(٤٠) محمد رح سے مروی ہے جبتک کہ شفیع قاضی کے روبرو ثمن لاکر حاضر نہ کردے اوسوقت تک قاضی کو شفعہ کا حکم نہ دینا چاہیے اور حسن رح نے ابو حنیفہ رح سے بھی یہی روایت

عساه يكون مفلسًا فيتوقف القضاء على احضاره حتى لا يتوى مال المشترى وجه الظاهر انه لا ثمن له عليه قبل القضاء ولهذا لا يشترط تسليمه فكذا لا يشترط احضاره۔

کیا ہے اسواسطے کہ ممکن ہے شفیع ایک مفلس شخص ہو لہذا شفعہ کے حکم دینے مین ثمن کے حاضر کرنے تک تاخیر کیجائیگی تاکہ مشتری کا مال تلف نہو جائے اور ظاہر روایت کی دلیل یہ ہے کہ قبل از حکم قاضی شفیع کے اوپر ثمن واجب نہین ہوتا ولہذا یہ بات لازم نہین کیگئی کہ قبل از حکم قاضی شفیع مشتری کو ثمن ادا کردے اسیطرح اسکا حاضر کرنا بھی لازم نہ کیا گیا۔

(١) م واذا قضى له بالدار فللمشترى ان يحبسها حتى يستوفى الثمن وينفذ القضاء عند محمد ايضا لانه فصل مجتهد فيه ووجب عليه الثمن فيحبس فيه فلو اخر اداء الثمن بعد ما قال له ادفع الثمن اليه لا تبطل شفعته لانها تاكدت بالخصومة عند القاضى۔

(١) م، اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو اوسکو اسبات کا استحقاق ہے کہ جبتک شفیع سے ثمن کو وصول نہ کرلے اوسوقت تک مکان اسکو نہ دے اسواسطے کہ جب اسکے اوپر ثمن واجب ہوگیا تو مشتری ثمن ادا نہ کرنے تک مکان کو روک سکتا ہے۔ اور محمد رح کے نزدیک اگرچہ شفیع کو قاضی کے روبرو ثمن کا حاضر کرنا ضروری ہے مگر ثمن کے حاضر نہ کرنے کی صورتمین اونکے نزدیک بھی قاضی کا حکم نافذ ہوجائیگا اسواسطے کہ وہ ایک ظنی چیز ہے۔ اور اگر قاضی نے شفیع سے کہدیا کہ مشتری کو ثمن ادا کردے اور

شفیع نے ادا کرنے ثمن میں تاخیر کی تو اسکا شفعہ باطل نہوگا اسواسطے کہ قاضی کے روبرو خصومت کرنے سے اسکا شفعہ مستحکم ہوگیا

(٢) م، قال وان احضر الشفيع البائع والمبيع فى يده فله ان يخاصمه فى الشفعة لان اليد له وهى يد مستحقة ولا يسمع القاضى البينة حتى يحضر المشترى فيفسخ البيع بمشهد منه ويقضى بالشفعة على البائع ويجعل العهدة عليه لان الملك للمشترى واليد للبائع والقاضى يقضى بهما للشفيع فلا بد من حضورهما۔

(٢) م، اگر مکان ہنوز بائع کے قبضہ مین تھا کہ شفیع نے بائع کو قاضی کے روبرو پیش کردیا تو شفیع اس بائع سے دعوی کرسکتا ہے اسواسطے کہ مبیع بائع کے قبضہ مین ہے اور اسکا قبضہ اصالۃً اور بالذات ہے مگر جبتک مشتری بھی حاضر نہو جائیگا قاضی شفیع کے گواہون کی سماعت نہ کریگا جب وہ بھی حاضر ہوجائیگا تو اوسکے سامنے بیع کو قاضی فسخ کردیگا اور بائع پر شفعہ کا حکم دیدیگا اور یہ مشتری ثمن کو بائع سے وصول کرے گا دونون کی حاضری اسلیے ضروری ہے کہ قبضہ اس صورت مین بائع کا ہے اور ملک مشتری کی ہے اور قاضی دونون امر کا شفیع کے لیے حکم دیتا ہے لہذا دونون کا موجود ہونا ضروری ہے۔

* * * * *

(٣) م، بخلاف ما اذا كانت الدار قد قبضت حيث لا يعتبر حضور البائع لانه صار اجنبيا اذ لا يبقى له

(٣) م، اگر بائع نے مکان مشتری کے قبضہ مین دیدیا اب قاضی کے روبرو بائع کے حاضر ہونے کی کچھ ضرورت نہین ہے اسواسطے کہ اب نہ اوسکا قبضہ ہے نہ اوس کی ملک ہے بلکہ وہ

يدٌ ولاملك۔

ایک اجنبی شخص ہے۔

۴۴، وقوله فيفسخ البيع بمشهد منه اشارة الى علة اخرى وهي ان البيع في حق المشتري اذا كان ينفسخ لابد من حضوره ليُقضى بالفسخ عليه ثم وجه هذا الفسخ المذكور ان ينفسخ في حق الاضافة لامتناع قبض المشتري بالاخذ بالشفعة وهو يوجب الفسخ الا انه يبقى اصل البيع لتعذر انفساخه لان الشفعة بناء عليه ولكنه تتحول الصفقة اليه ويصير كانه هو المشتري منه فلهذا يرجع بالعهدة على البائع۔

۴۴، جس جگہ بائع پر شفیع اپنا دعوی کرے تو مشتری کا بھی حاضر ہونا قاضی کے روبرو ضروری ہوتا ہے جس کی ایک وجہ اوپر بیان ہو چکی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب مشتری کے حق میں اوس بیع کا فسخ کیا جائیگا تو اوسکا حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ قاضی اوس کے اوپر حکم دے اسلیے کہ غائب کے اوپر قاضی حکم نہیں دے سکتا مگر یہ بیع صرف مشتری کے اعتبار سے فسخ ہوتی ہے اسلیے کہ جب شفیع اوسکو بذریعہ شفعہ کے لینا چاہتا ہے تو اب مشتری کسیطرح اوسکو نہیں لے سکتا لہذا خواہ مخواہ اوسکے حق میں بیع کا فسخ کیا جائیگا مگر شفیع کے حق میں وہ بیع بدستور قائم رہیگی اسلیے کہ اگر اوسکے حق میں بھی فسخ کر دیجائے تو بذریعہ شفعہ کے مکان کو نہیں لے سکتا اور شفیع بمنزلہ مشتری کے ہو جاتا ہے ولہذا مشتری کے لیے بائع ثمن کا ضامن ہوتا ہے۔

۴۵، بخلاف ما اذا قبضه المشتري فاخذه من يده حيث تكون العهدة عليه لانه تم ملكه بالقبض وفي الوجه الاول امتنع قبض المشتري وانه يوجب الفسخ وقد طولنا الكلام فيه في كفاية المنتهى بتوفيق الله تعالى۔

۴۵، اگر مشتری نے مکان پر قبضہ کر لیا ہو اور شفیع نے اوسی کے پاس سے مکان کو لیا ہو تو اسوقت میں ثمن کی ذمہ داری مشتری پر ہو گی اسلیے کہ قبضہ کرنے سے اوسکو ملکیت تامہ حاصل ہو چکی تھی اور صورت مذکورہ بالا میں مشتری کا قبضہ نہیں ہو سکتا جسکی وجہ سے بیع کا فسخ لازم ہو جاتا ہے۔ کفایۃ المنتہی میں خوب بسط کے ساتھ ہم نے بتوفیق اللہ تبارک و تعالے اس کا بیان کر دیا ہے۔

۴۶، **قال** ومن اشترى دارا لغيره فهو الخصم للشفيع لانه هو العاقد والاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيتوجه عليه۔

۴۶، اگر ایک شخص نے دوسرے کے لیے مکان خریدا اور ہنوز اوسکے قبضہ میں ہے تو شفیع کو اوسی سے شفعہ کا دعوی کرنا چاہیے اسواسطے کہ خریدنے والا اور عقد کرنے والا وہی ہے اور شفعہ بھی عقد کے احکام میں سے ہے لہذا اوسی سے شفعہ کا مطالبہ کیا جائیگا۔

۴۷، **قال** الا ان يسلمها الى الموكل

۴۷، اگر وکیل نے مکان خرید کر موکل کے قبضہ میں دیدیا

لانہ لم یبق لہ ید ولا ملک فیکون الخصم ھو الموکل وھذا لان الوکیل کالبائع من الموکل علی ما عرف فتسلیمہ الیہ کتسلیم البائع الی المشتری فتصیر الخصومۃ معہ الا انہ مع ذلک قائم مقام الموکل فیکتفی بحضورہ فی الخصومۃ قبل التسلیم۔

(۲۸) وکذا اذا کان البائع وکیل الغائب فللشفیع ان یاخذھا منہ اذا کانت فی یدہ لانہ عاقد وکذا اذا کان البائع وصیا لمیت فیما یجوز بیعہ لما ذکرنا۔

(۲۹) قال واذا قضی للشفیع بالدار ولم یکن راٰھا فلہ خیار الرویۃ وان وجد بھا عیبا فلہ ان یردھا وان کان المشتری شرط البراءۃ منہ لان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء الا یری انہ مبادلۃ المال بالمال فیثبت فیہ الخیاران کما فی الشراء ولا یسقط بشرط البراءۃ من المشتری ولا برؤیتہ لانہ لیس بنائب عنہ فلا یملک اسقاطہ۔

تو شفیع کو اس صورت مین وکیل پر دعوی نکرنا چاہیے بلکہ موکل پر کرنا چاہیے اسواسطے کہ اب نہ وکیل کا قبضہ ہے نہ اوسکی ملک ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وکیل موکل کے حق مین بمنزلہ بائع کے ہوتا ہے لہذا وکیل کا مکان کو موکل کے قبضہ مین دینا ایسا ہی ہے جسطرح بائع کا مکان کو مشتری کے قبضہ مین دینا اور جب مشتری کے قبضہ مین مکان آجاتا ہے تو شفیع کو بائع سے کچھ واسطہ نہیں رہتا لہذا یہان بھی وکیل سے کچھ واسطہ نہ رہیگا مگر وکیل مین اور بائع مین اتنا فرق ہے کہ اگر ہنوز وکیل نے موکل کے قبضہ

(۲۸) اگر بائع نے دوسری کیطرف سے ایک مکان فروخت کیا اور ہنوز وہ مکان اوسکے قبضہ مین ہے تو شفیع اس مکان کو لے سکتا ہے اسواسطے کہ بیع کرنے والا وہی ہے اسیطرح اگر ایک میت کے وصی نے میت کا کوئی مکان فروخت کیا بشرطیکہ وہ بیع جائز ہو اس لیے کہ بعض صور تو نمین وصی کی بیع ناجائز ہوتی ہے اور ہنوز وہ مکان اوسکے قبضہ مین ہے تو شفیع اوس مکان کو وصی سے لے سکتا ہے اسلیے کہ بیع

(۲۹) اگر شفیع کے لیئے قاضی نے مکان کا حکم دیدیا اور شفیع نے اوس مکان کو دیکھا نہین ہے تو شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوتا ہے اگرچہ مشتری نے بائع سے اس شرط کو مان لیا ہو کہ مکان مین کچھ عیب نکلے تو مین بری الذمہ ہون اسواسطے کہ بذریعہ شفعہ کے لینا خریدنے کے حکم مین داخل ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ مبادلہ مال بمال ہوتا ہے لہذا اوسمین خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوگا جسطرح مشتری کو حاصل ہوتا ہے اور مشتری کے دیکھ لینے یا بائع کی اس شرط کو کہ عیب مین بری الذمہ ہون مان لینے سے شفیع کا خیار رویت اور خیار عیب ساقط نہوگا اسلیے کہ مشتری اوسکا نائب نہین ہے کہ شفیع کی طرف سے خیار رویت اور خیار عیب کو ساقط کر سکے پس شفیع کو اختیار ہوگا کہ اگر مکان مین کچھ عیب نکلے یا پہلے اوس مکان کو نہین دیکھا تھا اب دیکھنے سے اوسکے پسند نہ آوے تو اوسکو واپس کر دے

فصل فی الاختلاف

ثمن کے اندر اختلاف واقع ہونے کا بیان

(٥٠) **قال** وان اختلف الشفيع والمشتری فی الثمن فالقول قول المشتری لان الشفيع يدعی استحقاق الدار عليه عند نقد الاقل وهو ينكر والقول قول المنكر مع يمينه ولا يتحالفان لان الشفيع ان كان يدعی عليه استحقاق الدار فالمشتری لا يدعی عليه شيئًا لتخيره بين الترك والاخذ ولا نص ههنا فلا يتحالفان۔

(٥٠) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف واقع ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ شفیع حقیقت مین اسبات کا مدعی ہے کہ مین تھوڑا ثمن دیکر مکان کے لینے کا مستحق ہون اور مشتری اوس سے انکار کرتا ہے اور منکر کا قول حلف کے ساتھ مقبول ہوتا ہے اور دونون سے حلف نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ دونون جانب سے حلف لینے کا حکم شرع سے اوسی صورت مین ثابت ہوا ہے کہ جانبین سے دعوی اور جانبین سے انکار پایا جاوے اور یہان اگرچہ شفیع مشتری کے اوپر اس امر کا مدعی ہے کہ ثمن قلیل دیکر مکان کے لینے کا مستحق ہون مگر مشتری شفیع کے اوپر کچھ دعوی نہین کرتا اسواسطے کہ شفیع کو اختیار ہے خواہ مکان کو لے خواہ چھوڑ دے لہذا شفیع سے حلف نہ لیا جائیگا۔

(٥١) **قال** ولو اقاما البينة فالبينة للشفيع عند ابی حنيفة ومحمد رح وقال ابو يوسف رح البينة بينة المشتری لانها اكثر اثباتا فصار كبينة البائع والوكيل والمشتری من العدو ولهما انه لا تنافی بينهما فيجعل كان الموجود بيعان وللشفيع ان ياخذ بايهما شاء وهذا بخلاف البائع مع المشتری لانه لا يتوالی بينهما عقدان الا بانفساخ الاول وههنا الفسخ لا يظهر فی حق الشفيع وهو التخريج لبينة الوكيل لانه كالبائع والموكل كالمشتری منه كيف وانها ممنوعة علی ما روی عن محمد رح واما المشتری

(٥١) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف ہوا اور دونون نے گواہ پیش کر دئے تو ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہونگے ابو یوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا مین مشتری کے گواہون کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ اون سے ایکطرح کی زیادتی ثابت ہوتی ہے جسطرح بائع اور وکیل اور تاجر کے گواہ مقبول ہوتے ہین ابو حنیفہ اور محمد رح کی اسبات پر کہ شفیع کے گواہ مقبول ہونگے یہ دلیل ہے کہ دونون کے گواہون مین کچھ منافات نہین ہے بلکہ یہ سمجھا جائیگا کہ دونون گواہ سچ کہتے ہین اور گویا مشتری نے دو مرتبہ اوسکو خریدا ہے لہذا شفیع کو اختیار ہوگا کہ جس بیع کے اعتبار سے چاہے اوسی کے اعتبار سے مکان کو لے بخلاف بائع اور مشتری کے کہ اونکے مابین دو بیع نہین ہوسکتی ہین تاوقتیکہ پہلی بیع فسخ نہو اور یہان بحق شفیع کے حق مین فسخ ظاہر نہین ہوسکتا اور اسی سے وکیل کے گواہ مقبول ہونیکی توجیہ معلوم ہوسکتی ہے اسواسطے کہ وکیل بمنزلہ بائع کے ہے اور موکل بمنزلہ مشتری کے ہے علاوہ برین یہ بات غیر مسلم ہے کہ وکیل کے گواہ مقبول ہوتے ہین چنانچہ محمد رح سے منقول ہے کہ اس صورت مین موکل کے گواہ

من العدو وقلنا ذكر في السير الكبير ان البينة بينة المالك القديم فلنا ان نمنع وبعد التسليم نقول لا بيع الثاني هنالك الا بفسخ الاول اما ههنا بخلافه ولان بينة الشفيع ملزمة وبينة المشتري غير ملزمة والبينات للالزام۔

مقبول ہوتے ہین۔ اور دار الحرب سے جو شخص غلام کو خرید کر لایا ہو اوسکے نسبت ہم کو یہ کلام ہو کہ سیر کبیر مین مذکور ہو کہ اصل مالک کے گواہ مقبول ہوتے ہین لہذا ہم تسلیم نہین کرتے کہ اس مشتری کے گواہ مقبول ہوتے ہین اور اگر ہم تسلیم بھی کرلین تب بھی اوسکا جواب یہ ہو کہ وہان بھی دوسری بیع تا وقتیکہ پہلی بیع کا فسخ نہو نہین ہو سکتی بخلاف صورت متنازعہ فیہا کہ ان سب سے علاوہ یہ بات ہو کہ شفیع گواہون سے ایک حق لازم ہو جاتا ہو بخلاف مشتری کے گواہون کے لہذا شفیع کے گواہ مقبول ہونگے اسلیے کہ گواہون سے جو مقصود ہے وہ اونکے اندر موجود ہو۔

۵۳، قال واذا ادعى المشتري ثمنا وادعى البائع اقل منه ولم يقبض الثمن اخذها الشفيع بما قاله البائع وكان ذلك حطا عن المشتري وهذا لان الامران كان على ما قال البائع فقد وجبت الشفعة به وان كان على ما قال المشتري فقد حط البائع بعض الثمن وهذا الحط يظهر في حق الشفيع على ما نبين ان شاء الله تعالى ولان التملك على البائع بايجابه فكان القول قوله في مقدار الثمن ما بقيت مطالبته فياخذ الشفيع بقوله۔

۵۳، اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ مین نے یہ مکان بقدر قیمت کو خریدا ہو اور بائع نے اوس سے کم قیمت مین فروخت کرنے کا دعوی کیا تو شفیع اوس مکان کو بائع کے قول کے موافق قیمت ادا کرکے لے سکتا ہو اور بائع کا یہ کہنا گویا مشتری سے قیمت کا کم کردینا سمجھا جائیگا۔ اسواسطے کہ اس صورت مین اگر مشتری کا قول نفس الامر مین صحیح ہو تب تو ظاہر ہو کہ شفیع پر اوسیقدر ثمن کا دینا لازم ہو اور اگر مشتری کا قول صحیح ہو تو بائع نے یہ بات کہکر ثمن مین کمی کردی اور یہ کمی شفیع کے حق مین بھی ظاہر ہوگی چنانچہ ان شاء اللہ تعالی ہم بیان کرینگے۔ علاوہ برین شفیع کو یہ حق بائع کے ثابت کرنے سے ثابت ہوا ہو اگر وہ فروخت نہ کرتا تو اوسکو کچھ حق نہین تھا لہذا جبتک بائع کا مطالبہ باقی ہو اوسوقت تک ثمن کے مقدار مین اوسکا قول مقبول ہوگا اور اوسیکے قول کے موافق شفیع کو ثمن ادا کرنا پڑے گا۔

۵۴، قال ولو ادعى البائع الاكثر يتحالفان ويترادان وايهما نكل ظهر ان الثمن ما يقوله الآخر فياخذها الشفيع بذلك وان حلفا يفسخ القاضي البيع على ما عرف وياخذها الشفيع

۵۴، اگر مشتری کہتا ہو مین نے اس قیمت کو یہ مکان خریدا ہو اور بائع اس سے زیادہ قیمت کو فروخت کرنے کا مدعی ہو اور ثمن پر قبضہ نہین کیا ہو تو دونون سے حلف لیا جائیگا اور بیع فسخ کردیجائیگی اور اگر ایک نے حلف سے انکار کیا تو ثابت ہو جائیگا کہ دوسرے کا قول صحیح ہو اور اوسیکے موافق شفیع پر ثمن کا دینا لازم ہوگا اور اگر

دونون نے

بقول البائع لان فسخ البيع لا يوجب بطلان حق الشفيع۔

دونوں نے حلف کر لیا تو قاضی اوس بیع کو فسخ کر دے گا اور بائع کے قول کے موافق ثمن دیکر شفیع اوس مکان کو لے لیگا اسلیے کہ بیع کے فسخ ہوجانے

(٥٥) قال وان كان قبض الثمن اخذ بما قال المشترى ان شاء ولم يلتفت الى قول البائع لانه لما استوفى الثمن انتهى حكم العقد وخرج هو من البين وصار كالاجنبى وبقى الاختلاف بين المشترى والشفيع وقد بيناه۔

(٥٥) اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد مشتری سے اختلاف کیا تو شفیع کو مشتری کے قول کے موافق ثمن ادا کرکے مکان کو لینے کا اختیار ہوگا اور بائع کے قول کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسلیے کہ جب وہ ثمن وصول کر چکا بیع تام ہوگئی اور اب اوس سے کچھ واسطہ نہ رہا بلکہ وہ ایک اجنبی شخص ہوگیا اور مشتری اور شفیع کے مابین اب اختلاف رہ گیا جس کا حکم ہم بیان کر چکے ہیں۔

(٥٦) ولو كان نقد الثمن غير ظاهر فقال البائع بعت الدار بالف وقبضت الثمن ياخذها الشفيع بالف لانه لما بدأ بالاقرار بالبيع تعلقت الشفعة به فبقوله بعد ذلك قبضت الثمن يريد اسقاط حق الشفيع فيرد عليه ولو قال قبضت الثمن وهو الف لم يلتفت الى قوله لان بالاول وهو الاقرار بقبض الثمن خرج من البين وسقط اعتبار قوله فى مقدار الثمن۔

(٥٦) اگر معلوم نہیں تھا کہ بائع نے ثمن کو وصول پالیا یا نہیں مگر اوس کے اور مشتری کے مابین اختلاف ہوا اور وہ کہتا ہے کہ مین نے ہزار روپیہ کو مکان فروخت کیا ہے اور مین ثمن وصول کر چکا ہون تو شفیع کو ہزار روپیہ زر ثمن دینا پڑینگے اسلیے کہ جسوقت اوس نے اولا اپنی زبان سے فروخت کرنے کا لفظ کہا تو حق شفعہ اوسکے ساتھ متعلق ہوگیا اور اوسکے بعد یہ کہکر کہ مین ثمن کو وصول کر چکا ہون اپنے ذمہ سے حق شفعہ کا ساقط کرنا چاہتا ہے لہذا اوسکا یہ قول معتبر نہوگا اور اگر یہ بات کہی کہ ثمن مین وصول کر چکا اور ثمن ہزار روپیہ تھا تو اوسکے قول کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسلیے کہ جب اوسنے اولا ثمن کے وصول کرنے کا اقرار کر لیا تو اب اوس سے کچھ واسطہ نہ رہا اور مقدار ثمن مین اوسکا قول معتبر نہوگا۔

فصل فيما يوخذ به المشفوع

مکان مشفوعہ کے ثمن کا بیان

(٥٧) قال واذا حط البائع عن المشترى بعض الثمن يسقط ذلك عن الشفيع وان حط جميع الثمن

(٥٧) اگر بائع نے مشتری کے حق مین ثمن کے اندر کچھ کمی کر دی تو اوسیقدر شفیع کے حق مین بھی ثمن کم ہوجائیگا اور اگر بائع نے کل ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع کے ذمہ سے ساقط

لم یسقط عن الشفیع لان حط البعض یلتحق باصل العقد فیظهر فی حق الشفیع لان الثمن ما بقی وکذا اذا حط بعد ما اخذها الشفیع بالثمن یحط عن الشفیع حتی یرجع علیه بذلك القدر۔

نہوگا اسلیے کہ کم کرنے مین وہ کمی اصل بیع کے اندر داخل ہو جاتی ہو لہذا شفیع کے حق مین بھی وہ کمی ظاہر ہوگی اسلیے کہ کم کرنے کے بعد جسقدر باقی رہا ہو وہی ثمن سمجھا جائیگا اور اگر شفیع نے اصل ثمن دیکر مکان کو لے لیا تھا بعدازان بائع نے مشتری کے حق مین ثمن کو کم کردیا اوسوقت بھی شفیع کے حق مین کمی ہو جائیگی اور اوسیقدر واپس لیگا۔

(۵۸) بخلاف حط الکل لانه لا یلتحق باصل العقد بحال وقد بیناه فی البیوع۔

(۵۸) اگر بائع نے کل ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو اصل بیع کے اندر یہ ثمن نہین ساقط ہو سکتا اسلیے کہ بغیر ثمن کے بیع نہین ہوسکتی کتاب البیوع مین ہم اسکو بیان کرچکے ہین۔

(۵۹) وان زاد المشتری للبائع لم تلزم الزیادة فی حق الشفیع لان فی اعتبار الزیادة ضررا بالشفیع لاستحقاقه الاخذ بما دونها بخلاف الحط لان فیه منفعة له۔

(۵۹) اگر مشتری نے بائع کے لیے خریدنے کے بعد کچھ ثمن زیادہ کردیا تو یہ زیادتی شفیع کے اوپر لازم نہوگی سواسلیے کہ اوس مین شفیع کا ضرر ہے بخلاف کمی کے کہ اوس کے اعتبار کرنے مین شفیع کا نفع ہے۔

(۶۰) ونظیر الزیادة اذا جدد العقد باکثر من الثمن الاول لم یلزم الشفیع حتی کان له ان یاخذها بالثمن الاول لما بینا کذا هذا۔

(۶۰) اگر مشتری نے مکان کو خرید کر پھر ثمن زیادہ کرکے ازسرنو عقد جدید سے اوسکو خرید لیا تو شفیع کو یہ زیادتی لازم نہوگی بلکہ پہلا ثمن اوسکو دینا پڑے گا چنانچہ اسکے مثل ہم بیان کرچکے ہین۔

(۶۱) قال ومن اشتری دارا بعرض اخذها الشفیع بقیمته لانه من ذوات القیم وان اشتراها بمکیل او موزون اخذها بمثله لانهما من ذوات الامثال وهذا لان الشرع اثبت للشفیع ولایة التملك علی المشتری بمثل ما تملکه فیراعی بالقدر الممکن کما فی الاتلاف والعددی المتقارب

(۶۱) اگر ایک شخص نے عروض مین سے یعنے جو چیزین ذوات القیم ہین اور ناپ تول یا گنتی سے فروخت نہین ہوتی ہین بعوض کسی چیز کے ایک مکان خریدا تو شفیع کو بعوض اوس مکان کے اوس چیز کے قیمت ادا کرنے پڑیگی اور اگر کسی ایسی چیز سے خریدا جو ناپ تول یا گنتی کے حساب سے فروخت ہوتی ہو تو اوسکا مثل دینا پڑے گا اسلیے کہ وہ ذوات الامثال میں سے ہے اسلیے کہ شارع نے شفیع کو اسبات کا اختیار ثابت کیا ہے کہ جس ثمن سے مشتری اوس مکان کا مالک ہوا ہو اوسی ثمن کے

من ذوات الامثال۔

(٦٢) وان باع عقارا بعقار اخذ الشفيع كل واحد منهما بقيمة الآخر لانه بدله وهو من ذوات القيم فياخذه بقيمته۔

(٦٣) قال واذا باع بثمن مؤجل فللشفيع الخيار ان شاء اخذها بثمن حال وان شاء صبر حتى ينقضي الاجل ثم ياخذها وليس له ان ياخذها في الحال بثمن مؤجل۔

(٦٤) وقال زفر له ذلك وهو قول الشافعي في القديم لان كونه مؤجلا وصف في الثمن كالزيافة والاخذ بالشفعة به فياخذه باصله ووصفه كما في الزيوف ولنا ان الاجل انما يثبت بالشرط ولا شرط فيما بين الشفيع والبائع او المبتاع وليس الرضاء به في حق المشتري رضاء به في حق الشفيع لتفاوت الناس في الملاءة وليس الاجل وصف الثمن لانه حق المشتري ولو كان وصفا له لتبعه فيكون حقا للبائع كالثمن وصار كما اذا اشترى شيئا بثمن مؤجل ثم ولاه غيره لا يثبت الاجل الا بالذكر كذا هذا۔

(٦٥) ثم ان اخذها بثمن حال من

مثل سے وہ بھی مالک ہو جائے لہذا حتی الامکان اسکی مثلیت کا

(٦٢) اگر ایک مکان کو بعوض ایک مکان کے فروخت کیا تو ہر ایک مکان کا شفیع دوسرے مکان کی قیمت دیکر اپنے شفعہ کے مکان کو لے سکتا ہے اسلیئے کہ ہر ایک مکان دوسرے مکان کا بدلہ ہے اور مکان ذوات القیم میں سے ہے لہذا اوسکی قیمت دینا پڑیگی۔

(٦٣) اگر ایک شخص نے قرض کے طور پر ایک مکان فروخت کیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ خواہ فی الحال ثمن دیکر اوس مکان کو لیلے خواہ قرض کی مدت پوری ہونے کا منتظر رہے جب مدت پوری ہو جائے تو اوسوقت ثمن دیکر لے لے یہ اختیار نہ ہوگا کہ اوسی وقت لیکر ثمن کو اوس مدت کے بعد ادا کرے۔

(٦٤) امام زفر رح صورت مذکورہ بالا میں فرماتے ہیں کہ اسکو یہ اختیار ہوگا کہ مکان کو اوسی وقت لیکر قیمت مدت گذرنے کے بعد ادا کرے اور شافعی رح کا قول قدیم بھی یہی ہے اسواسطے کہ ثمن کا مؤجل ہونا بھی ثمن کا ایک وصف ہے جسطرح کھوٹا ہونا ایک وصف ہے اور شفعہ کے اندر شفیع پر وہی ثمن لازم ہوتا ہے جسکے ساتھ بیع قرار پائی ہے لہذا اس وصف کا شفیع کے اعتبار سے بھی لحاظ کیا جائیگا جسطرح کھوٹے روپیہ کی صورت میں کھوٹے روپے شفیع پر لازم ہوتے ہیں حنفیہ رح کی دلیل یہ ہے کہ ثمن کا قرض کرنا شرط لگانے سے ثابت ہوتا ہے اور شفیع اور بائع یا مشتری کے مابین یہ شرط نہیں ہوئی ہے اور بائع کا مشتری سے قرض دینے پر راضی ہونا شفیع کے حق میں راضی ہونا نہ سمجھا جائیگا اسلیئے کہ لوگ مالدار ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں اور قرض دینا ثمن کا کوئی وصف نہیں ہے اسلیئے کہ وہ مشتری کا حق ہے اگر ثمن کا وصف ہوتا تو ثمن کے ساتھ رہتا اسواسطے کہ جس چیز کا وصف ہوتا ہے اس چیز کے ساتھ رہتا ہے اور ثمن بائع کا حق ہے تو لازم تھا کہ قرض بھی

(٦٥) اگر ایک شخص نے کسی کے ہاتھ قرض کے طور پر ایک مکان فروخت کیا

البائع سقط الثمن عن المشتری لما بینا من قبل وان اخذها من المشتری رجع البائع علی المشتری بثمن موجل کما کان لان الشرط الذی جری بینهما لم یبطل باخذ الشفیع فبقی موجبه فصار کما اذا باعه بثمن حال وقد اشتراه مؤجلا وان اختار الانتظار له ذلک لان له ان لا یلتزم زیادة الضرر من حیث النقدیة۔

اور شفیع نے اوسیوقت ثمن ادا کر کے وہ مکان لیلیا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہو جائیگا اسلیے کہ مشتری کے حق مین یہ بیع منسخ ہو جائیگی اور شفیع مشتری کے قائم مقام ہو جائیگا اور اگر شفیع نے مشتری کے پاس سے وہ مکان لیا ہے تو بدستور سابق مشتری کے اوپر بائع کا ثمن قرض رہیگا اسلیے کہ بائع اور مشتری کے درمیان جو شرط قرار پائی ہو شفیع کے لینے سے اوس میں کچھ تغیر نہین ہوا لهذا اسکا حکم برقرار رہیگا اسطرح کہ کوئی شخص ثمن مؤجل کے ساتھ ایک چیز کو خرید کر دوسرے کے ہاتھ نقد داموں سے فروخت کرڈالے تو بائع دوم کو بائع اول کے لیے نقد دام نہین دینے پڑتے بلکہ اوسکا ثمن مؤجل ہی بدستور سابق لازم ہوتا ہی۔ اور اگر صورت مذکورہ مین شفیع اوس مدت معینہ تک انتظار کرنا چاہتا ہو تو بھی ہو سکتا ہی اسلیے کہ نقد دام دینے مین زیادہ ضرر ہو گا اور اوسکو استحقاق ہو کہ اپنے اوپر گوارا نہ کرے۔

۶۵، وقوله فی الکتاب وان شاء صبر حتی ینقضی الاجل مراده الصبر عن الاخذ اما الطلب علیه فی الحال حتی لو سکت عنه بطلت شفعته عند ابی حنیفة ومحمد رح خلافا لقول ابی یوسف الاخر لان حق الشفعة انما یثبت بالبیع والاخذ یتراخی عن الطلب وهو متمکن من الاخذ فی الحال بان یودی الثمن حالا فیشترط الطلب عند العلم بالبیع۔

۶۵، قدوری مین جو بیان کیا ہو کہ مکان کچھ قرض کے طور پر فروخت ہو گی تو تین شفیع کو مدت قرض تک انتظار کرنے کا اختیار رہتا ہو اوس سے یہ مقصود ہو کہ مکان کے لینے مین وہ اس مدت تک صبر کر سکتا ہو طلب شفعہ مین انتظار کرنا مقصود نہین ہو بلکہ طلب شفعہ اسکو فی الحال کرنا چاہیے حتے کہ اگر طلب شفعہ سے اوس نے سکوت کیا تو ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا مگر ابو یوسف رح کا قول اخیر اس کے خلاف ہو اور ان دونوں کی دلیل یہ ہو کہ حق شفعہ کا ثبوت بیع سبب سے ہوتا ہو اور طلب کے بعد مکان کو لے سکتا ہے اور یہان شفیع کو فی الحال ثمن دیکر اوسیوقت مکان کے لینے کا اختیار ہوتا ہے لهذا اسلم بالبیع کے ساتھ طلب شفعہ کا پایا جانا ضروری ہے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

۶۶، قال واذا اشتری ذمی بخمر او خنزیر وشفیعها ذمی اخذها بمثل الخمر وقیمة الخنزیر لان هذا البیع مقضی بالصحة فیما بینهم

۶۶، اگر ایک ذمی نے بعوض شراب یا خنزیر کے کوئی مکان فروخت کیا اور اوس مکان کا شفیع بھی ایک ذمی شخص ہو تو اس شفیع کو مکان کے لینے مین شراب کی جگہ شراب اور خنزیر کی جگہ خنزیر کی قیمت دینا پڑیگی اسلیے کہ ذمیون کے مابین یہ بیع صحیح ہو گی اور حق شفعہ مین ذمی اور مسلمان

وحق الشفعة يعم المسلم والذمي والخمر لهم كالخل لنا والخنزير كالشاة فيأخذ في الاول بالمثل والثاني بالقيمة۔

بابحرین ان کے نزدیک شراب ایسی ہے جیسے ہمارے نزدیک سرکہ اور خنزیر ایسا ہے جیسے ہمارے نزدیک بکری لہذا شراب کے بدلہ شراب اور خنزیر کے بدلہ اسکی قیمت کا دینا لازم ہوگا۔

(٦٨) قال وان كان شفيعها مسلما اخذها بقيمة الخمر والخنزير اما الخنزير فظاهر وكذا الخمر لامتناع التسليم والتسلم في حق المسلم فالتحق بغير المثلي وان كان شفيعها مسلما وذميا اخذ المسلم نصفها بنصف قيمة الخمر والذمي نصفها بنصف مثل الخمر اعتبارا للبعض بالكل ولو اسلم الذمي اخذها بنصف قيمة الخمر لعجزه عن تمليك الخمر وبالاسلام يتأكد حقه لا ان يبطل فصار كما اذا اشتراها بكر من رطب فحضر الشفيع بعد انقطاعه يأخذها بقيمة الرطب كذا هذا۔

(٦٨) اگر ایک ذمی نے بعوض شراب یا خنزیر کے ایک مکان خریدا اور اسکا شفیع کوئی مسلمان شخص ہے تو اس شفیع پر شراب اور خنزیر کی قیمت لازم ہوگی خنزیر کی قیمت کا لازم ہونا تو ظاہر ہی ہے اسواسطے کہ خنزیر ذوات القیم میں سے ہے اور شراب کی قیمت اسواسطے دینا پڑیگی کہ مسلمان کے حق میں شراب کا لین دین ممنوع ہے لہذا مسلمان کے حق میں شراب ذوات الامثال میں سے شمار نہ کیجائیگی اور اگر اس مکان میں دو شخص شفیع ہیں جنمیں ایک مسلمان اور ایک ذمی ہے تو مسلمان کو نصف مکان کے بدلہ میں شراب کی نصف قیمت اور ذمی کو نصف مکان کے بدلہ میں نصف شراب کے بدلہ شراب دینا پڑیگی الغرض جس امر کا کل میں لحاظ کیا جائیگا اسکے اجزاء میں بھی لحاظ کیا جائیگا۔ اور اگر وہ شفیع ذمی مسلمان ہوگیا تو اسکو بھی شراب کی نصف قیمت دینا پڑیگی اسلیے کہ مسلمان ہوجانیکی وجہ سے وہ شراب نہیں دے سکتا ہے اور مسلمان ہوجانے سے اوسکا شفعہ باطل نہ ہوگا بلکہ اسکا حق مؤکد ہوجائیگا اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بعوض کئی من تازہ چھواروں کے ایک مکان خریدے اور جب انکی فصل جاتی رہی اور بازار میں انکا آنا بند ہوجائے تو شفیع حاضر ہوکر اپنے شفعہ کا دعوی کرے تو اس شفیع کو چھواروں کی قیمت دینا پڑتی ہے اسواسطے کہ اب وہ تازہ چھوارے نہیں دے سکتا ہے اسیطرح مسلمان کے حق میں شراب کا حال ہے گرچہ شراب اور چھوارے ذوات الامثال میں سے ہیں۔

فصل

(٦٩) قال واذا بنى المشتري فيها او غرس ثم قضي للشفيع بالشفعة فهو بالخيار ان شاء اخذها بالثمن وقيمة البناء والغرس وان شاء كلف المشتري قلعه۔

(٦٩) اگر مشتری نے زمین کے اندر کچھ عمارت بنالی یا درخت لگالیے تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ مکان کو مع عمارت اور درختوں کے لے لے اور مکان کا ثمن اور عمارت و درختوں کی قیمت ادا کردے خواہ مشتری سے کہے کہ یہ عمارت اور درخت اوکھاڑ لے اور زمین کو خالی کردے۔

(٧٠) وعن ابي يوسف انه لا يجب القلع ويخير بين ان يأخذ بالثمن

(٧٠) ابو یوسف رح فرماتے ہیں صورت مذکورہ بالا میں شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ مشتری سے زمین کو خالی کراکر لیلے بلکہ اوسکو صرف یہ اختیار ہوگا

وقيمة البناء والغرس وبين ان
يترك وبه قال الشافعي رح الا ان
عنده له ان يقلع ويعطي قيمة البناء
لابي يوسف انه محق في البناء لانه
بناه على ان الدار ملكه والتكليف
بالقلع من احكام العدوان وصار
كالموهوب له والمشتري شراءً فاسدًا
وكما اذا زرع المشتري فانه
لا يكلف القلع وهذا لان في ايجاب
الاخذ بالقيمة دفع اعلى الضررين
بتحمل الادنى فيصار اليه ووجه ظاهر
الرواية انه بنى في محل تعلق به حق
متاكد للغير من غير تسليط من
جهة من له الحق فينقض كالراهن
اذا بنى في المرهون وهذا لان حقه
اقوى من حق المشتري لانه يتقدم
عليه ولهذا ينقض بيعه وهبته
وغيره من تصرفاته بخلاف
الهبة والشراء الفاسد عند
ابي حنيفة رح لانه حصل بتسليط
من جهة من له الحق ولان حق
الاسترداد فيهما ضعيف ولهذا
لا يبقى بعد البناء وهذا الحق يبقى
فلا معنى لايجاب القيمة كما في
الاستحقاق والزرع يقلع قياسا

کہ زمین کو مع عمارت وغیرہ کے لیلے اور زمین کا ثمن اور عمارت وغیرہ کی قیمت
مشتری کو ادا کردے یا بالکل شفعہ سے دست بردار ہو جائے اسواسطے کہ
مشتری نے یہ عمارت بیجا نہیں بنائی ہے بلکہ اسکو بنانے کا حق تھا اسواسطے
کہ وہ زمین اوسکی مملوک ہے اور اوسکو اوکھاڑنے کا حکم دینا ظلم ہے اور اوسکی
مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کسی کو ایک زمین ہبہ کردے اور موہوب لہ جسکو
زمین ہبہ کی ہے اوس زمین میں کچھ عمارت بنالے تو ہبہ کرنے والے کو اسبات کا
حق نہیں ہوتا کہ اوس سے زمین کو خالی کراکر واپس کرے یا کوئی شخص بیع فاسد سے
ایک زمین خرید کر اوس میں کچھ عمارت بنالے تو بائع کو اختیار نہیں ہوتا کہ اوس
زمین کو خالی کراکے واپس کرے یا مشتری زمین کے اندر کھیت بو دے تو شفیع کو
کھیتی کے کٹنے تک انتظار کرنا پڑتا ہے اوسکو اوکھاڑ نہیں سکتا۔ اور اوسکی
وجہ یہ ہے کہ اگر مشتری کو اوکھاڑنے کا حکم دیا جائے تو مشتری کا ضرر بہت زیادہ
ہے اور اگر شفیع قیمت ادا کرکے اوسکو لے لے تو چندان ضرر نہیں ہے۔ اور ظاہر
روایت یعنے شفیع کو زمین کے خالی کرانے کا اختیار حاصل ہونے کی وجہ یہ ہے
کہ مشتری کا عمارت بنانا اوس زمین میں بیجا ہے اسواسطے کہ اوس زمین میں
شفیع کا حق ثابت ہو رہا ہے اور شفیع نے اوسکو عمارت بنانے کا اختیار نہیں
دیا ہے لہذا اوسکا تصرف باطل ہوگا جسطرح راہن زمین مرہونہ میں عمارت بنالے
تو مالک کو عمارت کے گرانے کا استحقاق ہوتا ہے اور اوسکا منشا یہ ہے کہ شفیع کا حق
مشتری کے حق پر مرجح ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق اوسپر مقدم ہوتا ہے اور لہذا
مشتری کی بیع اور ہبہ وعلیٰ ہذا القیاس تمام تصرفات باطل ہو جاتے ہیں بخلاف
ہبہ کے اور نیز ابو حنیفہ رح کے نزدیک بیع فاسد کے اندر تصرف کے باطل ہونیکے
اور وجہ ہے وہ یہ ہے کہ ہبہ اور بیع فاسد میں موہوب لہ اور مشتری کا یہ تصرف
واہب اور بائع کے اختیار دینے سے ہوا ہے علاوہ برین ان دونوں میں واپس
لینے کا حق ضعیف ہے اور لہذا تصرف کرنے کے بعد واپس لینے کا حق جاتا رہتا ہے
اور شفعہ کا حق مشتری کے تصرف کرنے سے نہیں جاتا اور جب ثابت ہوگیا کہ شفیع کو
مشتری کے عمارت کے منہدم کرانے کا اختیار ہے تو پھر اوسپر قیمت کیونکر واجب ہوگی

وانما لا يقلع استحسانا لان له نهاية معلومة ويبقى بالاجر وليس فيه كثير ضرر وان اخذه بالقيمة يعتبر قيمته مقلوعا كما بيناه في الغصب۔

(۷۱) ولو اخذها الشفيع فبنى فيها او غرس ثم استحقت رجع بالثمن لانه تبين انه اخذه بغير حق ولا يرجع بقيمة البناء والغرس لا على البائع ان اخذها منه ولا على المشتري ان اخذها منه وعن ابي يوسف انه يرجع لانه متملك عليه فنزلا منزلة البائع والمشتري والفرق على ما هو المشهور ان المشتري مغرور من جهة البائع ومسلط عليه من جهته ولا غرور ولا تسليط في حق الشفيع من المشتري لانه مجبور عليه۔

(۷۲) قال واذا انهدمت الدار او احترق بناؤها او جف شجر البستان بغير فعل احد فالشفيع بالخيار ان شاء اخذها بجميع الثمن لان البناء والغرس تابع حتى دخلا في البيع من غير ذكر فلا يقابلهما شيء من الثمن ما لم

جسطرح مشتری زمین مین کچھ عمارت بنالے بعد ازان زمین مین کسی کا حق برآمد ہو تو اوس عقد سے مشتری عمارت کی قیمت نہین لے سکتا بلکہ بائع سے مطالبہ کرتا ہو باقی رہا کھیتی پر قیاس کرنا اوسکا جواب یہ ہو کہ قیاس کا یہی مقتضا ہو کہ شفیع کو اوسکے اوکھاڑنے کا اختیار دیا جائے مگر استحسان کے طور پر اسکے کاٹنے یا نکالنے کا حکم دیا گیا ہو اسواسطے کہ کھیتی کی مدت مقرر ہوتی ہی اوراسکا کرایہ بھی مشتری سے لیا جاتا ہے

(۷۱) اگر شفیع نے حق شفعہ مین ایک زمین کو لیکر اوسمین کچھ عمارت بنالی یا درخت لگالیے بعد ازان اوس زمین مین کسی کا حق برآمد ہوا تو یہ شفیع ثمن کو واپس کریگا اسلیے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ زمین ناحق لی تھی اور اوس عمارت یا درختون کی قیمت کا کسی سے مطالبہ نکریگا اگر بائع سے زمین کو لیا تھا تو بائع سے مطالبہ نہین کرسکتا اور اگر مشتری سے لیا ہے تو مشتری سے مطالبہ نہین کرسکتا۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ عمارت اور درختون کی قیمت کا مطالبہ کرسکتا ہو اسواسطے کہ شفیع نے جس شخص سے مکان کو لیا ہو وہ بمنزلہ بائع کے ہو اور شفیع بمنزلہ مشتری کے ہو اور روایت مشہورہ کے مطابق دونون مین یہ فرق ہے کہ مشتری کو بائع کی طرف سے فریب کا احتمال اور تسلط حاصل ہوتا ہو اور شفیع کو مشتری یا بائع کی طرف سے تسلط یا فریب نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ جبراً مالک بنجاتا ہو لہذا عمارت وغیرہ کی قیمت کا مشتری مطالبہ کرسکتا ہے اور شفیع نہین کرسکتا۔

(۷۲) اگر ایک شخص نے کوئی مکان یا باغ خریدا اور خود بخود مکان کی عمارت منہدم ہوگئی یا اوسمین آگ لگ گئی اور باغ کے درخت خشک ہوگئے تو شفیع کو اختیار ہو کہ اپنے شفعہ سے یا تو دست بردار ہوجائے اسلیے کہ شفیع لینے مین مجبور نہین ہوسکتا یا کل ثمن دیکر اوس مکان کو لیلے اسواسطے کہ عمارت اور درخت زمین کے تابع ہوتے ہین اسی لیے بغیر ٹھہرائے عمارت اور درخت زمین کی بیع مین داخل ہوجاتی ہین لہذا جبتک وہ مقصود بالذات چیزنہون اوسوقت تک ثمن کا کوئی حصہ انکے مقابل نہ سمجھا جائیگا اسواسطے

يصير مقصودا ولهذا يبيعهما مرابحة بكل الثمن فی هذه الصورة بخلاف ما اذا غرق نصف الارض حيث ياخذ الباقی بحصته لان الفائت بعض الاصل **قال** وان شاء ترك لان له ان يمتنع عن تملك الملك بماله۔

اس صورت مین مشتری اس زمین کو نفع ظاہر کر کے بابت عمارت وغیرہ کے بغیر ذکر کیے شرعاً فروخت کر سکتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اس زمین کا ایک حصہ دریا برد ہو جائے کہ شفیع باقی زمین کو اوسکے قدر ثمن ادا کر کے لے سکتا ہے اسواسطے کہ یہان اصل مبیع کا ایک حصہ فوت ہو گیا ہے

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۷۳) **قال** وان نقض المشتری البناء قيل للشفيع ان شئت فخذ العرصة بحصتها وان شئت فدع لانه صار مقصودا بالاتلاف فيقابله شیء من الثمن بخلاف الاول لان الهلاك بآفة سماوية وليس للشفيع ان ياخذ النقض لانه صار مفصولا فلم يبق تبعا۔

(۷۳) اگر مشتری نے مکان کی عمارت کو خود اوکھاڑ ڈالا تو شفیع سے کہا جائیگا اگر تجکو منظور ہو تو اس اراضی کے قدر ثمن دیکر اراضی کو لیلے ورنہ شفعہ سے دست بردار ہو جا اس لیے کہ منہدم کرنے سے عمارت مقصود بالذات چیز ہو گئی لہذا ثمن اوسپر تقسیم کیا جائے گا بخلاف اوس صورت کے کہ عمارت خود بخود منہدم ہو جائے اور اوس عمارت کی اینٹ پتھر وغیرہ شفیع نہین لے سکتا ہے اسواسطے کہ اونکو زمین سے کچھ علاقہ نہین رہا بلکہ وہ جداگانہ چیز ہو گئی۔

(۷۴) **قال** ومن ابتاع ارضا وعلى نخلها ثمر اخذها الشفيع بثمرها ومعناه اذا ذكر الثمر فی البيع لانه لا يدخل من غير ذكر وهذا الذی ذكره استحسان وفی القياس لا ياخذه لانه ليس بتبع الا يرى انه لا يدخل فی البيع من غير ذكر فاشبه المتاع فی الدار وجه الاستحسان انه باعتبار الاتصال صار تبعا للعقار كالبناء فی الدار

(۷۴) اگر ایک شخص نے ایک باغ مع پھل کے خریدا یعنی بیع کے اندر پھل بھی ٹھیرالیا جو درختون کے اوپر ہے اسواسطے کہ باغ کی بیع مین بغیر ٹھیرائے پھل نہین داخل ہوتا تو شفیع کو یہ باغ مع پھل کے ملجائیگا مگر یہ حکم استحسان کے طور پر ہے اسواسطے کہ ازروی قیاس شفیع کو یہ پھل نہین ملنا چاہیے کیونکہ وہ توابع مین سے نہین ہے اسیواسطے بغیر ٹھیرائے زمین کے بیع مین درختون کا پھل داخل نہین ہوتا اور اوسکو اسباب کا حکم ہے۔ استحسان کی یہ وجہ ہے کہ اتصال خلقی کے اعتبار سے پھل زمین کے تابع ہین جس طرح عمارت اور وہ چیزین جو عمارت کے اندر نصب ہین زمین کے تابع سمجھی جاتی ہین لہذا

وما كان مركبا فيه فياخذه الشفيع۔

شفیع کے پھل کے لینے کا حکم دیا گیا

\+ + + + + +

(۷۵) قال وكذلك ان ابتاعها وليس فى النخيل ثمر فاثمر فى يد المشترى يعنى يأخذه الشفيع لانه مبيع تبعا لان البيع سرى اليه على ما عرف فى ولد المبيعة۔

(۷۵) اگر ایک زمین خریدی اور اوسکے درختوں پر خریدتے وقت پھل نہیں تھا مگر مشتری کے پاس اگر درختوں پر پھل آگیا تو شفیع کو زمین کے ساتھ وہ پھل بھی ملجائیگا اسواسطے کہ بالتبع پھل بھی بیع کے اندر داخل ہے اور بیع کا اثر اوسکے اندر بھی پہنچ گیا ہے اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک حاملہ لونڈی کو خریدے اور مشتری کے پاس آکر اسکے بچہ پیدا ہو تو وہ مشتری کی ملک ہوگا

(۷۶) قال فان جذه المشترى ثم جاء الشفيع لا ياخذ الثمر فى الفصلين جميعا لانه لم يبق تبعا للعقار وقت الاخذ حيث صار مفصولا عنه فلا ياخذه۔

(۷۶) اگر مشتری نے زمین کو خرید کر اوسکے درختوں کا پھل توڑ لیا بعد ازاں شفیع حاضر ہوا تو وہ پھل کو نہیں لے سکتا خواہ خریدتے وقت درختوں پر پھل موجود ہو خواہ مشتری کے پاس آکر اوسپر پھل آیا ہو اسواسطے کہ اب وہ پھل زمین کا تابع نہیں رہا بلکہ جداگانہ ایک چیز ہوگیا لہذا اوسکو نہیں لے سکتا ہے۔

(۷۷) قال فى الكتاب فان جذه المشترى سقط عن الشفيع حصته قال رضى الله عنه وهذا جواب الفصل الاول لانه دخل فى البيع مقصودا فيقابله شئ من الثمن اما فى الفصل الثانى ياخذ ما سوى الثمر بجميع الثمن لان الثمر لم يكن موجودا عند العقد فلا يكون مبيعا الا تبعا فلا يقابله شئ من الثمن والله اعلم۔

(۷۷) قدوری میں بیان کیا ہے اگر مشتری نے پھل کو توڑ لیا تو پھل کی قدر شفیع کے ذمہ سے ثمن میں کمی کردیجائیگی مصنف رح کا قول ہے کہ یہ اوس صورت میں ہے جبکہ خریدتے وقت درختوں پر پھل موجود ہو اسواسطے کہ اوسوقت میں پھل بیع کے اندر مقصود بالذات ہوگا اور ثمن اوسکے اوپر تقسیم ہوجائیگا اور اگر پھل اوسوقت درختوں پر نہیں تھا بلکہ مشتری کے پاس آکر پھل آیا تو وہ بیع کے اندر بالذات داخل نہوگا بلکہ بالتبع داخل ہوگا اور ثمن کا کوئی حصہ اوسکے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب ما تجب فيه الشفعة وما لا تجب

اس بات کا بیان کہ کس چیز میں شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کس چیز میں نہیں ثابت ہوتا

(۷۸) قال الشفعة واجبة فی العقار وان کان مما لا یقسم۔

(۷۸) شفعہ غیر منقول چیز مین ثابت ہوتا ہو اگرچہ اوسکی تقسیم نہو سکے۔

(۷۹) وقال الشافعی رح لا شفعة فیما لا یقسم لان الشفعة انما وجبت دفعا لمؤنة القسمة وهذا لا یتحقق فیما لا یقسم ولنا قوله علیه السلام الشفعة فی کل شیء عقار او ربع الی غیر ذلك من العمومات ولان الشفعة سببها الاتصال فی الملك والحکمة دفع ضرر سوء الجوار علی ما مر وانه ینتظم القسمین ما یقسم وما لا یقسم وهو الحمام والرحی والبیر والطریق۔

(۷۹) امام شافعی رح کے نزدیک جن غیر منقولات کی تقسیم نہین ہو سکتی اونمین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ انکے نزدیک شفعہ اسلیے مقرر کیا گیا ہو کہ تقسیم کرنے کی دقت نہ کرنی پڑے اور جو چیزین خود قابل تقسیم نہین ہو اونمین یہ دقت ہی نہین لازم آسکتی تاکہ شفعہ مقرر کیا جائے۔ حنفیہ کی دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ ہر چیز مین ہے خواہ زمین ہو یا مکان ہو وعلے ہذا القیاس اور بہت سی احادیث ہین جن سے عام طور پر تمام غیر منقولات مین شفعہ کا ہونا ثابت ہوتا ہو علاوہ برین شفعہ کا سبب اتصال ملکیت ہو اور اوسکے اندر حکمت یہ ہو کہ لوگون کو جوار کے ضرر سے امن رہے اور یہ بات تمام غیر منقولات کو شامل ہے خواہ وہ تقسیم کے قابل ہون یا نہون جیسے حمام پنچکی کنوان راستہ۔

(۸۰) قال ولا شفعة فی العروض والسفن لقوله علیه السلام لا شفعة الا فی ربع او حائط وهو حجة علی مالك رح فی ایجابها فی السفن ولان الشفعة انما وجبت لدفع ضرر سوء الجوار علی الدوام والملك فی المنقول لا یدوم حسب دوامه فی العقار فلا یلحق به۔

(۸۰) منقولات چیزون مین اور کشتی مین شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بجز مکان یا باغ کے کسی چیز مین شفعہ نہین ہے۔ اور امام مالک رح کے نزدیک کشتی مین شفعہ ثابت ہوتا ہے مگر یہ حدیث اونکے اوپر حجت ہے اور منقولات مین شفعہ ثابت نہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ شفعہ ضرر جوار کے دور کرنے کے لیے مقرر ہوا ہو اور منقولات مین ہمیشہ کے لیئے ملکیت نہین ہوتی جسطرح غیر منقولات مین ہوتی ہے لہذا غیر منقولات کا حکم اونکو نہین دے سکتے۔

(۸۱) وفی بعض نسخ المختصر ولا شفعة فی البناء والنخل اذا بیعت دون العرصة وهو صحیح

(۸۱) قدوری کے بعض نسخون مین لکھا ہو کہ اگر عمارت یا درخت بغیر زمین کے فروخت ہون تو انمین شفعہ ثابت نہوگا اور یہ قول صحیح ہو چنانچہ مبسوط مین بھی اسکو بیان کیا ہو اسواسطے

مذكور في الاصل لانه لا قرار له فكان نقليا وهذا بخلاف العلو حيث يستحق بالشفعة ويستحق به الشفعة في السفل اذا لم يكن طريق العلو فيه لانه بما له من حق القرار التحق بالعقار۔

کہ عمارت اور درختوں کو زمین کے بغیر قیام نہیں ہو سکتا لہذا وہ منقولات میں داخل ہیں بخلاف بالاخانہ کے کہ اگر اوسکا راستہ نیچے کے مکان میں کو ہو کر نہ ہو اوس وقت بھی جوار کی وجہ سے نیچے والے کو بالاخانہ میں اور بالاخانہ والے کو نیچے کے مکان میں حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ بالاخانہ کو ہمیشہ کے لیے نیچے کے مکان پر قائم رہنے کا حق ہے لہذا اوسکو غیر منقول کا حکم دیا گیا

۸۲، قال والمسلم والذمى في الشفعة سواء للعمومات ولانهما يستويان في السبب والحكمة فيستويان في الاستحقاق ولهذا يستوي فيه الذكر والانثى والصغير والكبير والباغي والعادل والحر والعبد اذا كان ماذونا او مكاتبا۔

۸۲، شفعہ کے اندر مسلمان اور ذمی سب برابر ہیں اسواسطے کہ جن نصوص سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اون میں کسی کی تخصیص کا بیان نہیں ہے بلکہ وہ عام ہیں علاوہ برین شفعہ کا جو سبب ہے اور اسکے مقرر کرنے میں جو حکمت ہے اوسمین بھی مسلمان اور ذمی برابر ہیں لہذا استحقاق میں بھی برابر ہونگے اسیواسطے مرد اور عورت بالغ اور نابالغ باغی اور اہل حق حر اور غلام بشرطیکہ ماذون یا مکاتب ہو سب برابر ہوتے ہیں۔

۸۳، قال واذا ملك العقار بعوض هو مال وجبت فيه الشفعة لانه امكن مراعاة شرط الشرع فيه وهو التملك بمثل ما تملك به المشتري صورة او قيمة على مامر۔

۸۳ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی اراضی یا مکان کا بعوض کسی قسم کے مال کے مالک ہو تو اوسمین شفیع کا شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اسلیے کہ جب بعوض کسی قسم کے مال کے مالک ہوا ہے تو شفعہ کے معنے اوس جگہ پائے جا سکتے ہیں یعنے شفیع اوس مال کا مثل ادا کر کے مبیع کو لے سکتا ہے خواہ صورۃً مثل ادا کرے خواہ قیمت کے اعتبار سے چنانچہ اسکی صورتیں مذکور ہو چکیں

۸۴، قال ولا شفعة في الدار التي يتزوج الرجل عليها او يخالع المرأة بها او يستاجر بها دارا او غيرها او يصالح بها عن دم عمدا و يعتق عليها عبدا لان الشفعة عندنا

۸۴، اگر بعوض ایک مکان کے کسی عورت سے نکاح کیا یا عورت نے بعوض ایک مکان کے خاوند سے خلع کیا یا ایک مکان غیرہ کو بعوض ایک مکان کے کچھ مدت کے لیے کرایہ پر لیا یا کسی نے دوسرے کو قصداً قتل کر ڈالا اور مقتول کے وارثوں نے قاتل سے ایک مکان لیکر راضی نامہ کر لیا یا ایک مکان کے عوض غلام کو آزاد کیا

انما تجب فى مبادلة المال بالمال لما بينا وهذه الاعواض ليست باموال فايجاب الشفعة فيها خلاف المشروع وقلب الموضوع۔

(۸۵) وعند الشافعى رح تجب فيها الشفعة لان هذه الاعواض متقومة عنده فامكن الاخذ بقيمتها ان تعذر بمثلها كما فى البيع بالعرض بخلاف الهبة لانه لا عوض فيها راسا وقوله يتاتى فيما اذا جعل شقصا من دار مهرا او ما يضاهيه لانه لا شفعة عنده الا فيه ونحن نقول ان تقوم منافع البضع فى النكاح وغيرها بعقد الاجارة ضرورى فلا يظهر فى حق الشفعة وكذا الدم والعتق غير متقوم لان القيمة ما يقوم مقام غيره فى المعنى الخاص المطلوب ولا يتحقق فيهما

(۸۶) وعلى هذا اذا تزوجها بغير مهر ثم فرض لها الدار مهرا لانه بمنزلة المفروض فى العقد فى كونه مقابلا بالبضع بخلاف ما اذا باعها بمهر المثل او بالمسمى لانه مبادلة مال بمال۔

(۸۷) ولو تزوجها على دار على

تو ان سب مکانات مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسلیے کہ حنفیہ کے نزدیک مبادلہ مال بمال کی صورت مین شفعہ ثابت ہوتا ہی ورنہ شفعہ کے معنے نہین پائے جا سکتے اور یہان تمام چیزین جنکے عوض مکان کو لیا ہی مال کے قبیلہ سے نہین ہین لہذا ان کے اندر شفعہ کا ثابت ہونا بیجا ہی۔

(۸۵) شافعی رح کے نزدیک صور مذکورہ بالا مین شفعہ ثابت ہوتا ہی اسلیے کہ انکے نزدیک ان سب چیزون کی قیمت ہی اور انکا مثل شفیع نہین ادا کر سکتا ہی لہذا انکی قیمت دیکر مکان کو لے سکتا ہی جیسے کوئی مکان بعوض غلام یا گھوڑے وغیرہ کے فروخت ہو تو شفیع کو گھوڑے وغیرہ کی قیمت ادا کرنا پڑیگی بخلاف ہبہ کے کہ اوسمین سرے سے عوض ہی نہین پایا جاتا مگر امام شافعی رح کے نزدیک ان صورتون کے اندر شفعہ صرف اوسیوقت ثابت ہو سکتا ہی کہ مکان کا ایک حصہ مہر وغیرہ قرار دیا جائے کہ اوس مکان کے شریک کو حق شفعہ ثابت ہو جائیگا ورنہ ثابت نہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک جار کو حق شفعہ نہین ہی حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب یہ ہی کہ شرمگاہ کے منافع وعلے ہذا القیاس عقد اجارہ کے اندر اور منافع کی قیمت لوگون کی ضرورت کا لحاظ فرما کر شارع نے مقرر کی ہی لہذا شفعہ کے اعتبار سے ان چیزون کی قیمت کا نہ لحاظ کیا جائیگا اسیطرح قتل کرنے اور آزاد کرنے کے اصل مین کچھ قیمت نہین ہی اسواسطے کہ قیمت اسکو کہتے مین جو دوسری چیز کے غرض خاص یعنے مالیت مین قائم مقام ہو سکے اور قتل کرنے یا آزاد کرنے کے اندر یہ

(۸۶) اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور نکاح کے وقت کچھ مہر نہین مقرر کیا مگر اسکے بعد ایک مکان اوسکا مہر مقرر کر دیا تو اس مکان مین بھی شفعہ نہوگا اسلیے کہ شرمگاہ کے عوض ہونے مین اس کا حکم ایسا ہی ہی جسطرح نکاح کے وقت مقرر کرنے مین ہوتا۔ بخلاف اوس صورت کے کہ بعوض مہر مثل یا مہر معین کے ایک مکان کو عورت کے ہاتھ فروخت کر دے کہ مبادلہ مالیہ کی وجہ سے اوسمین شفعہ ثابت ہو جائیگا۔

(۸۷) اگر ایک عورت سے بعوض ایک مکان کے بابن قرار داد

درایت کے نسخے مین نہین پایا جاتا

ان ترد عليه الفا فلا شفعة في جميع
الدار عند ابي حنيفة رح وقالا
تجب في حصة الالف لانه مبادلة
مالية في حقه وهو يقول معنى البيع
فيه تابع ولهذا ينعقد بلفظ النكاح
ولا يفسد بشرط النكاح فيه ولا
شفعة في الاصل فكذا في التبع
ولان الشفعة شرعت في المبادلة
المالية المقصودة حتى ان المضارب
اذا باع دارا وفيها ربح لا يستحق
رب المال الشفعة في حصة الربح
لكونه تابعا فيه۔

(۸۸) قال او يصالح عليها بانكار
فان صالح عليها باقرار وجبت
الشفعة قال رضي الله عنه هكذا
ذكر في اكثر نسخ المختصر والصحيح او يصالح
عنها بانكار مكان قوله عليها اذا صالح
عنها بانكار بقي الدار في يده فهو
يزعم انها لم تزل عن ملكه وكذا
اذا صالح عنها بسكوت لانه يحتمل
انه بذل المال افتداء ليمينه
وقطعا لشغب خصمه كما اذا انكر
صريحا بخلاف ما اذا صالح عنها
باقرار لانه معترف بالملك
للمدعي وانما استفاده بالصلح

نکاح کیا کہ وہ عورت ہزار روپیہ اسکو ادا کرے تو ابو حنیفہ رح کے نزدیک
اوس مکان میں بالکل شفعہ نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بقدر ہزار
روپیہ کے مکان کے ایک حصہ میں شفعہ ہوگا اسواسطے کہ اوس قدر
حصہ میں مبادلہ مالیہ پایا جاتا ہے امام صاحب رح کی طرف سے
یہ جواب ہے کہ بیع کے معنے اوس مکان میں بالتبع پائے جاتے ہیں۔
ولہذا نکاح کی لفظ سے اوسکی بیع ہو جاتی ہے اور نکاح کی شرط لگانے سے بیع
فاسد نہیں ہوتی اور اگر حقیقت میں بیع ہوتی تو ضرور فاسد ہو جاتی
اور نکاح کے اندر شفعہ نہیں ہوتا لہذا اس بیع میں بھی جو نکاح کے تابع ہے شفعہ نہوگا
علاوہ بریں شفعہ اوس مبادلہ کے اندر مقرر کیا گیا ہے جو مقصود بالذات ہو حتی کہ
اگر مضارب ایک مکان فروخت کرے جسمین نفع کا بھی ایک حصہ ہو تو رب المال
کو اوس حصہ کے اندر میں شفعہ کا استحقاق نہیں ہوتا اسواسطے کہ اوسمین
اوس حصہ کی بیع بالتبع داخل ہے۔

(۸۸) اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اور دوسرے نے
انکار کیا بعد ازان مدعی علیہ نے مدعی کو ایک مکان دیکر فیصلہ کر لیا
تو اس مکان میں شفعہ نہوگا اور اگر مدعی علیہ نے مال کا اقرار کرنے کے بعد مدعی کو
یہ مکان دیکر صلح کی تو شفعہ ثابت ہوگا۔ مگر مصنف رح نے بیان کیا ہے کہ قدوری کے
اکثر نسخوں میں علیہا کا لفظ ہے جسکے موافق یہ معنے ہوتے ہیں اور صحیح یہ ہے
کہ علیہا کی جگہ عنہا کا لفظ ہے اوسکے موافق یہ معنے ہونگے کہ اگر دو شخصوں کے
مابین ایک مکان میں تنازع درپیش ہوا اور مدعی علیہ اوس میں منکر ہو اور کچھ مال دیکر
مدعی سے صلح کرے اور وہ مکان اوسکے قبضہ میں باقی رہے کہ ایسے وقت میں یہ
مدعی علیہ بے گمان میں پہلے اس مکان کو اپنی ملک سمجھتا تھا اور اب بھی سمجھتا ہے
تو اس مکان میں شفعہ نہوگا اسیطرح اگر بجائے انکار کے مدعی علیہ نے سکوت کیا
اور کچھ مال دیکر مدعی سے صلح کر لی تو بھی اس مکان میں کسیکا شفعہ نہوگا اسلیے کہ ممکن
ہے اس مدعی علیہ نے مدعی کا جھگڑا پاک کرنے اور قسم سے بچنے کے لیے یہ مال صرف
کیا ہو جسطرح صریح انکار کی صورت میں وہ ایسا کرے بخلاف اوس صورت کے

فكان مبادلة مالية اما اذا صالح عليها باقرار او سكوت او انكار وجبت الشفعة فى جميع ذلك لانه اخذها عوضا عن حقه فى زعمه اذا لم يكن من جنسه فيعامل بزعمه۔

۸۹، قال ولا شفعة فى هبة لما ذكرنا الا ان تكون بعوض مشروط لانه بيع انتهاءً ولا بد من القبض وان لا يكون الموهوب ولا عوضه شائعا لانه هبة ابتداء وقد قررناه فى كتاب الهبة۔

۹۰، بخلاف ما اذا لم يكن العوض مشروطا فى العقد لان كل واحد منهما هبة مطلقة الا انه اثيب منها فامتنع الرجوع۔

۹۱، قال ومن باع بشرط الخيار فلا شفعة للشفيع لانه يمنع زوال الملك عن البائع فان اسقط الخيار وجبت الشفعة لانه زال المانع عن الزوال و يشترط الطلب عند سقوط الخيار فى الصحيح لان البيع يصير سببا لزوال الملك عند ذلك۔

۹۲، وان اشترى بشرط الخيار

کہ مدعی علیہ مقر ہو کر صلح کرے اسلیے کہ وہ اسوقت میں اوس مکان میں مدعی کی ملک کا مقر ہے اور صلح کرنے کے بعد مدعی علیہ کو ملکیت حاصل ہوئی ہے لہذا مبادلہ مالیہ پائے جانے کی وجہ سے اوسمیں شفعہ ثابت ہوگا اور اگر مدعی نے مدعی علیہ پر کچھ مال کا دعوی کیا تھا اور مدعی علیہ نے ایک مکان دیکر اوس سے فیصلہ کرلیا تو بہرحال اوس مکان میں شفعہ ثابت ہوگا خواہ مدعی علیہ نے مال کا اقرار کیا ہو خواہ سکوت یا انکار کیا ہو اسواسطے کہ اپنے گمان میں مدعی نے وہ مکان عوض اپنے حق کے لیا ہے۔

۸۹، اگر ایک شخص نے کسی کو ایک مکان ہبہ کیا تو اس مکان میں شفعہ نہوگا اسلیے کہ بغیر مبادلہ مالیہ کے شفعہ نہیں ہوتا اور اگر اس ہبہ کے اندر عوض کا ادا کرنا قرار پا گیا ہو تو اس مکان میں شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ آخر کار یہ ہبہ بیع ہو جائیگا مگر یہاں شفعہ کے ثابت ہونے میں ایک تو موہوب لہ کا قبضہ کرلینا شرط ہے دوسری شرط یہ ہے کہ ہبہ کرنے والے نے مکان کا کوئی جز غیر مقسم ہبہ نہ کیا ہو اسیطرح عوض بھی اسکا غیر منقسم جز نہو اسلیے کہ آخر کار اگرچہ

۹۰، اگر ہبہ کے اندر عوض کی شرط نہیں لگائی تھی مگر ہبہ کرنے والے کو بچے بدلے میں کچھ مال موہوب لہ نے دیدیا تو اوس مکان میں شفعہ ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ دونوں جانب سے یہاں پر ہبہ مطلقہ پایا گیا مگر چونکہ ہر ایک کو عوض لگیا ہے اسلیے کوئی دوسرے اپنے ہبہ کو واپس نہیں لے سکتا۔

۹۱، اگر ایک مکان فروخت کیا اور بائع نے اپنا اختیار اوسکے اندر شرط کرلیا تو اوس مکان میں شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ ہنوز اوس مکان سے بائع کی ملکیت زائل نہیں ہوئی ہے اور اگر اوس نے اپنا اختیار ساقط کر دیا تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ اب اوسکی ملکیت زائل ہو گئی مگر قول صحیح کے موافق اختیار کے ساقط ہوتی ہے شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ وہ بیع اختیار کی ساقط ہوتی ہے زوال ملکیت کا سبب ہوگی۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

۹۲، اگر ایک مکان خریدا اور اپنا اختیار اوسمیں شرط کرلیا تو شفعہ

وجبت الشفعة لانه لا يمنع زوال الملك عن البائع بالاتفاق والشفعة تبتنى عليه على ما مر واذا اخذها فى الثلث وجب البيع لعجز المشترى عن الرد ولا خيار للشفيع لانه يثبت بالشرط وهو للمشترى دون الشفيع۔

٩٣، وان بيعت دار الى جنبها والخيار لاحدهما فله الاخذ بالشفعة اما للبائع فظاهر لبقاء ملكه فى التى يشفع بها وكذا اذا كان للمشترى وفيه اشكال اوضحناه فى البيوع فلا نعيده واذا اخذها كان اجازة منه للبيع بخلاف ما اذا اشتراها ولم يرها حيث لا يبطل خياره باخذ ما بيع بجنبها بالشفعة لان خيار الرؤية لا يبطل بصريح الابطال فكيف بدلالته ثم اذا حضر شفيع الدار الاولى له ان ياخذها دون الثانية لانعدام ملكه فى الاولى حين بيعت الثانية۔

٩٤، قال ومن ابتاع دارا شراء فاسدا فلا شفعة فيها اما قبل القبض فلعدم زوال ملك البائع وبعد القبض لاحتمال الفسخ وحق الفسخ

ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ بالاتفاق اسوقت زوال ملکیت کا مانع نہین رہا اور شفعہ کا مدار زوال ملکیت پر ہے جیسا کہ گذر چکا اور اگر شفیع نے اختیار کی مدت یعنے تین روز کے اندر مشتری سے بذریعہ شفعہ کے مکان کو لے لیا تو بیع لازم ہو جائیگی اسواسطے کہ مشتری اب اوس مکان کو واپس نہین دے سکتا ہے اور شفیع کو واپس کرنے کا اختیار حاصل نہو گا اسواسطے کہ یہ اختیار مشتری کو شرط کرنے سے ثابت ہوا تھا اور شرط مشتری نے لگائی ہے شفیع نے نہین لگائی۔

۹۳، اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمین بائع یا مشتری نے اپنا اختیار شرط کر لیا تھا کہ اس اثنا مین اوس مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہوا تو جس کا اختیار شرط کیا گیا ہے اوس دوسرے مکان مین اوسیکا شفعہ ثابت ہو گا اسلیے کہ اگر بائع کا اختیار شرط ہوا ہے تو ہنوز وہ مکان بائع کی ملکیت سے خارج نہین ہوا اور اگر مشتری کا اختیار شرط ہوا ہے تو بائع کی ملکیت سے خارج ہو گیا اور مشتری کا حق اوسمین ثابت ہو گیا اگرچہ اسکو واپس کرنے کا اختیار ہے لہذا اوسپر کوئی یہ اعتراض نہین کر سکتا کہ مشتری کی ملکیت ہنوز اسمین ثابت نہین ہوئی ہے مگر دوسرے مکان کو شفعہ مین لینے سے اصل مکان کی بیع لازم ہو جائیگی یعنے اسی کا اختیار بائع یا مشتری کو اوسکے بعد باقی نہ رہیگا بخلاف اس صورت کے کہ کوئی شخص بغیر دیکھے ایک مکان کو خریدے اور اس خریدکردہ مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہوا اور مشتری بذریعہ شفعہ کے اوس دوسرے مکان کو لیلے کہ اس سے اوسکا خیار رویت خریدکردہ مکان مین باطل نہوگا اسواسطے کہ خیار رویت صراحۃً باطل کرنے سے بھی باطل نہین ہوتا تو دلالۃً باطل

۹۴، اگر ایک شخص نے بیع فاسد سے کوئی مکان خریدا تو اوس کا مین شفعہ نہو گا اسلیے کہ مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بائع کی ملکیت بیع فاسد کے اندر زائل نہین ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے اور قبضہ کرنے کے بعد اوسمین فسخ کا احتمال باقی رہتا ہے اور یہ حق فسخ شرعاً ثابت ہوتا ہے

ثابت بالشرع لدفع الفساد وفي اثبات حق الشفعة تقرير الفساد فلا يجوز بخلاف ما اذا كان الخيار للمشتري في البيع الصحيح لانه صار اخص به تصرفا وفي البيع الفاسد ممنوع عنه۔

تاکہ فساد رفع ہو جائے اور اُس کے اندر شفعہ کا حکم دینے مین فساد کا باقی رکھنا ہو لہذا اوسمین شفعہ نہین ہو سکتا بخلاف اوس صورت کے کہ بیع صحیح کے اندر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو اسلیے کہ اسمین بائع کو اختیار باقی نہین رہتا بلکہ مشتری کو مبیع کے اندر از روے شرع تصرف کرنیکا بیع کے لازم کرنے یا فسخ کرنے کا اختیار ثابت ہو جاتا ہو اور بیع فاسد مین از روی شرع مشتری کو مبیع کے اندر تصرف کرنا منع ہوتا ہے۔

(٩٥) قال فان سقط حق الفسخ وجبت الشفعة لزوال المانع

(٩٥) اگر بیع فاسد کے اندر کسی وجہ سے حق فسخ ساقط ہو جائے مثلاً مشتری اوس مکان کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے تو اس مکان مین شفعہ ثابت ہو جائیگا

(٩٦) وان بيعت دار بجنبها وهي في يد البائع بعد فله الشفعة لبقاء ملكه وان سلمها الى المشتري فهو شفيعها لان الملك له ثم ان سلم البائع قبل الحكم بالشفعة له بطلت شفعته كما اذا باع بخلاف ما اذا اسلم بعده لان بقاء ملكه في الدار التي يشفع بها بعد الحكم بالشفعة ليس بشرط فبقيت الماخوذة بالشفعة على ملكه وان استردها البائع من المشتري قبل الحكم بالشفعة له بطلت لانقطاع ملكه عن التي يشفع بها قبل الحكم بالشفعة وان استردها بعد الحكم بقيت الثانية على ملكه لما بينا۔

(٩٦) اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہوا اور ہنوز وہ بائع کے قبضہ مین تھا کہ اوسکے پہلو مین ایک اور مکان فروخت ہوا تو اس دوسرے مکان مین بائع کا شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اب تک وہ بائع کی ملکیت مین تھا اور اگر مشتری کو دے چکا تھا تو مشتری کا شفعہ ہوگا اسلیے کہ اب مشتری کی ملکیت مین تھا اور اگر بائع کے لیے شفعہ کا حکم نہین ہوا تھا کہ اوسنے اپنا مکان مشتری کے قبضہ مین دیدیا تو بائع کا شفعہ باطل ہو جائیگا جسطرح شفیع قبل از حکم قاضی اپنے مکان کو فروخت کر دے تو اسکا شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور اگر قاضی نے بائع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تھا اوسکے بعد بائع نے اپنے مکان پر مشتری کو قبضہ دیا تو بائع کا شفعہ باطل نہین ہوتا اسلیے کہ حکم بالشفعہ کے بعد شفیع کی ملکیت کا اپنے مکان مین قائم ہونا ضروری نہین ہے لہذا وہ مکان مشفوعہ بائع کی ملک مین قائم رہیگا اور اگر قاضی نے ہنوز اس کے لیے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ بائع نے اپنا مکان جس کو بیع فاسد سے فروخت کیا تھا مشتری سے واپس کر لیا تو مشتری کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ قبل از حکم شفعہ مشتری کی ملکیت اس مکان سے منقطع ہو گئی جسکے ذریعہ سے اوسکو شفعہ تھا اور اگر قاضی نے مشتری کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تھا اوسکے بعد بائع نے اپنا مکان واپس لیا تو وہ مکان مشفوعہ بدستور مشتری کے ملک مین داخل رہیگا اسلیے کہ حکم بالشفعہ کے بعد

(٩٧) قال واذا اقتسم الشركاء

(٩٧) اگر چند شرکا نے اپنی ایک جایداد کو باہم تقسیم کیا تو اس تقسیم کرنے

العقار فلا شفعة لجار هم بالقسمة لان القسمة فيها معنى الافراز ولهذا يجري فيه الجبر والشفعة ما شرعت الا في المبادلة المطلقة۔

اونکے جار کو حق شفعہ نہ حاصل ہو جائیگا اسلیے کہ اونھوں نے اپنے حصے علیحدہ کیے ہین ولہذا ایک شریک دوسرے شریک کو تقسیم کرنے پر مجبور کر سکتا ہے اور شفعہ مبادلۂ مطلقہ کے اندر ثابت ہوتا ہے

\+ + + + + + +

۹۸، قال واذا اشترى دارا فسلم الشفيع الشفعة ثم ردها المشتري بخيار رؤية او شرط او بعيب بقضاء قاض فلا شفعة للشفيع لانه فسخ من كل وجه فعاد الى قديم ملكه والشفعة في انشاء العقد ولا فرق في هذا بين القبض وعدمه۔

۹۸، اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسکے شفیع نے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان خیار رویت یا شرط یا عیب کی وجہ سے مشتری نے بحکم قاضی وہ مکان واپس کر دیا تو شفیع کا اب اوس مکان مین شفعہ ثابت نہو جائیگا خواہ مشتری نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اسلیے کہ یہان بیع کا بالکل فسخ پایا جاتا ہے اور وہ مکان جسطرح بائع کی ملک تھا بدستور اوسیطرح اوسکے ملک مین عائد ہو گیا اور شفعہ ایک عقد جدید کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔

۹۹، وان ردها بعيب بغير قضاء او تقايلا البيع فللشفيع الشفعة لانه فسخ في حقهما لولايتهما على انفسهما وقد قصدا الفسخ وهو بيع جديد في حق ثالث لوجود حد البيع وهو مبادلة المال بالمال بالتراضي والشفيع ثالث ومراده الرد بالعيب بعد القبض لان قبله فسخ من الاصل وان كان بغير قضاء على ما عرف۔

۹۹، اگر ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے اوسمین شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان عیب کی وجہ سے بغیر حکم قاضی مشتری نے اوس مکان کو واپس کر دیا یا بائع اور مشتری نے بیع کا اقالہ کر لیا یعنے رضامندی کے ساتھ بلا کسی عیب وغیرہ کے واپس کر لیا تو اوس مکان مین شفیع کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ بائع اور مشتری کو اپنی ذات کا اختیار ہے اور اونکے حق مین بیع فسخ ہو جائیگی اسلیے کہ انکو فسخ کرنا منظور تھا مگر شفیع کے حق مین وہ بیع جدید سمجھی جائیگی اسلیے کہ اوسکے اندر بیع کے معنے یعنے مبادلہ مال بمال بتراضی باہمی پائے جاتے ہین مگر یہ حکم اوس صورت مین ہے کہ مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد مکان واپس کیا ہو اسلیے کہ قبضہ کرنے سے قبل واپس کرنا ہمیشہ جمیع بیع کا فسخ کرنا ہوگا گو بغیر حکم

۱۰۰، وفي الجامع الصغير ولا شفعة في قسمة ولا خيار رؤية وهو بكسر

۱۰۰، جامع صغیر مین بیان کیا ہے کہ لا شفعة في قسمة ولا خيار رؤية یعنے باہم تقسیم کرنے کے صورت مین خیار رویت کی وجہ سے مکان کے

الرد ومعناه لا شفعة بسبب الرد بخيار الرؤية لما بيناه ولا تصح الرواية بالفتح عطفا على الشفعة لان الرواية محفوظة فی کتاب القسمة انه يثبت فی القسمة خيار الرؤية وخيار الشرط لانهما يثبتان لخلل فی الرضاء فيما يتعلق لزومه بالرضاء وهذا المعنى موجود فی القسمة والله سبحانه اعلم۔

واپس کرنے کی حالت مین شفعہ ثابت نہین ہوتا جسکی وجہ ہم بیان کر چکے ہین پس خیار رویۃ کا لفظ قسمہ کے اوپر معطوف ہو اور شفعہ کے اوپر معطوف کر کے نصب کے ساتھ پڑھنے کی روایت غلط ہو اسواسطے کہ اس تقدیر پر یہ معنے ہونگے کہ تقسیم کے اندر شفعہ اور خیار رویت ثابت نہین ہوتا حالانکہ یہ بات صحیح نہین ہو کیونکہ کتاب القسمہ مین بغیر کسی قسم کے اختلاف کے یہ مسئلہ مذکور ہو کہ تقسیم مین خیار رویت اور خیار شرط ثابت ہوتا ہو اسلیے کہ خیار شرط اور خیار رویت اوس عقد کے اندر جسکا لازم ہونا رضامندی پر موقوف ہو ایسے وقت مین ثابت ہوتی ہین کہ رضامندی مین ایک قسم کی کمی پائی جائے اور یہ معنے تقسیم کے اندر بھی موجود ہین واللہ سبحانہ اعلم۔

باب ما تبطل به الشفعة

اُن امور کا بیان جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی

(۱۰۱) قال واذا ترك الشفيع الاشهاد حين علم بالبيع وهو يقدر على ذلك بطلت شفعته لاعراضه عن الطلب وهذا لان الاعراض انما يتحقق حالة الاختيار وهی عند القدرة وكذلك ان اشهد فی المجلس ولم يشهد على احد المتبايعين ولا عند العقار وقد اوضحناه فيما تقدم۔

(۱۰۱) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور بلا کسی عذر کے اوس نے طلب مواثبت کو ترک کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ طلب کرنے سے اوسکا اعراض پایا گیا اور معذور نہونے کی اسلیے قید لگائی ہو کہ اعراض حالت اختیار مین پایا جاتا ہو اور عذر کی حالت مین اوسکو اختیار نہین ہوتا بلکہ وہ مجبور ہوتا ہو۔ اسیطرح اگر شفیع نے طلب مواثبت کی مگر اوسکے بعد طلب اشہاد نکی یعنے بائع یا مشتری یا مکان کے پاس جا کر لوگون کو طلب کا گواہ نہ کیا تو بھی شفعہ باطل ہو جائیگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۱۰۲) قال وان صالح من شفعته على عوض بطلت شفعته ورد العوض لان حق الشفعة ليس بحق متقرر فی المحل بل هو مجرد حق التملك فلا يصح الاعتياض عنه ولا يتعلق

(۱۰۲) اگر شفیع نے مدعی علیہ سے کچھ مال لیکر شفعہ سے فیصلہ کر لیا تو شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑیگا اسلیے کہ شفیع کو مکان کے اندر ہنوز کسی قسم کا حق نہین ثابت ہوا ہو صرف اوسکو یہ حق ہو کہ ثمن ادا کر کے اوسکا مالک بن سکتا ہو لہذا اوسکے عوض مین مال کا لینا صحیح نہوگا اور شفعہ ایسی چیز ہو کہ اگر اوسکے ساقط کرنے مین

اسقاطه بالجائز من الشرط فبالفاسد اولى فيبطل الشرط ويصح الاسقاط وكذا لو باع شفعته بمال لما بينا۔

۱۰۳، بخلاف القصاص لانه حق متقرر وبخلاف الطلاق والعتاق لانه اعتياض عن ملك في المحل ونظيره اذا قال للمخيرة اختاري بالف او قال العنين لامرأته اختاري ترك الفسخ بالف فاختارت سقط الخيار ولا يثبت العوض والكفالة بالنفس في هذا بمنزلة الشفعة في رواية وفي اخرى لا تبطل الكفالة ولا يجب المال وقيل هذه رواية في الشفعة وقيل هي في الكفالة خاصة وقد عرف في موضعه۔

۱۰۴، قال واذا مات الشفيع بطلت شفعته۔

وقال الشافعي رح لا تورث عنه قال رضي الله عنه معناه اذا مات بعد البيع قبل القضاء بالشفعة اما اذا مات بعد قضاء القاضي قبل نقد الثمن وقبضه فالبيع لازم لورثته وهذا نظير

کوئی جائز شرط لگائی جائے تو بھی اوسکا سقوط شرط کے پائے جانے پر موقوف نہیں رہتا بلکہ اوسیوقت ساقط ہو جاتا ہے اور یہان تو ایک فاسد شرط لگائی گئی ہے لہذا وہ شرط باطل ہو جائیگی اور شفعہ ساقط ہو جائیگا اسیطرح اگر کوئی شخص حق شفعہ کو کسی کے ہاتھ فروخت کردے تو بھی شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اور خریدنے والے کو مال واپس کرنا چاہیے بخلاف قصاص کے کہ اوسکے اندر مال لیکر فیصلہ کر لینا درست ہے اسواسطے کہ قاتل کی ذات پر قصاص میں ایک حق ثابت ہوتا ہے اور طلاق اور عتاق کا حال بھی یہی ہے کہ اگر اونکے اندر بھی عوض لیا جائے تو صحیح ہے اسواسطے کہ اونکے اندر ذات پر حق ملکیت ہوتا ہے جس کا عوض لیا جاتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو جسکو طلاق کا اختیار دے چکا ہے یہ بات کہے کہ بعوض ہزار روپیہ کے تو مجھکو اختیار کرلے یا عنین اپنی بیوی سے یہ بات کہے کہ بعوض ہزار روپیہ کے تو ترک فسخ کو اختیار کرلے اور ان دونوں صورتوں میں بیوی ایسا کرے تو اسکا اختیار طلاق اور فسخ ساقط ہو جاتا ہے اور خاوند کو ہزار روپیہ نہیں دینا چاہیے اور ایک روایت کے موافق کفالت بالنفس کا حال بھی شفعہ کے مانند ہے اور دوسری روایت کے موافق اوسکو یہ حکم نہیں ہے اور بعض کا قول ہے کہ شفعہ میں بھی ایک روایت یہی ہے اور بعض کے نزدیک خاص کفالت کے متعلق

۱۰۴، شفیع کے مرجانے سے اوسکا شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک برابر قائم رہتا ہے اور اوسکے وارثوں کو شفعہ کا حق ہوتا ہے مصنف رح نے بیان کیا ہے اوس سے وہ صورت مراد ہے کہ شفیع کا بعد از بیع اور قبل از حکم قاضی انتقال ہو جائے اور اگر بعد حکم قاضی قبل ادای ثمن اور قبل از قبضہ انتقال ہو تو اوسکے وارثوں کو بیع لازم ہوگی اسیطرح حنفیہ کے نزدیک عورت کے مرجانے سے خیار شرط باطل ہو جاتا ہے اور شافعی رح کے نزدیک باطل نہیں ہوتا چنانچہ کتاب البیوع میں اسکا بیان ہو چکا ہے اور حنفیہ کے نزدیک شفعہ کے باطل ہو جانے کی وجہ یہ ہے

الاختلاف فی خیار الشرط وقدمر فی البیوع ولان بالموت یزول ملکه عن دارہ ویثبت الملك للوارث بعد البیع وقیامه وقت البیع وبقاؤہ للشفیع الی وقت القضاء شرط فلا یستوجب الشفعة بدونه۔

یہ ہو کر شفیع کے مرجانے سے اپنے مکان سے شفیع کی ملکیت جاتی رہتی ہے اور وارثون کو اوس مکان کی ملکیت مکان مشفوعہ کی بیع کے بعد حاصل ہوتی ہے اور شفعہ کے اندر بیع کے وقت شفیع کی ملکیت کا قائم ہونا اور قاضی کے حکم دینے تک ملکیت کا باقی رہنا شرط ہے لہذا وارثون کا شفعہ بیع کے وقت ملکیت حاصل نہونے کی وجہ ثابت نہوگا۔

(۱۰۵) وان مات المشتری لم تبطل لان المستحق باق ولم یتغیر سبب حقه ولا یباع فی دین المشتری ووصیته ولو باعه القاضی او الوصی او اوصی المشتری فیها بوصیة فللشفیع ان یبطله ویاخذ الدار لتقدم حقه ولهذا ینقض تصرفه فی حیاته

(۱۰۵) مشتری کے مرجانے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ کا حقدار یعنے شفیع باقی ہو اور جس سبب سے اسکو حق ثابت ہوا ہو اسمین تغیر نہین ہوا لہذا یہ مکان مشتری کے قرضہ مین یا اوسکی وصیت مین فروخت نکیا جائیگا اور اگر بالفرض قاضی یا مشتری کے وصی نے اس مکان کو مشتری کے قرض یا وصیت مین فروخت کردیا یا مشتری خود اوس مکان کی کسی کو وصیت کر گیا ہو تو شفیع کو اس بیع اور وصیت کے باطل کرنے اور مکان کے لے لینے کا اختیار ہو اسلیے کہ اسکا حق مقدم ہو لہذا

(۱۰۶) قال واذا باع الشفیع ما یشفع به قبل ان یقضی له بالشفعة بطلت شفعته لزوال سبب الاستحقاق قبل التملك وهو الاتصال بملكه ولهذا یزول به وان لم یعلم بشراء المشفوعة كما اذا سلم صریحًا او ابرأ عن الدین وهو لا یعلم به وهذا بخلاف ما اذا باع الشفیع دارہ بشرط الخیار له لانه یمنع الزوال فبقی الاتصال۔

(۱۰۶) ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اپنا ذاتی مکان فروخت کردیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ مکان مشفوعہ مین ملکیت حاصل ہونے سے قبل استحقاق کا سبب یعنے اتصال ملکیت جاتا رہا و لهذا اگر بالفرض شفیع کو مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم نہو اور وہ اپنے مکان کو فروخت کردے تو بھی شفعہ جاتا رہتا ہو جسطرح صراحتہً ترک کرنے سے باطل ہو جاتا ہو یا کوئی شخص اپنے قرضدار کو لاعلمی کی حالت مین قرض سے بری کردے یعنے اوسکو علم نہو کہ میرا اوسپر قرض ہو تو قرضدار بری ہو جاتا ہو بخلاف اوس صورت کے کہ شفیع اپنے مکان کو فروخت کرے اور اپنا اختیار شرط کرے اسلیے کہ اختیار کیوجہ سے ملکیت زائل نہوگی اور مکان مشفوعہ سے اتصال ملکیت باقی

(۱۰۷) قال ووكیل البائع اذا باع وهو الشفیع فلا شفعة له ووكیل

(۱۰۷) اگر ایک شخص بائع کی طرف سے وکیل ہوکر کوئی مکان فروخت کرے اور خود یہ وکیل شفیع بھی ہو تو اسکو شفعہ ثابت نہوگا

مگر اون دونون کلیون مکان کے اندر مشتری کی وصیت کی ہو تو اسکا تصرف باطل ہو جائیگا

المشترى اذا ابتاع فله الشفعة والاصل ان من باع او بيع له لا شفعة له ومن اشترى او ابتيع له فله الشفعة لان الاول باخذ المشفوعة ليسعى فى نقض ما تم من جهته وهو البيع والمشترى لا ينقض شراءه بالاخذ بالشفعة لانه مثل الشراء وكذلك لو ضمن الدرك عن البائع وهو الشفيع فلا شفعة له وكذلك اذا باع وشرط الخيار لغيره فامضى المشروط له الخيار البيع وهو الشفيع فلا شفعة له لان البيع تم بامضائه بخلاف جانب المشروط له الخيار من جانب المشترى۔

(۱۰۸) قال واذا بلغ الشفيع انها بيعت بالف درهم فسلم ثم علم انها بيعت باقل او بحنطة او شعير قيمتها الف او اكثر فتسليمه باطل وله الشفعة لانه انما سلم لاستكثار الثمن فى الاول ولتعذر الجنس الذى بلغه وتيسر ما بيع به فى الثانى اذ الجنس مختلف وكذا كل مكيل او موزون او عددى متقارب۔

(۱۰۹) بخلاف ما اذا علم انها بيعت

اور اگر خود شفیع مشتری کی طرف سے وکیل ہو کر مکان کو خرید ے تو اوسکا شفعہ قائم رہیگا اور اس جگہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص خود بیع کرے یا کوئی دوسرا اوسکی طرف سے بیع کرے تو بیع مین اوسکا شفعہ ثابت نہین ہوتا اور جو شخص خود خرید ے یا کوئی دوسرا اوسکی طرف سے خرید ے تو اوسکا شفعہ قائم رہتا ہی اسلیے کہ پہلا شخص اگر شفعہ کے ذریعہ سے مکان کو لیگا تو اوسکو بیع کا توڑنا پڑیگا اور یہ بیع اوسی کی جانب سے تھی اور دوسری قسم کا شخص اگر مکان کو شفعہ کے ذریعہ سے لیتا ہی تو اوسکو اپنے فعل کا باطل کرنا نہین پڑتا اسلیے کہ خریدنا اور شفعہ کے ذریعہ سے لینا یکسان ہو اسی طرح اگر شفیع بائع کی طرف سے مشتری کے لیے اسطرح ضامن ہو جائے کہ اگر اس مکان مین کسی کا حق برآمد ہو تو مین ذمہ دار ہون تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائے گا اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک مکان فروخت کیا اور تیسرے شخص کا اختیار اوس بیع مین شرط کیا اور اوس تیسرے شخص نے بیع کی اجازت دیدے اور تیسرا اوس مکان مین شفیع تھا تو اب اوسکا شفعہ نہ رہیگا اسلیے کہ اوسکی اجازت سے بیع تمام ہوئی ہو اگر مشتری نے تیسرے کا اختیار شرط کیا اور اوسنے خرید کی اجازت دیدی تو شفعہ قائم رہیگا

(۱۰۸) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہو گیا اور یہ بات سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو یا اسقدر گیہون یا جو کو فروخت ہوا ہے جسکی قیمت ایک ہزار یا اوس سے بھی زیادہ ہو تو پہلی مرتبہ شفعہ کو اوسکا ترک کر دینا باطل ہو جائیگا اور شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ شفیع نے پہلی صورت مین ثمن کو گران سمجھا اور دوسری صورت مین نقد روپیہ میسر نہونے کی وجہ سے شفعہ کو ترک کیا تھا اب ارزان ہونیکی وجہ سے یا گیہون اور جو کے میسر ہونے سے اوسکو لے سکتا ہو اس واسطے کہ جنسین مختلف ہین۔ گیہون یا جو کی خصوصیت نہین ہے بلکہ جو چیزین ناپ یا تول یا شمار کے حساب سے فروخت ہوتی ہین سب کا یہی حال ہے

(۱۰۹) اگر صورت مذکورہ بالا مین دوسری مرتبہ شفیع کو

بعرض قیمته الف او اکثر لان الواجب فیه القیمة وهی دراهم اودنانیر۔

(١١٠) وان بان انها بیعت بدنانیر قیمتها الف فلا شفعة له وکذا اذا کانت اکثر وقال زفر له الشفعة لاختلاف الجنس ولنا ان الجنس متحد فی حق الثمنیة

(١١١) قال واذا قیل له ان المشتری فلان فسلم الشفعة ثم علم انه غیره فله الشفعة لتفاوت الجوار۔

ولو علم ان المشتری هو مع غیره فله ان یاخذ نصیب غیره لان التسلیم لم یوجد فی حقه۔

(١١٢) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم ظهر شراء الجمیع فله الشفعة لان التسلیم لضرر الشرکة ولا شرکة وفی عکسه لا شفعة فی ظاهر الروایة لان التسلیم فی الکل تسلیم فی ابعاضه۔

فصل

(١١٣) قال واذا باع دارا الا مقدار

معلوم ہوا کہ مکان عوض گھوڑے یا غلام وغیرہ کے فروخت ہوا ہو جسکی قیمت ایک ہزار یا ہزار سے زیادہ ہے تو شفعہ دوسری مرتبہ ثابت ہوگا اسلیے کہ شفیع کو اسوقت مین بھی روپیہ یا اشرفیان دینا پڑینگے

(١١٠) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہو اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ اشرفیون کو فروخت ہوا ہو جنکی قیمت ہزار روپیہ یا ہزار روپیہ سے زیادہ ہے تو شفعہ ثابت نہوگا اور زفر کے نزدیک شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ دونون کی جنس مختلف ہے حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ قیمت کے اعتبار سے روپیہ اور اشرفی کو ایک جنس کا حکم ہے

(١١١) اگر شفیع کو اول مرتبہ معلوم ہوا کہ فلان مکان زید نے خریدا ہو اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ عمر نے خریدا ہے تو اوسکا شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ ممکن ہے زید کے پاس رہنے سے وہ راضی ہوا ور عمر کے پاس رہنے سے راضی ہو۔ اور اگر دوسری مرتبہ معلوم ہوا کہ زید نے مع عمر کے اوس مکان کو خریدا ہے تو زید کے حصہ مین شفعہ نہین کر سکتا مگر عمر کے حصہ مین شفعہ کر سکتا ہے اسلیے کہ عمر کے حصہ مین اوس نے شفعہ کو نہین ترک کیا تھا

(١١٢) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان کا نصف حصہ فروخت ہوگیا اور اوس نے شفعہ کو طلب نکیا بعد ازان معلوم ہوا کہ کُل مکان فروخت ہوا ہو تو اب اوسکو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ شرکت کی وقت سے اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا تھا اور اب وہ وقت نہین رہی اور اگر پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہوا ہو اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا نصف مکان فروخت ہوا ہے

فصل

(١١٣) اگر بائع کو منظور ہو کہ اس مکان مین شفیع دعوی نکرسکے

مراد ظاہر روایت کے موافق اب شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ جس مکان مین اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوس کے اجزا مین بھی شفعہ نہین ہوسکتا

ذراع منها في طول الحد الذي يلي الشفيع فلا شفعة له لانقطاع الجوار وهذه حيلة وكذا اذا وهب منه هذا المقدار وسلمه اليه لما بينا۔

(۱۱۴) قال واذا ابتاع منها سهما بثمن ثم ابتاع بقيتها فالشفعة للجار في السهم الاول دون الثاني لان الشفيع جار فيهما الا ان المشتري في الثاني شريك فيتقدم عليه فان اراد الحيلة ابتاع السهم بالثمن الا درهما مثلا والباقي بالباقي۔

(۱۱۵) وان ابتاعها بثمن ثم دفع اليه ثوبا عوضا عنه فالشفعة بالثمن دون الثوب لانه عقد آخر والثمن هو العوض عن الدار۔

قال رضي الله عنه وهذه حيلة اخرى تعم الجوار والشركة فيباع باضعاف قيمته ويعطى بها ثوب بقدر قيمته الا انه لو استحقت المشفوعة يبقى كل الثمن على مشتري الثوب لقيام البيع الثاني فيتضرر به والاوجه ان يباع بالدراهم الثمن دينار حتى اذا استحق المشفوع

تو ایسے حیلہ کر سکتا ہے کہ اپنا تمام مکان فروخت کرے مگر بقدر ایک گز کی زمین شفیع کے مکان کی طرف سے مستثنیٰ کرے کہ اس ترکیب سے شفیع شفعہ کا دعویٰ نہ کر سکیگا اسلیئے کہ باقی مکان اوسکو حق جوار نہیں ہے اسیطرح اگر بقدر ایک گز شفیع کی مکان کی طرف سے باقی زمین مشتری کو ہبہ کریگا اور مشتری کو قبضہ کرادے تو بعد اوسکے باقیماندہ مکان فروخت کرے تو بھی شفیع مکان میں کچھ دعویٰ نہیں کر سکتا

(۱۱۴) اگر ایک شخص کسی مکان کا ایک حصہ خرید کر تمام مکان کو بھی خریدے تو اس مکان کے جار کو صرف پہلے حصہ میں شفعہ کا حق ہوگا باقی مکان میں شفعہ کا حق نہ ہوگا اسواسطے کہ جب مشتری نے اوس مکان کا ایک حصہ خرید لیا اور شفیع نے اوس میں دعویٰ نہیں کیا تو وہ مشتری اوس مکان کا شریک ہو گیا اور شریک کو جار پر تقدم ہوتا ہے یہی وجہ ہے اگر مشتری کو شفعہ سے بچنا منظور ہو تو یہ ترکیب کر سکتا ہے کہ اولاً اوس مکان کا حصہ کو کل مکان کے ثمن سے ایک روپیہ کم کر کر خریدے اور باقی مکان کو ایک روپیہ سے خریدے کہ کثرت ثمن کی وجہ سے اوس حصہ میں شفیع خود دعویٰ نہ کریگا اور باقی میں اسلیئے نہیں کر سکتا کہ مشتری کو اوس پر تقدم ہے

(۱۱۵) اگر ایک شخص نے عوض کچھ روپیہ کے ایک مکان خریدا اور روپیہ کے بدلے بائع کو ایک کپڑا دیدیا تو شفیع اوس مکان کو کپڑے کی قیمت پر نہیں لے سکتا بلکہ اوس کو وہی روپیہ دینا پڑیگا جو اوسکا ثمن قرار پایا ہے اسلیئے کہ یہ کپڑا مکان کا عوض اور ثمن نہیں ہے بلکہ ثمن کے عوض دیا ہے اور ثمن کے عوض کپڑے کا دینا ایک دوسری بیع ہے مصنف رحمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ بھی ایک طرح کا حیلہ ہے اور اس حیلہ سے جار اور نیز شریک کے شفعہ سے انسان بچ سکتا ہے اس طرح پر کہ مثلاً ایک مکان دو چند سہ چند قیمت سے فروخت کرے اور اوسکے عوض بقدر اوسکے اصل قیمت کے ایک کپڑا مشتری سے لیوے مگر اس میں یہ نقصان ہے کہ اگر مکان میں کسی غیر کا حق ثابت ہو گیا اور حقدار نے مکان لے لیا تو کل ثمن بائع کو دینی پڑیگی جو اوسکی قیمت سے بہت زیادہ ہے مشتری کے لیے ادا کرنا پڑیگا اسلیئے کہ کپڑے کی بیع بدستور قائم رہیگی اور اگر بیچنے کے وقت یہ شرط ہو کہ بائع اس مکان کو زیادہ درہموں سے فروخت کرے بعوض درہموں کے مکان کی قیمت کے موافق مشتری سے اشرفیاں خریدے اسلیئے کہ

يبطل الصرف فيجب رد الدينار لاغير۔

(۱۱۶) قال ولاتكره الحيلة فى اسقاط الشفعة عند ابى يوسف رح وتكره عند محمد رح لان الشفعة انما وجبت لدفع الضرر ولو ابحنا الحيلة ما دفعناه ولابى يوسف رح انه منع عن اثبات الحق فلايعد ضرارا وعلى هذا الخلاف الحيلة فى اسقاط الزكاة۔

مسائل متفرقة

(۱۱۷) قال واذا اشترى خمسة نفردارا من رجل فللشفيع ان ياخذ نصيب احدهم وان اشتراها رجل من خمسة اخذها كلها او تركها والفرق ان فى الوجه الثانى باخذ البعض تتفرق الصفقة على المشترى فيتضرر به زيادة الضرر وفى الوجه الاول يقوم الشفيع مقام احدهم فلاتتفرق الصفقة ولافرق فى هذا بين ما اذا كان قبل القبض او بعده هو الصحيح الا ان قبل القبض لايمكنه اخذ نصيب احدهم اذا نقد ما عليه مالم

اگر اوس مکان مین کسی کا حق برآمد ہوگا تو شریفون کی بیع ہی باطل ہوجائگی اسلیے کہ یہ بیع صرف ہوا اور بیع صرف کے اندر قبضہ کرنیسے قبل اگر بائع اور مشتری

(۱۱۶) اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہین ہو مگر امام محمد رح کے نزدیک برا ہے اسواسطے کہ شفعہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور اگر اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مباح کیاجاے تو دفع ضرر کیونکر ہوسکتا ہے۔ ابو یوسف رح یہ جواب دیتے ہین کہ حیلہ کرنے مین دوسرے کے اثبات حق سے اپنی ذات کا بچانا مقصود ہوتا ہے اور اوس مین کسی کی ضرر رسانی مقصود نہین ہوتی۔ اسقاط زکوۃ کیلئے حیلہ کرنے مین بھی یہی اختلاف ہو

متفرق مسائل کا بیان

(۱۱۷) اگر پانچ شخصون نے ملکر ایک شخص سے مکان خریدا اور شفیع صرف ایک کا حصہ لینا چاہے تو لیسکتا ہے اور اگر ایک شخص نے پانچ شخصون سے ایک مکان مشترکہ خریدا اور شفیع صرف ایک بائع کا حصہ لینا چاہے تو نہین لیسکتا بلکہ اوسکو اختیار ہوگا کہ کل مکان کو لیلے یا بالکل شفعہ سے دست بردار ہوجاے اور دونون صورتون مین فرق یہ ہے کہ دوسری صورت مین اگر شفیع نے صرف ایک بائع کا حصہ لیا تو مشتری کے حق مین بیع کی تفریق لازم آئیگی جس مین اوسکا بہت ضرر ہے اور پہلی صورت مین اگر شفیع نے صرف ایک مشتری کا حصہ لیلیا تو بیع کی تفریق نہ لازم آئیگی اور باقی مشتریون کو کچھ ضرر نہوگا۔ قول صحیح یہ ہے کہ اس حکم مین قبل از قبضہ یا بعد قبضہ کے کچھ قید نہین ہے بلکہ دونون صورتون کا حال یکسان ہے اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر مشتریون کا ہنوز قبضہ نہین ہوا ہو اور شفیع نے ایک مشتری کا حصہ لینے کی غرض سے بقدر اوسکے حصہ کے بائع کو ثمن ادا کردیا تو جبتک باقی مشتری لوگ بھی اپنے اپنے حصہ کا ثمن ادا نہ کردینگے اوسوقت تک شفیع کو مکان

ينقد الاخر حصته كيلا يؤدي الى تفريق اليد على البائع بمنزلة احد المشتريين بخلاف ما بعد القبض لانه سقطت يد البائع وسواء سمى لكل بعض ثمنا او كان الثمن جملة لان العبرة في هذا للتفرق الصفقة لا للثمن وههنا تفريعات ذكرناها في كفاية المنتهى۔

(۱۱۸) قال ومن اشترى نصف دار غير مقسوم فقاسمه البائع اخذ الشفيع النصف الذي صار للمشتري او يدع لان القسمة من تمام القبض لما فيها من تكميل الانتفاع ولهذا يتم القبض بالقسمة في الهبة والشفيع لا ينقض القبض وان كان له نفع فيه بعود العهدة على البائع فكذا لا ينقض ما هو من تمامه۔

(۱۱۹) بخلاف ما اذا باع احد الشريكين نصيبه من الدار المشتركة وقاسم المشتري الذي لم يبع حيث يكون للشفيع نقضه لان العقد ما وقع مع الذي قاسم فلم تكن القسمة من تمام القبض الذي هو حكم العقد بل هو تصرف بحكم

حصہ پر قبضہ دیا جائیگا جس طرح کہ ایک مشتری اپنے حصہ کا ثمن ادا کرکے بقدر اوسکے مکان کو نہیں لے سکتا ہے جبتک باقی مشتری بھی ادا نکر دیں اسلیے کہ اسمین بائع کے قبضہ کی تفریق لازم آئیگی اور اسمین اوسکو زحمت ہوگی اور اگر مشتریوں نے قبضہ کر لیا ہے تو ایک کا حصہ لینے میں کچھ دقت نہوگی اسواسطے کہ اب بائع کا قبضہ نہیں رہا ہے اور ان صورتوں میں خواہ ہر حصہ کا ثمن جداجدا اقرار پایا ہو یا کل مکان کا ایک ثمن قرار پایا ہو دونوں کے حکم میں کچھ فرق نہیں ہے اسلیے کہ یہاں ثمن کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسبات کا اعتبار کیا گیا ہے کہ ایک عقد کی تفریق لازم آتی ہے یا نہیں ۔

(۱۱۸) اگر ایک شخص نے ایک غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خریدا اور بائع نے اوسکو تقسیم کرکے مشتری کا حصہ مشتری کو دیدیا تو اس مکان کی شفیع کو اختیار ہوگا کہ تقسیم کر دینے سے جس طرف مکان مشتری کے حصہ میں آیا ہے اوسکو لیلے ورنہ شفعہ سے دست بردار ہوجائے کیونکہ قبضہ تقسیم کر دینے سے کامل ہوتا ہے اسلیے کہ تقسیم کے بغیر انتفاع کامل نہیں حاصل ہو سکتا ولہذا ہبہ کے اندر جبتک تقسیم نہوجائے قبضہ کامل نہیں ہوتا بہرحال تقسیم کرنا قبضہ کا تتمہ ہے اور شفیع کو قبضہ کے باطل کرنیکا اختیار نہیں ہوتا اگرچہ اوسکے باطل کرنے میں شفیع کا نفع ہو بایں طور کہ مشتری کے قبضہ کو باطل کرکے بائع سے بذریعہ شفعہ کے مکان کو لیلے اور اگر بعد کو کچھ دقت پیش ہو تو بائع سے رجوع ۔

(۱۱۹) اگر ایک مکان میں دو شخص شریک ہیں اون میں سے ایک نے اپنا حصہ فروخت کر ڈالا اور دوسرے نے مشتری کو وہ حصہ تقسیم کرکے دیدیا تو شفیع کو اس تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار رہیگا اس لیے کہ اس جگہ وہ تقسیم بائع نے نہیں کی ہے لہذا یہ تقسیم قبضہ کا تتمہ نہ سمجھی جائیگی بلکہ ملکیت کی وجہ سے وہ ایک قسم کا تصرف سمجھا جائیگا

الملك فينقضه الشفيع كما ينقض بيعه وهبته۔

نہ شفیع اوسکو باطل کرسکتا ہی جس طرح مشتری کی ہبہ اور بیع کو باطل کرسکتا ہی

(۱۲۰) ثم اطلاق الجواب فی الکتاب یدل علی ان الشفیع یاخذ النصف الذی صار للمشتری فی ای جانب کان وهو المروی عن ابی یوسف رح لان المشتری لا یملك ابطال حقه بالقسمة وعن ابی حنیفة رح انه انما یاخذه اذا وقع فی جانب الدار التی یشفع بها لانه لا یبقی جارا فیما یقع فی الجانب الآخر۔

(۱۲۰) جامع صغیر کی عبارت مین چونکہ تخصیص نہین کی ہے اسلیے اوس سے معلوم ہوتا ہو کہ اگر بائع نے غیر منقسم مکان کا نصف حصہ فروخت کرکے بعد کو تقسیم کرکے مشتری کا حصہ علیحدہ کردیا تو شفیع کو ہر صورت مین مشتری کے حصہ کو لینے کا اختیار ہے خواہ یہ حصہ کسی جانب نکلے یعنے شفیع کی جوار مین ہو یا دوسری جانب کو ہو اور ابو یوسف رح سے بھی یہی مروی ہی اسلیے کہ تقسیم کرنے سے شفیع کی حق کو مشتری نہین باطل کرسکتا ہی مگر ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ اگر حصہ شفیع کی مکان سے متصل ہوگا تو شفیع اوسکو لیسکتا ہی ورنہ نہین لیسکتا اسلیے کہ اگر دوسری جانب ہو تو شفیع کو کچھ حق جوار نہین ہے

(۱۲۱) قال ومن باع دارا وله عبد ماذون علیه دین فله الشفعة وکذا اذا کان العبد هو البائع فلمولاه الشفعة لان الاخذ بالشفعة تملك بالثمن فینزل منزلة الشراء وهذا لانه مفید لانه یتصرف للغرماء۔

بخلاف ما اذا لم یکن علیه دین لانه یبیعه لمولاه ولا شفعة لمن بیع له۔

(۱۲۱) اگر ایک شخص نے اپنے ایک غلام کو تجارت کی اجازت دے رکھی ہو اور اس شخص نے کوئی مکان فروخت کیا تو اوس مکان کو شفعہ کے ذریعہ سے وہ غلام لیسکتا ہی بشرطیکہ اوس غلام پر لوگون کا قرضہ ہو اسی طرح اگر یہ غلام کوئی مکان فروخت کرے تو اوسکا مالک بذریعہ شفعہ کے مکان لے سکتا ہو اس لیے کہ شفعہ کے ذریعہ سے لینا خریدنے کے حکم مین ہے کیونکہ شفیع ثمن ادا کرکے مکان کا مالک بنتا ہے اور غلام کے اوپر قرضدار ہونیکی اسلیے قید لگائی ہو کہ قرضدار ہونیکی وجہ سے قرضخواہو نکیلیے اوسکے تصرفات ہونگے اور اگر قرضدار نہین ہی تو بیع مالک کی طرف سے فروخت کرتا ہو اور جس کی طرف سے بیع ہوتی ہی اوسکا شفعہ نہین ہی

(۱۲۲) قال وتسلیم الاب والوصی الشفعة علی الصغیر جائز عند ابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد وزفر رحمهم الله هو علی شفعته اذا بلغ۔

(۱۲۲) اگر باپ یا باپ کے وصی نے نابالغ کی طرف سے شفعہ کو ترک کردیا تو ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کے نزدیک اونکا ترک کردینا صحیح ہوگا اور محمد رح اور زفر رح کے نزدیک بالغ ہوجانیکی بعد وہ نابالغ اپنے شفعہ پر قائم ہوجائیگا مشائخ رح نے بیان کیا ہی

قالوا وعلى هذا الخلاف اذا بلغهما شراء دار بجوار دار الصبي فلم يطلبا الشفعة وعلى هذا الخلاف تسليم الوكيل بطلب الشفعة في رواية كتاب الوكالة وهو الصحيح۔

۱۲۳، لمحمد وزفر انه حق ثابت للصغير فلا يملكان ابطاله كديته وقوده ولانه شرع لدفع الضرر فكان ابطاله اضرارا به ولهما انه في معنى التجارة فيملكان تركه الا ترى ان من اوجب بيعا للصبي صح رده من الاب والوصي ولانه دائر بين النفع والضرر وقد يكون النظر في تركه ليبقى الثمن على ملكه والولاية نظرية فيملكانه وسكوتهما كابطالهما لكونه دليل الاعراض وهذا اذا بيعت بمثل قيمتها۔

فان بيعت باكثر من قيمتها بما لا يتغابن الناس فيه قيل جاز التسليم بالاجماع لانه تمحض نظرا وقيل لا يصح بالاتفاق لانه لا يملك الاخذ فلا يملك التسليم كالاجنبي وان بيعت باقل من

کہ اگر باپ یا باپ کے وصی کو معلوم ہو کہ نابالغ کے مکان کے متصل کوئی مکان فروخت ہوا ہے اور وہ شفعہ کو نہ طلب کرین تو اوس مین بہی یہی اختلاف ہو۔ اسی طرح مبسوط کی کتاب الوکالت کی صحیح روایت کے موافق اگر طلب شفعہ کی لیے کسی کو وکیل کیا اور وکیل نے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوس مین بہی یہی اختلاف ہو

۱۲۳، محمد اور زفر رح کی دلیل یہ ہو کہ شفعہ اوس نابالغ کا ایک حق ہے جو اس مکان مین ثابت ہوا ہی لہذا باپ یا باپ کا وصی اوسکو نہین باطل کر سکتا جسطرح کسی شخص پر نابالغ کے خونبہا یا اور کوئی قصاص ہو تو باپ یا باپ کا وصی اوسکو باطل نہین کر سکتا علاوہ برین شفعہ رفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہو اور اوسکے باطل کر دینے مین نابالغ کی ضرر رسانی ہو اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ کے ذریعے لین دین کرنے کو تجارت کا حکم ہے لہذا باپ اور وصی اوسکو باطل کر سکتے ہین جسطرح کوئی شخص نابالغ کے اوپر ایک بیع کو ثابت کر دے تو باپ اور وصی اسکو رد کر سکتے ہین دوسرے یہ کہ شفعہ کے لینے مین نفع اور ضرر دونون ہوتے ہین لہذا بعض اوقات مین اسکا چھوڑ دینا نابالغ کے حق مین خیر خواہی ہو سکتا ہو تاکہ ثمن اوسکے ملکیت مین داخل رہے اور باپ وغیرہ کی ولایت نظری ہو لہذا شفعہ کو ترک کر سکتے ہین اور انکا سکوت بھی باطل کرنے کے حکم مین ہو اسلیے کہ سکوت اعراض کی دلیل ہو مگر یہ اختلاف اسوقت ہو کہ وہ مکان برابر قیمت سے فروخت ہوا ہو اور اگر اسقدر زیادہ سے فروخت ہوا ہو کہ لوگ اسقدر نقصان کے متحمل نہین ہوتے ہین تو بعض کا قول ہو کہ ایسے وقت مین باپ اور وصی کا شفعہ کو ترک کر دینا بالاتفاق صحیح ہوگا اسلیے کہ اسمین محض خیر خواہی ہو اور بعض کا قول ہو بالاتفاق اون کا شفعہ کو ترک کر دینا غیر صحیح ہوگا اسلیے کہ جب وہ لینے کے مجاز نہین ہین تو ترک کرنے کے بھی مجاز نہین ہین

قيمتها محاباة كثيرة فعن ابي حنيفة رح انه لا يصح التسليم منهما ولا رواية عن ابي يوسف رح والله اعلم۔

بلکہ انکو ایسے وقت میں ایغبی کا حکم نہ۔ اور اگر یہ مکان رعایت کے ساتھ بہت ہی کم قیمت سے فروخت ہوا ہے تو ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ اس کا شفعہ کو ترک کردینا صحیح ہوگا اور ابو یوسف رح سے اسمیں کوئی روایت مروی نہیں ہے واللہ اعلم۔

تمت

الدر المختار فی الفقہ للمفتی محمد علاء الدین الحسکفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشفعة

مناسبته تملك مال الغير بغير رضاه۔

غصب کے بعد شفعہ کا بیان اسواسطے کیا ہے کہ شفعہ کے اندر بھی دوسرے کے مال کو بغیر اوسکی رضامندی کے لے لیتا ہے۔

(۱) هی لغة الضم وشرعاً تمليك البقعة جبرا على المشتري بما قام عليه بمثله لو مثليا والا فبقيمته

(۱) لغت میں شفعہ کا لفظ وصل کے معنے میں آتا ہے اور شرع میں ایک فروخت شدہ جایداد کا اگر ثمن مثلی ہے تو مثل دیکر ورنہ اوس کی قیمت دیکر مشتری سے جبراً لے لینے کا نام شفعہ ہے۔

(۲) وسببها اتصال ملك الشفيع بالمشتري بشركة اوجوار۔

(۲) شفعہ کا سبب اصل میں شفیع کی ملکیت کا مشتری کے ملکیت سے متصل ہونا ہے خواہ شرکت کے طور پر یا جوار کے طور پر

(۳) وشرطها ان يكون المحل عقارا سفلا كان او علوا وان لم يكن طريقه في السفل لانه التحق بالعقار بما له من حق القرار درر قلت

(۳) شفعہ کے اندر عقار کا ہونا شرط ہے اور جسطرح سے نیچے کا مکان عقار ہے اسیطرح بالاخانہ کو بھی عقار کا حکم ہے اگرچہ اوسکا راستہ نیچے کے مکان میں ہو کر نہو اسواسطے کہ بالاخانہ کو چونکہ نیچے مکان پر قائم رہنے کا حق ہے لہٰذا وہ بھی ایک غیر منقول

واما ماجزم به ابن الکمال فی اول باب ماهی فیه من ان البناء اذابیع مع حق القرار یلتحق بالعقار فرده شیخنا الرملی وافتی بعدمہا تبعا للبزازیة وغیرها فلیحفظ۔

چیز ہے اور ابن کمال نے جو یہ بات بیان کی ہو کہ اگر ایک مکان کی دیواریں مع حق قرار کے فروخت کیجائیں تو انکو عقار کا حکم ہو جاتا ہو تو شیخ رملی نے اس قول کا رد کیا ہو اور بزازیہ وغیرہ کے موافق اسبات کا فتوی دیا ہے کہ انکو عقار کا حکم نہیں ہوتا۔

(۴) ورکنها اخذ الشفیع من احد المتعاقدین عند وجود سببها وشرطها۔

(۴) شفعہ کا سبب اور شرط پائے جانے کے بعد بائع یا مشتری سے شفیع کو مکان کا لے لینا شفعہ کا رکن ہے۔

(۵) وحکمها جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنین۔

(۵) شفعہ کا حکم یہ ہے کہ اگر اوسکا سبب پایا جائے تو طلب کرنا صحیح ہو جاتا ہو اگرچہ برس گذر جائیں۔

(۶) وصفتها ان الاخذ بها بمنزلة شراء مبتدأ فیثبت بها ما یثبت بالشراء کالرد بخیار رؤیة وعیب۔

(۶) بذریعہ شفعہ کے کسی چیز کا لینا مستقل طور پر خریدنے کے بمنزلہ ہوتا ہے اور جو احکام خریدنے میں ثابت ہوتے ہیں وہ سب شفعہ میں بھی ثابت ہوتے ہیں مثلاً خیار رویت اور خیار عیب وغیرہ۔

(۷) تجب له لا علیه بعد البیع ولو فاسدا انقطع فیه حق المالك کما یاتی او بخیار للمشتری وتستقر بالاشهاد فی مجلسه ای طلب المواثبة فلا تبطل بعده و تملك بالاخذ بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملك الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حرره ملاخسرو۔

(۷) بیع کے بعد ایک شخص کا شفعہ دوسرے پر ثابت ہو جاتا ہو اگرچہ یہ بیع فاسد ہو جس میں مالک کا حق زائل ہو گیا ہو یا اس بیع میں مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو اور طلب مواثبت سے شفعہ قائم ہو جاتا ہو اور اگر یہ طلب نہ پائی جائے تو باطل ہو جاتا ہے اور شفیع مکان مشفوعہ کا اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ قاضی اوسکے لیئے مکان کا حکم دیدے یا باہمی رضامندی سے مدعی علیہ مکان کو اوس کے حوالہ کردے

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۸) بقدر رؤس الشفعاء لا الملك خلافا للشافعی۔

(۸) اگر ایک مکان میں بہت سے لوگ مختلف حصوں کے شریک ہوں اور ایک شخص اپنا حصہ فروخت کردے تو حنفیہ کے نزدیک سب شریک حق شفعہ میں

[illegible] شفعہ کا استحقاق ہوگا

(۹) للخليط فى حق يجب فى نفس المبيع ثم ان لم يكن او سلم له فى حق المبيع وهو الذى قاسم وبقيت له شركة فى حق العقار كالشرب والطريق خاصين۔

(۹) سب سے پہلے وہ شخص شفعہ کا مستحق ہوتا ہے جو نفس عقار کے اندر شریک ہو اگر وہ نہو یا شفعہ کو ترک کر دے تو وہ شخص مستحق ہوگا جو عقار کے حق مین شریک ہو یعنے عقار سے اوسنے اپنا حصہ تقسیم کر لیا ہو مگر صرف حق مین اوسکا حصہ باقی ہو مثلاً آبپاشی کا حق یا راستہ چلنے کا حق بشرطیکہ یہ دونون خاص ہون۔

(۱۰) ثم فسر ذلك بقوله كشرب نهر صغير لا تجرى فيه السفن وطريق لا ينفذ فلو عامين لا شفعة بهما بيانه شرب نهر مشترك بين قوم تسقى اراضيهم منه بيعت ارض منها فلكل اهل الشرب الشفعة ولو النهر عاما والمسئلة بحالها فالشفعة للجار الملاصق فقط۔

(۱۰) شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چلسکے اور طریق خاص سے بند راستہ مراد ہے انمین شرکت حاصل ہونے سے شفعہ کا حق ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ دونون خاص نہون بلکہ عام ہون تو حق شفعہ نہین ثابت ہوتا مثلاً ایک نہر کے آبپاشی مین لوگ شریک ہین اور اپنی اراضیات کو اس نہر سے پانی دیتے ہین تو ہر ایک شریک کو حق شفعہ ہوگا اور اگر یہ نہر بڑی ہے جسمین کشتیان چل سکتی ہین تو صرف فروخت شدہ اراضی کے جار کو حق شفعہ ہوگا۔

(۱۱) ثم لجار ملاصق ولو ذميا او ماذونا او مكاتبا بابه فى سكة اخرى وظهر داره لظهرها فلو بابه فى تلك السكة فهو خليط كما مر۔ [illegible]

(۱۱) شریک فی العقار اور شریک فی حق العقار کے بعد جار ملاصق کو حق شفعہ ہے اگرچہ وہ ذمی یا غلام ماذون یا مکاتب ہو اور جار ملاصق وہ شخص ہے جسکی مکان کی پشت بائع کے مکان سے ملی ہوئی ہو اور اسکا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہو اسلیے کہ اگر اوسی کوچہ مین اسکا دروازہ ہوگا تو وہ شریک فی حق العقار شمار کیا جائیگا

(۱۲) وواضع جذوع على حائط وشريك فى خشبة عليه جار ولو فى نفس الجدار فشريك ملتقى قلت لكن قال المصنف ولو كان بعض الجيران شريكا فى الجدار لا يتقدم على غيره من

(۱۲) اگر ایک شخص کی کڑیان دوسرے کے مکان کی دیوار پر رکھی ہوئی ہین یا یہ شخص صرف ان کڑیون کے اندر شریک ہے تو یہ شخص اوس مکان کا شریک نہ سمجھا جائیگا بلکہ دیوار کی وجہ سے اسکو شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر دیوار کے اندر شرکت ہے تو مکان کے اندر شریک سمجھا جائیگا مین کہتا ہون مگر مصنف نے بیان کیا ہے کہ اگر ایک جار مکان کی دیوار کے اندر شریک ہے

المجیران لان الشرکة فی البناء
المجرد بدون الارض لا یستحق
بها الشفعة وفی شرح المجمع

(۱۳) وکذا الجار المقابل فی السکة الغیر
النافذة الشفعة بخلاف
النافذة۔

(۱۴) اسقط بعضهم حقه من الشفعة
بعد القضاء فلو قبله فلمن بقی
اخذ الکل لزوال المزاحمة لیس
لمن بقی اخذ نصیب التارك
لانه بالقضاء قطع حق کل واحد
منهم فی نصیب الآخر زیلعی۔

(۱۵) ولو کان بعضهم غائبا یقضی
بالشفعة بین الحاضرین فی الجمیع
لاحتمال عدم طلبه فلا یؤخر
بالشك وکذا لو کان الشریك
غائبا فطلب الحاضر یقضی له
بالشفعة کلها ثم اذا حضر
وطلب قضی له بها فلو مثل
الاول قضی له بنصفه ولو فوقه
فبکله ولو دونه منعه
خلاصة۔

(۱۶) اسقط الشفیع الشفعة قبل
قبل الشراء لم یصح لفقد
شرطه وهو البیع۔

تو اُس کو اور لوگوں پر جو اُس مکان کے جار ہیں کچھ
تقدم ہوگا اسواسطے کہ صرف عمارت میں شریک
ہونے سے شفعہ کا مستحق نہیں ہوتا جبتک کہ زمین میں بھی شریک نہو۔

(۱۳) اگر ایک کوچہ سربستہ ہو تو جار مقابل کو بھی حق شفعہ ہوتا ہے
اور غیر سربستہ میں نہیں ہوتا۔

(۱۴) اگر شفعہ کے اندر کئی شخص شریک تھے اور ایک شخص نے
اپنا حق چھوڑ دیا باوجودیکہ قاضی نے اُسکو شفعہ کا حکم دیدیا تھا
تو باقی شرکا کو یہ استحقاق نہوگا کہ اس چھوڑنے والے کا حق بھی
لے لیں اسلیے کہ قاضی کے حکم دینے سے ہر ایک کا حق دوسرے
کے حق سے منقطع ہوگیا۔ اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے
ایک شخص نے شفعہ کو ترک کردیا تو باقی شرکا اوسکے حق کو بھی لے سکتے ہیں ع

(۱۵) اگر ایک مکان کے شفعہ میں کئی شخص شریک ہیں جنمیں سے
کچھ غائب اور کچھ حاضر ہیں تو ان حاضرین کے لیے کُل مکان میں
شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا اسلیے کہ ممکن ہے وہ غائب اپنے شفعہ کو
نہ طلب کرے لہذا صرف احتمال سے حاضرین کے حق میں تاخیر
نہ کیجائیگی۔ اسیطرح اگر ایک شفیع غائب ہے اور حاضر نے شفعہ کا
مطالبہ کیا تو اُسوقت کل شفعہ کا اوسکے لیے حکم دیدیا جائیگا
بعد ازاں اگر اُس غائب نے حاضر ہوکر شفعہ کی درخواست کی
تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیا جائیگا مگر وہ دوسرا اگر پہلے شفیع کے مثل ہے
تو نصف مکان کا اُسکو حکم دیا جائیگا اور اگر اوس سے اعلی درجہ کا ہے تو کل
مکان کا حکم دیا جائیگا اور اگر اُس سے ادنی درجہ کا ہے تو شفعہ سے

(۱۶) اگر مکان ہنوز فروخت نہیں ہوا تھا کہ شفیع اپنے شفعہ سے
دست بردار ہوگیا تو صحیح نہوگا اسلیے کہ ابھی شفعہ کی شرط
یعنی بیع نہیں پائی گئی۔

(۱۷) اراد الشفیع اخذ البعض وترك الباقی لم یملك ذلك جبرا علی المشتری لضرر تفریق الصفقة۔

(۱۷) اگر شفیع اسبات کا قصد کرے کہ مکان کا ایک حصہ لے لوں اور باقی کو ترک کر دوں تو مشتری کے بغیر رضامندی کے ایسا نہیں کر سکتا ہے اسلیے کہ اوس بیع کے متفرق کرنے میں مشتری کو ضرر ہے۔

(۱۸) ولو جعل بعض الشفعاء نصیبه لبعض لم یصح وسقط حقه به لاعراضه ویقسم بین البقیة بل لو طلب احد الشریکین النصف بناء علی انه یستحقه فقط بطلت شفعته اذ شرط صحتها ان یطلب الکل کما بسطه الزیلعی فلیحفظ۔

(۱۸) اگر ایک مکان کے شفعہ میں بہت سے لوگ شریک ہیں جنہیں سے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے ایک شریک کو دیدیا تو صحیح نہوگا مگر دینے والے کا حق اعراض کرنے کی وجہ سے ساقط ہوجائیگا اور باقی سب شریکوں پر اسکا حصہ تقسیم ہو جائیگا بلکہ اگر مکان کے شفعہ میں دو شخص شریک ہیں اور ایک نے اپنے حق کے موافق نصف مکان میں شفعہ چاہا تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ شفعہ کے صحیح ہونے میں کل مکان کا طلب کرنا شرط ہے چنانچہ زیلعی نے اسکی تفصیل بیان کی ہے۔

(۱۹) وصح بیع دور مکة فتجب الشفعة فیها وعلیه الفتوی اشباه قلت ومفاده صحة اجارتها بالاولی وقد قدمناه فلیحفظ لکنه یکره وتحققه فی الحظر۔

(۱۹) مکہ معظمہ کے مکانات کی بیع بھی صحیح ہوتی ہے اور اونمیں بھی شفعہ ثابت ہوتا ہے مفتی بہ قول یہی ہے میں کہتا ہوں اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اونکو کرایہ پر اوٹھانا بطریق اولی صحیح ہے چنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں مگر مکروہ ہے۔ کتاب الحظر والاباحۃ میں ہم اس کا بیان عنقریب تحقیق کے ساتھ کرینگے۔

(۲۰) ویصح الطلب من وکیل الشراء ان لم یسلم الی موکله وان سلم لا وبطلت هو المختار۔

(۲۰) اگر ایک شخص وکالۃً دوسرے کے لیے مکان خریدا تو شفیع اس وکیل پر شفعہ کا دعوی کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ مکان ہنوز موکل کے قبضہ میں اوس نے نہ دیا ہو اور اگر موکل کے قبضہ میں پہنچ گیا ہے تو وکیل پر نہیں۔

(۲۱) ولا شفعة فی الوقف ولا له نوازل ولا بجواره شرح مجمع وخانیة خلافا للخلاصة والبزازیة ولعل لا ساقطة قاله المصنف قلت وحمل شیخنا الرملی الاول علی الاخذ به والثانی

(۲۱) اگر کوئی شخص اپنا مکان وقف کر دے تو اوسمیں شفعہ نہوگا اسیطرح اگر مکان موقوفہ کے قریب کوئی مکان فروخت ہو تو وقف کرنے والیکو اوسمیں شفعہ نہوگا لیکن خلاصہ اور بزازیہ میں اسکے خلاف بیان کیا ہے مگر غالبًا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اونمیں لا کا کلمہ کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے جس کی وجہ سے یہ خلاف ہوگیا ہے چنانچہ مصنف علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے

على اخذه بنفسه اذا بيع ففي القبض حق الشفعة يبتني على صحة البيع انتهى فمفاده ان ما لا يملك من الوقف بحال لا شفعة فيه وما يملك بحال ففيه الشفعة واما اذا بيع بجواره او كان بعض المبيع ملكا وبعضه وقفا وبيع الملك فلا شفعة للوقف والله اعلم۔

مین کہتا ہون ہمارے شیخ رملی نے لا الدر لا بجواره کے یہ معنے کئیے ہین لا له یعنے وقف کے ذریعے شفعہ نہین ہوسکتا و لا بجواره یعنے وقف کا مکان اگر فروخت ہو تو اسکو بذریعہ شفعہ کے جانہین لے سکتا کیونکہ وقف کے اندر حق شفعہ بیع کے صحیح ہونے پر موقوف ہو انتہی اسکا حاصل یہ ہے کہ جو وقف کسی حال مین مملوک نہ ہوسکے اوسمین شفعہ نہین ہو اور جو کسی حال مین مملوک ہوسکتا ہو اوسمین شفعہ ثابت ہوتا ہی۔ اور اگر مکان موقوفہ کے جوار مین کوئی مکان فروخت ہو یا ایک مکان کا نصف مملوک اور نصف موقوف ہو اور وہ مملوک حصہ فروخت ہو تو وقف کرنے والے کو شفعہ ہوگا واللہ اعلم

باب طلب الشفعة

طلب شفعہ کا بیان

۲۲، ويطلبها الشفيع في مجلس علمه من مشتر او رسوله او عدل او عدد بالبيع وان امتد المجلس كالمخيرة هو الاصح درر وعليه المتون خلافا لما في جواهر الفتاوى انه على الفور وعليه الفتوى۔

۲۲، جس جلسہ مین شفیع کو مشتری یا اسکے قاصد یا اور کسی ایک پرہیزگار مرد یا معمولی دو مرد یا دو عورت اور ایک مرد کی زبانی بیع کا حال معلوم ہو تو اوسی جلسہ مین شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے اگرچہ وہ جلسہ بہت دیر تک ہو جسطرح مخیرہ کو اخیر جلسہ تک اختیار ہوتا ہے قول صحیح ہے اور متون کے اندر یہی مذکور ہے مگر جواہر الفتاوی مین بیان کیا ہو کہ فی الفور طلب شفعہ کرنا چاہیے اور اسی پر فتوی ہے۔

۲۳، بلفظ يفهم طلبها كطلبت الشفعة ونحوه كانا طالبها او طلبها وهو يسمى طلب المواثبة اى المبادرة والاشهاد فيه ليس بلازم بل لمخافة الجحود۔

۲۳، شفیع کو طلب شفعہ ان الفاظ کے ساتھ کرنا چاہیے جن سے شفعہ کی طلب مفہوم ہوسکے مثلا مین نے شفعہ کو طلب کیا یا مین شفعہ کا طالب ہون یا شفعہ کو طلب کرتا ہون اور اسکو طلب مواثبت کہتے ہین اسلیے کہ مواثبت مبادرت اور سرعت کے معنی مین ہو اور طلب مواثبت کے اندر لوگون کو گواہ کرنا صرف اسلیے مناسب ہوتا ہو کہ مدعا علیہ انکار نہ کریگا مگر ضروری نہین ہے

۲۴، ثم يشهد على البائع لو العقار في يده او على المشتري

۲۴، طلب مواثبت کے بعد شفیع کو طلب اشہاد جس کو طلب تقریر بھی کہتے ہین کرنا چاہیے یعنے بائع یا مشتری یا عقار کے پاس جاکر لوگون کو یہ

وان لم يكن ذا يد لانه مالك او عند العقار

طلب کرنے پر گواہ کرنا چاہیے مگر بائع کے پاس طلب اشہاد کرنے میں شرط ہے کہ اس وقت تک مکان پر بائع کا قبضہ ہو اور مشتری کے اندر قبضہ کا ہونا شرط نہیں ہے اسواسطے کہ وہ تو مالک ہے

(٢٥) فيقول اشترى فلان هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهدوا عليه وهو طلب الاشهاد ويسمى طلب التقرير۔

(٢٥) طلب اشہاد کرنے کا یہ طریق ہے کہ لوگوں سے کہدے فلان شخص نے فلان مکان خریدا ہے اور میں اوسمیں شفیع ہون اور طلب شفعہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ اسبات کے گواہ رہو۔

(٢٦) وهذا الطلب لابد منه حتى لو تمكن ولو بكتاب او رسول ولم يشهد بطلت شفعته وان لم يتمكن منه لا تبطل۔

(٢٦) شفعہ کے اندر طلب اشہاد کا ہونا بھی ضروری ہے کہ اگر شفیع کسی طور پر خواہ بذریعہ خط کے یا قاصد کے ذریعے سے جو طلب اشہاد کر سکتا ہے مگر اوس نے طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر کسی صورت سے طلب نہیں کر سکتا ہے تو باطل نہوگا۔

(٢٧) ولو اشهد فى طلب المواثبة عند احد هولاء كفاه وقام مقام الطلبين۔

(٢٧) اگر بیع کے مقام پر شفیع خود موجود تھا اور بائع یا مشتری یا مکان کے پاس اوسنے طلب مواثبت پر لوگونکو گواہ کر دیا تو اب اوسکو دوبارہ طلب اشہاد کی ضرورت نہ رہیگی

(٢٨) ثم بعد هذين الطلبين يطلب عند قاض فيقول اشترى فلان دار كذا وانا شفيعها بدار كذا لى او قال بسبب كذا كما فى الملتقى لتشمل الشريك فى نفس المبيع فمره يسلم الدار الى هذا لو قبضها المشترى وطلب الخصومة لا يتوقف عليه وهو يسمى طلب تمليك وخصومة

(٢٨) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد قاضی کے حضور شفیع کو اسطرح پر شفعہ کی درخواست کرنا چاہیے کہ فلان شخص نے فلان مکان خریدا ہے اور میں بذریعہ اپنے فلان مکان کے اسکا شفیع ہون یا فلان سبب سے اسکا شفیع ہون لہذا تو مشتری کو حکم دیدے کہ وہ مکان کو میرے حوالہ کرے مگر یہ اسوقت ہوگا کہ وہ مکان مشتری کے قبضہ میں آگیا ہو لیکن یہ طلب اسکے اوپر موقوف نہیں ہے اور اس طلب کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+ \+

(٢٩) وبتاخيره مطلقا بعذر او بغيره شهرا او اكثر لا تبطل الشفعة حتى يسقطها بلسانه به يفتى وهو

(٢٩) اگر طلب تملیک میں کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے خواہ کسی عذر سے یا بلا عذر خواہ ایک مہینہ تک یا زیادہ تو اس سے شفعہ باطل نہیں ہوتا جبتک خود زبان سے شفعہ کو ترک نہ کرے

ظاہر المذہب وقیل یفتی بقول محمد ان اخرہ شہرا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعا للضرر قلنا دفعہ برفعہ للقاضی لیامرہ بالاخذ او الترک۔

اسی پر فتوی ہو اور یہی ظاہر مذہب ہو اور بعض کے نزدیک محمد رح کے قول پر فتوی ہو کہ اگر بلا عذر ایک مہینہ تک تاخیر کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا ورنہ مشتری کا اوسمین ضرر ہے ہم کہتے ہیں یہ ضرر اسطرح دفع ہو سکتا ہو کہ مشتری قاضی کے روبرو چارہ جوئی کرے کہ قاضی شفیع کو مکان کے لینے یا شفعہ سے دست بردار ہونے کا حکم دیدے۔

(۳۰) واذا طلب الشفیع سأل القاضی الخصم عن مالکیۃ الشفیع لما یشفع بہ فان اقر بہا ای بملکیہ ما یشفع بہ او نکل عن الحلف علی العلم او برہن الشفیع انہا ملکہ سألہ عن الشراء ہل اشتریت ام لا فان اقر بہ او نکل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ الخلیط او علی السبب فی شفعۃ الجوار بخلاف الشافعی کما مر فی کتاب الدعوی او برہن الشفیع قضی لہ بہا ہذا اذا لم ینکر المشتری طلب الشفیع الشفعۃ فان انکر فالقول لہ بیمینہ ابن کمال۔

(۳۰) جسوقت شفیع قاضی کے روبرو شفعہ کا مطالبہ کرے تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ شفیع دعوی کرتا ہو وہ اس مکان کا مالک ہو یا نہیں اگر مدعی علیہ نے شفیع کی ملکیت کا اقرار کر لیا یا مالکیت کا انکار کرنے کے بعد اپنے علم کے موافق حلف کرنے سے بھی انکار کیا یا شفیع نے اپنے مالکیت کے گواہ پیش کر دیے تو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو نے مکان کو خریدا ہے یا نہیں اگر خریدنے کا اقرار کر لیا یا شریک کے شفعہ کی صورت مین منکر ہو کر حاصل پر حلف کیا یا شفیع نے گواہ پیش کر دیے یا شفعہ بالجوار کی صورت میں سبب پر حلف کرنے سے انکار کیا تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا بخلاف شافعی رح کے مگر یہ اسوقت ہو کہ مشتری شفیع کے طلب شفعہ کرنے سے انکار نہ کرے اور اگر انکار کیا تو قسم لیکر اوسکا قول مقبول ہو جائیگا۔

+ + + + +

(۳۱) وان لم یحضر الثمن وقت الدعوی واذا قضی لزمہ احضارہ وللمشتری حبس الدار لیقبض ثمنہ فلو قیل للشفیع ای بعد القضاء واما قبلہ فتبطل عند محمد لعدم التاکد کذا ذکرہ الزیلعی اد الثمن

(۳۱) دعوے کے وقت شفیع کو قاضی کے روبرو ثمن کا حاضر کرنا ضروری نہیں ہو بلکہ بغیر حاضر کیے شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا مگر حکم دینے کے بعد ثمن کا موجود کرنا ضروری ہو اور مشتری ثمن کے وصول پانے تک مکان کو روک سکتا ہو اور اگر قاضی نے شفیع کو ادائے ثمن کا حکم دیا اور پھر اوس نے تاخیر کی تو شفعہ باطل نہوگا مگر یہ اوسوقت ہو کہ قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دے چکا ہو اور اگر ہنوز حکم نہیں دیا تھا

فاخر لم تبطل شفعته

توممہ کے نزدیک باطل ہو جائیگا اسلیے کہ ہنوز اسکو استحکام نہین ہوا تھا

(۳۲) والخصم للشفیع المشتری مطلقا والبائع قبل التسلیم الاول بملکه والثانی بیده ابن کمال ولکن لا تسمع البینة علیه حتی یحضر المشتری لانه المالك ویفسخ بحضوره ولو سلم للمشتری لا یلزم حضور البائع لزوال الملك والید عنه ابن کمال ویقضی القاضی بالشفعة والعهدة لضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعهدة علی المشتری لو بعده لما مر

(۳۲) مشتری سے تو بہرحال شفیع دعوی کر سکتا ہے اسلیے کہ وہ مکان کا مالک ہے اور اگر بائع نے ہنوز مکان کو مشتری کے قبضہ مین نہین دیا ہے تو بائع پر قابض ہونے کی وجہ سے شفیع اوسپر بھی دعوی کر سکتا ہے مگر جبتک مشتری بھی بائع کے ساتھ حاضر نہو گا شفیع کے گواہ مشتری کے اوپر مسموع نہونگے اسلیے کہ مالک وہی ہے اور اوسیکے روبرو بیع کو قاضی فسخ کریگا اور شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیگا اور اگر بائع نے مکان کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا ہے تو قاضی کے روبرو بائع کے حاضر ہونے کی کچھ ضرورت نہین ہے اسلیے کہ اسکا قبضہ ہے نہ اوسکی ملک ہے اور اگر شفیع نے ثمن کو ادا کر کے مکان لے لیا بعد ازان مکان مین کسی کا حق برآمد ہوا تو مشتری کا قبضہ نہونے کی صورت مین بائع ذمہ دار ہوگا اور قبضہ ہو جانے کی صورت مین مشتری ذمہ دار ہوگا۔

(۳۳) للشفیع خیار الرویة والعیب وان شرط المشتری البراءة منه دون خیار الشرط والاجل اختیار

(۳۳) شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوتا ہے اگرچہ مشتری سے بائع نے عیب سے بری ہونے کی شرط کر لی ہو مگر شفیع کو خیار شرط اور خیار اجل ثابت نہین ہوتا۔

+ + + + +

(۳۴) وفی الاشباه الشفعة بیع فی کل الاحکام الا ضمان الغرور للجبر

[illegible]

(۳۴) اشباہ مین مذکور ہے کہ تمام احکام کے اندر شفعہ کو بیع کا حکم ہے بجز اوس صورت کے کہ بیع کے اندر فریب کی حالت مین بائع کو تاوان دینا پڑتا ہے اور شفعہ کے اندر نہین دینا پڑتا اسلیے کہ شفیع جبرا مکان کا مالک ہوتا ہے

(۳۵) وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن والدار مقبوضة والثمن منقود صدق المشتری بیمینه لانه منکر ولا یتحالفان وان برهنا فالشفیع احق لان بینته ملزمة

(۳۵) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف ہوا اور مکان مشتری کے قبضہ مین آچکا اور وہ ثمن ادا کر چکا ہے تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اسلیے کہ وہ منکر ہے اور دونون سے حلف نہ لیا جائیگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کر دیے تو شفیع کے گواہون کا اعتبار ہوگا اسلیے کہ اونسے ایک کا حق دوسرے کے اوپر ثابت ہوتا ہے۔

(۳۶) ادعی المشتری ثمنا وادعی

(۳۶) مشتری کہتا ہے مین نے یہ مکان سو روپیہ کو خریدا ہے اور بائع

بائعه اقل منه بلا قبضه فالقول
له ای للبائع ومع قبضه للمشتری
ولو عکسا فبعد قبضه القول للمشتری
وقبله یتحالفان وای نکل اعتبر
قول صاحبه وان حلفا فسخ البیع
ویاخذ الشفیع بما قال البائع
ملتقی۔ [illegible]

(۳۷) وحط البعض یظهر فی حق
الشفیع فیاخذ بالباقی وکذا
هبة البعض الا اذا کانت بعد القبض
اشباہ۔

(۳۸) وحط الکل والزیادة لا فیاخذ
بکل المسمی ولو حط النصف ثم
النصف یاخذ بالنصف الاخیر
ولو علم انه شراہ بالف فسلم ثم
حط البائع مائة فله الشفعة
کما لو باعه بالف فسلم ثم زاد
البائع له جاریة او متاعا
قنیه۔ [illegible]

(۳۹) وفی الشراء بمثلی ولو حکما
کالخمر فی حق المسلم ابن کمال
یاخذہ بمثله وفی الشراء القیمی
بالقیمة ای یوم الشراء ففی بیع
عقار بعقار یاخذ الشفیع کلا
من العقارین بقیمة الاخر۔

کہتا ہے مین نے پچاس کو فروخت کیا ہے مگر ہنوز مکان پر اسکا قبضہ نہیں ہوا ہے
تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر قبضہ ہوگیا ہے تو مشتری کا قول مقبول
ہوگا اور اگر اونکے برعکس صورت ہو یعنے مشتری پچاس کا اور بائع
سو کا مدعی ہے اور مشتری کا قبضہ ہوگیا تھا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور
اگر قبضہ نہین ہوا تھا تو دونون سے حلف لیا جائیگا اور جو شخص حلف سے
انکار کریگا اوس سے دوسرے کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون سے
حلف کر لیا تو بیع فسخ کر دیجائیگی اور بائع کے قول کے موافق شفیع مکان کو لیگا

(۳۷) اگر بائع نے مشتری کے حق مین ثمن کے اندر کچھ کمی کر دی
تو شفیع کے حق مین بھی کمی ہو جائیگی اور اوسی کمی کے ساتھ مکان کو لیگا
اسیطرح اگر بائع مشتری کے لیے کچھ ثمن ہبہ کر دے تو شفیع کے حق مین
کمی ہو جائیگی مگر وصول کر لینے کے بعد اگر کچھ ثمن ہبہ کیا ہے تو کمی نہوگی۔

(۳۸) اگر بائع نے مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیا یا مشتری نے کچھ
ثمن اپنی طرف سے بڑھا دیا تو شفیع کے اعتبار سے اس کا لحاظ نہ کیا
جائیگا بلکہ پورا ثمن دینا پڑیگا اور اگر بائع نے اولاً نصف ثمن کی
کمی کر کے بعد ازان باقی نصف کو بھی چھوڑ دیا تو اخیر نصف ثمن سے
شفیع مکان کو لے لیگا۔ اور اگر شفیع کو اولاً معلوم ہوا کہ وہ مکان ہزار کو
فروخت ہوا ہے یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان بائع نے سو روپیہ
کی کمی کر دی تو اوسکو شفعہ ثابت ہو جائیگا جسطرح بائع نے وہ مکان ہزار کو
فروخت کیا اور شفیع نے شفعہ نہ کیا بعد ازان بائع نے مکان کے ساتھ ایک

(۳۹) اگر کوئی مکان مثلی چیز کے ساتھ فروخت ہوا اگرچہ وہ چیز
حکماً مثلی ہو جسطرح مسلمان کے حق مین شراب کا حکم ہے تو اس صورت مین
شفیع مکان کے بدلے مثل دینا پڑیگا اور اگر قیمتی چیز کے ساتھ فروخت ہوا ہے
تو خریدنے کے وقت کی قیمت دینا پڑیگی اور اگر ایک مکان بعوض دوسرے
مکان کے فروخت ہوا تو ہر ایک مکان کا شفیع اوس مکان کو دوسرے
مکان کی قیمت دیکر لے لیگا۔

(۴۰) وفی الشراء بثمن مؤجل یاخذ بحال او طلب الشفعة فی الحال واخذ بعد الاجل ولا یتعجل ما علی المشتری لو اخذ بحال ولو سکت عنه فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت شفعته خلافا لابی یوسف۔

(۴۰) اگر ایک مکان ثمن مؤجل سے فروخت ہوا تو شفیع فی الحال ثمن دیکر مکان کو لے سکتا ہے یا اسکو چاہیے کہ طلب شفعہ تو فی الحال کرے مگر مدت گذرنے کے بعد مکان کو بذریعہ شفعہ کے لیلے اور اگر اوس نے فی الحال ثمن دیکر مکان کو لے لیا تو مشتری کو فی الحال بائع کے لیے ثمن ادا کرنا نہ پڑے گا اور اگر شفیع نے طلب شفعہ سے سکوت کیا اور اس مدت تک انتظار کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا بخلاف ابو یوسف رح کے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(۴۱) ویاخذ بمثل الخمر وقیمة الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لابد ان یکون البائع ایضا ذمیا والا یفسد البیع فلا ثبت الشفعة ابن کمال معزیا للمبسوط ویاخذ بقیمتهما لما مر لو کان الشفیع مسلما لمنعه عن تملیکها و تملکها ثم قیمة الخنزیر هنا قائمة مقام الدار لا مقام الخنزیر فلان الاجرم تملیکها بخلاف المرور علی العاشر۔ وطریق معرفة قیمة الخمر والخنزیر با لرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلفا فیه فالقول للمشتری عنایه۔

(۴۱) اگر بائع اور مشتری اور شفیع ذمی لوگ ہین اور مکان کی بیع شراب یا خنزیر سے ہوئی ہو تو شفیع کو شراب کے بدلے مین شراب اور خنزیر کے بدلے مین اوسکی قیمت دینی پڑیگی اور اس صورت مین بائع کا ذمی ہونا ضروری ہو اسلیے کہ اگر وہ مسلمان ہو تو بیع صحیح نہوگی اور شفعہ ثابت نہوگا اور اگر شفیع مسلمان شخص ہو تو دونون کے بدلہ اسکو قیمت ہی دینا پڑیگی اسواسطے کہ مسلمان شراب اور خنزیر کا لین دین نہین کرسکتا مگر اسجگہ خنزیر کی قیمت مکان کے قائم مقام سمجھی جائیگی خنزیر کے قائم مقام نہ سمجھی جائیگی والا دوسرے کا اسکو مالک بنا سکتا ہی بخلاف اوس صورت کے کہ ایک مسلمان نصاب کے قدر خنزیر لیکر عاشر کی طرف گذرے کہ اوس مسلمان سے خنزیر کی قیمت مین سے کچھ نہ لیا جائیگا اور اگر کافر ہو تو اوس سے لیا جائیگا۔ اور شراب یا خنزیر کی قیمت کا اندازہ کسی ذمی سے کرایا جائیگا جو مسلمان ہو گیا ہو یا کسی فاسق سے جس نے توبہ کرلی ہو اور اگر قیمت کے اندر اختلاف ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

(۴۲) ویاخذ الشفیع بالثمن و قیمة البناء والغرس مستحق القلع کما مر فی الغصب [illegible]

(۴۲) اگر مشتری نے اراضی کے اندر درخت لگالیے یا عمارت بنالی تو شفیع اوسکو زمین کا ثمن اور درختون اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لیلے جو اوکھاڑنے کی غرض سے اونکی قیمت اندازہ کیجائے جسطرح غصب کے اندر بیان

(٤٣) قلت واما لو دهنها بالوان كثيرة او طلاها بجص كثير خير الشفيع بين تركها او اخذها واعطاء مازاد الصبغ فيها لتعذر نقضه ولا قيمة لنقضه بخلاف البناء حاوي الزاهدي وسيجيء۔

(٤٣) مین کہتا ہون اگر مشتری نے ایک مکان خریدکر بہت سی لاگت لگا کر اوسپر قلعی وغیرہ یا اوسکی استرکاری کرائے تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ شفعہ چھوڑ دے خواہ اوسکے ثمن مین اسقدر دام زیادہ کر دے جتنی اسکے لاگت مین صرف ہوئے ہین اسلیے کہ اس قلعی اور پستر وغیرہ کا دیوارون پر سے جدا کرنا دشوار ہے اور چھڑا لینے کے بعد اوسکے پرت کچھ بھی قیمت نہین ہوتی بخلاف عمارت وغیرہ کے

(٤٤) لو بنى المشتري او غرس او كلف الشفيع المشتري قلعهما الا اذا كان في القلع نقصان الارض فان الشفيع له ان ياخذها مع قيمة البناء والغرس مقلوعة غير ثابتة قهستاني۔

(٤٤) اگر مشتری نے اراضی کے اندر عمارت بنالی یا درخت لگا لیے اور اوسکے اوکھاڑنے مین زمین کا نقصان ہے تو شفیع ثمن کے ساتھ درختون اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لے سکتا ہے جو اوکھاڑنے کی غرض سے اوسکی قیمت ہوتی ہو + +

+ + + + + +

(٤٥) وعن الثاني ان شاء اخذ بالثمن وقيمة البناء والغرس او ترك وبه قال الشافعي ومالك قلنا هي فيما لغيره فيه حق اقوى ولذا تقدم عليه فينقضه كما ينقض الشفيع جميع تصرفات المشتري حتى الوقف والمسجد والمقبرة والهبة زيلعي ودرر اهـ۔

(٤٥) ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ جس صورت مین مشتری نے عمارت وغیرہ بنالی ہو تو شفیع کو صرف یہ اختیار رہتا ہے کہ ثمن کے ساتھ عمارت وغیرہ کی قیمت دیکر اوسکو لے یا شفعہ کو ترک کر دے امام شافعی رح اور امام مالک رح کا قول بھی یہی ہے اور حنفیہ کہتے ہین کہ مشتری نے یہ عمارت وغیرہ ایسی اراضی مین بنالی ہے جسمین دوسرے کا حق مقدم ہے لہذا اوسکو تقدم ہے اسواسطے اسکا تصرف باطل ہوجائیگا جسطرح اوسکے تمام تصرفات جیسے کہ وقف کرنا یا مسجد یا مقبرہ بنانا یا ہبہ کرنا باطل ہوجاتا ہے۔

(٤٦) واما الزرع فلا يقلع استحسانا لان له نهاية معلومة ويبقى بالاجر۔

(٤٦) اگر مشتری نے اوس زمین مین کھیتی کر لی تو استحسان کے طور پر یہ حکم دیا جاتا ہے کہ شفیع اوسکو نہ اوکھاڑے اسلیے کہ اول تو وہ ایک خاص مدت تک رہتے ہین علاوہ برین شفیع کو اوسکی اجرت ملجائیگی۔

(٤٧) ورجع الشفيع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعة ثم بنى او غرس ثم استحقت ولا يرجع بقيمة البناء

(٤٧) اگر شفیع نے شفعہ کے ذریعہ سے ایک زمین لیکر اوس مین عمارت وغیرہ بنالی بعد ازان زمین مین کسی کا حق برآمد ہوا تو اپنے مدعی علیہ سے فقط ثمن واپس لے سکتا ہے اور عمارت وغیرہ کی قیمت

والغرس على احد لانه ليس بغرور بخلاف المشتري۔

کسی سے نہیں لے سکتا اسلیے کہ اسکو کسی نے فریب نہیں دیا ہے بخلاف مشتری کے کہ اسکو دھوکا ہو سکتا ہے۔

(۴۸) ويأخذ بكل الثمن ان خربت الدار او جف الشجر بلا فعل احد والاصل ان الثمن يقابل الاصل لا الوصف وهذا اذا لم يبق شئ من نقض او خشب فلو بقي واخذه المشتري لانفصاله من الارض حيث لم يكن تبعا للارض تسقط حصته من الثمن فيقسم الثمن على قيمة الدار يوم العقد وعلى قيمة النقض يوم الاخذ زيلعي۔

(۴۸) اگر خرید شدہ مکان خود بخود منہدم ہوگیا یا باغ کے درخت خود بخود خشک ہوگئے تو شفیع کو پورا ثمن دینا پڑیگا کم ثمن دے سکتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ثمن اصل مبیع کے مقابل ہوتا ہے وصف کے مقابل نہیں ہوتا مگر یہ اوسوقت ہے کہ مکان کا ملبہ اور درختوں کی لکڑی نہ باقی رہی ہو اور اگر باقی ہو اور مشتری نے زمین سے جدا ہونے کے بعد اوسکو لے لیا ہو تو وہ زمین کے تابع نہ رہیگا اور بقدر اوسکے ثمن میں کمی کر دیجائیگی مگر اوس ثمن کو مکان کی اوس قیمت پر جو خریدتے وقت تھی اور ملبہ کی اوس قیمت پر جو لیتے وقت ہے تقسیم کرینگے اور اوسکے حساب سے کمی کر دیجائیگی۔

* * * * *

(۴۹) قلت فلو لم يأخذه المشتري كان هلك بعد انفصاله لم يسقط شئ من الثمن لعدم حبسه اذ هو من التوابع والتوابع لا يقابلها شئ من الثمن وبالاخذ بالشفعة تحولت الصفقة الى الشفيع فقد هلك ما دخل تبعا قبل القبض ولا يسقط بمثله شئ من الثمن فافهمه شيخنا۔

(۴۹) اگر مکان خود بخود منہدم ہوگیا یا درخت خود بخود خشک ہوگئے اور زمین سے جدا ہو جانے کے بعد مشتری نے اوسکو نہیں لیا تھا وہ خود ہلاک ہوگئے تو ثمن میں سے شفیع کے حق میں کچھ کمی نہ کیجائیگی اسلیے کہ مشتری نے اسکو نہیں روک رکھا تھا اور وہ توابع میں سے ہونگے اور توابع کے مقابل میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے اور شفعہ کے ذریعہ سے لینے میں یہ بیع شفیع کی طرف منتقل ہوگئی اور قبضہ کرنے سے پہلے وہ چیز جو بالتبع بیع کے اندر داخل ہوئی تھی ہلاک ہوگئی اور ایسے وقت میں ثمن میں کچھ کمی نہیں ہوتی ہے شیخ رملی نے اسکو بیان کیا ہے۔

(۵۰) بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حيث يسقط من الثمن بحصته لان الفائت بعض الاصل زيلعي۔

(۵۰) اگر زمین کا ایک حصہ دریا برد ہو کر تلف ہوگیا تو بقدر اوسکے شفیع کے حق میں ثمن کم ہو جائیگا اسلیے کہ یہاں اصل مبیع کا حصہ فوت ہوگیا۔

* * * * *

(۵۱) ویاخذ بحصة العرصة من الثمن ان نقض المشتری البناء لانه قصد الاتلاف وفی الارض الافة سماویة ویقسم الثمن علی قیمة الارض والبناء یوم العقد بخلاف انهدامه کما مر لتقومه بالحبس۔

(۵۱) اگر مشتری نے مکان کو خود منہدم کردیا تو صرف زمین کے قدر ثمن ادا کرکے شفیع لیگا اسلیئے کہ یہان قصدا اوس نے عمارت کو تلف کیا ہو اور دیا برد ہو جانے کی صورت مین اسکا کچھ اختیار نہین تھا بلکہ وہ آفت سماوی تھی مگر اس صورت مین ثمن کو زمین اور عمارت کی اوس قیمت پر تقسیم کرینگے جو عقد کے زمانہ مین اوسکی قیمت ہوگی بخلاف اوس صورت کے کہ عمارت خود منہدم ہوجائے اسلیئے کہ روکنے سے اوسکی قیمت ہوجاتی ہے۔

(۵۲) ونقض الاجنبی کنقضه ای المشتری۔

(۵۲) اگر کسی اجنبی شخص نے مکان کو منہدم کردیا تو اوس کو بھی مشتری کے منہدم کرنے کا حکم ہے یعنے شفیع کے حق مین ثمن کم ہوجائیگا

(۵۳) والنقض بالکسر المنقوض له ای للمشتری ولیس للشفیع اخذه لزوال التبعیة بانفصاله ویاخذ ثمرها استحسانا لاتصاله۔

(۵۳) اگر مکان منہدم ہوگیا تو مکان کا ملبہ مشتری کو ملیگا شفیع نہ لیگا اسلیئے کہ زمین سے جدا ہوجانے کی وجہ سے وہ ملبہ زمین کے توابع مین سے نہین رہا گو درختون کا پھل شفیع کو استحسان کے اعتبار سے ملجائیگا اسلیئے کہ درختون کے ساتھ اوسکو اتصال ہے۔

(۵۴) من ابتاع ارضا ونخلا وثمرا او اثمر بعد الشراء فی یده وان جذه المشتری فلیس للشفیع اخذه لما مر او هلك بافة سماویة وقد اشتراها بثمرها سقطت حصته من الثمن فی الاول ای ثمرها بثمرها وبکل الثمن فی الثانی لحدوثه بعد القبض۔

(۵۴) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختون اور پھل کے خریدا یا خریدنے کے بعد مشتری کے پاس درختون پر پھل آگیا اور مشتری نے اوسکو کاٹ لیا تو شفیع اوسکو نہ لے سکیگا اور اگر مع پھل کے خریدا اور آفت سماوی سے ہلاک ہوگیا تو پہلی صورت مین بقدر اوس کے ثمن مین کمی کردیجائیگی اور دوسری صورت مین شفیع کو کل ثمن دینا پڑے گا اسلیئے کہ قبضہ کرنے کے بعد وہ پھل پیدا ہوا ہے۔

(۵۵) قضی بالشفعة للشفیع لیس له ترکها شرح وهبانیة لتحویل الصفقة الیه بخلاف ما قبل

(۵۵) جب قاضی نے شفیع کے لیئے شفعہ کا حکم دیدیا تو اب وہ شفعہ کو ترک نہین کرسکتا ہے اسلیئے کہ اب وہ عقد شفیع کیطرف منتقل ہوگیا بخلاف اوس صورت کے کہ قاضی نے

القضاء۔

ہنوز حکم نہ دیا ہو۔

(٥٦) الطلب في بيع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا وفي هبة بعوض مشروط ولا شيوع فيهما وقت التقابض وفي بيع فضولي او بخيار بائع وقت البيع عند الثاني ووقت الاجارة عند الثالث وبخيار مشتر وقت البيع اتفاقا مجتبى۔

(٥٦) بیع فاسد کی صورت مین طلب شفعہ بالاتفاق اوسوقت کرنا چاہیے جب بائع کا حق اوس سے منقطع ہو جائے اور جس ہبہ کے اندر عوض شرط کیا گیا ہو اور عوضین ایک مشترک اور غیر معین چیز ہین تو تقابض کے بعد طلب شفعہ کرنا چاہیے اور بیع فضولی یا اوس بیع مین جسکے اندر بائع کا اختیار شرط کیا گیا ہو ابو یوسف رح کے نزدیک بیع کی وقت اور امام محمد رح کے نزدیک اجازت کی وقت طلب کرنا چاہیے اور اگر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو تو بالاتفاق بیع کے وقت طلب کرنا چاہیے

(٥٧) من لم ير الشفعة بالجوار كالشافعي مثلا طلبها عند حاكم يراه يقول له هل تعتقد وجوبها ان قال نعم اعتقد ذلك حكم له بها والا يقل لا يحكم منية وبزازية

(٥٧) اگر ایک شافعی المذہب نے جو شفعہ بالجوار کا قائل نہین ہے ایسے قاضی کے روبرو شفعہ کا دعوی کیا جو اوسکا قائل ہے تو قاضی کو اوس سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو شفعہ بالجوار کو مانتا ہے اگر اوسنے کہدیا ہان مانتا ہون تب تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا جائے ورنہ حکم نہ دیا جائے۔

فروع

(٥٨) اخر الشفيع ايجاب الطلب لكون القاضي لا يراها فهو معذور وكذا لو طلب من القاضي احضاره فامتنع بخلاف سبت اليهودي كما يأتي۔

(٥٨) اگر شفیع نے طلب تملیک مین اسوجہ سے تاخیر کی کہ اوسکے شہر کا قاضی شفعہ بالجوار کا قائل نہین تھا تو شفیع معذور سمجھا جائیگا اسیطرح اگر شفیع نے قاضی سے مدعی علیہ کے حاضر کرانے کی درخواست کی اور قاضی نے اوسکو حاضر نہ کرایا تو شفیع معذور ہوگا اور اگر ایک یہودی نے ہفتہ کے روز بیع کی خبر سنکر طلب شفعہ مین تاخیر کی تو وہ معذور نہوگا

(٥٩) شرى ارضا بمائة فرفع ترابها وباعه بمائة ثم اخذها الشفيع بالشفعة اخذها بخمسين لان ثمنها يقسم على قيمة الارض يوم الشراء قبل رفع التراب وعلى

(٥٩) ایک شخص نے سو روپیہ کو ایک زمین خریدی اور اوسمین سے مٹی کھود کر سو روپیہ کو مٹی فروخت کر ڈالی بعدہ شفیع نے بذریعہ شفعہ کے اوسکو لے لیا تو شفیع کو پچاس روپیہ دینا پڑیگے اسواسطے کہ اوسکا ثمن زمین کی اوس قیمت پر جو خریدنے وقت بغیر مٹی کے کھودوائی تھی اور اوس مٹی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور وہ دونوں برابر

قيمة التراب الذى باعه وهما سواء ولو كبسها كما كانت فالجواب لا تفاوت ويقال للمشترى ارفع ما كبست فيها فهو ملك حاوى الزاهدى۔

مین اور اگر اوس مٹی کو ڈالکر زمین کو بدستور سابق ہموار کر دیا تو اوسکا حکم بھی یہی ہے اور مشتری سے کہا جائیگا تو نے جو اسکے اندر بھراؤ ڈالا ہے اوس کو اوٹھا کر بیجا اس لیے کہ وہ تیرا مال ہے۔

* * * *

(٦٠) وفيه شرى دارا الى الحصاد فليس للشفيع ان يعجل الثمن ويأخذها بالشفعة لانه ملكها ببيع فاسد انتهى قلت وسيجئ انه لا شفعة فيما بيع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء ونحوه وجبت۔

(٦٠) حاوی زاہدی مین بیان کیا ہو اگر کیک مکان باین قرارداد خریدا کہ اسکا ثمن اوسوقت ادا کرونگا جب کھیت کٹینگے تو شفیع نے الفور ثمن ادا کر کے شفعہ کے ذریعہ سے اوسکو نہین لے سکتا ہو اسلیے کہ مشتری بیع فاسد سے اوسکا مالک ہوا ہو مگر مین کہتا ہون عنقریب یہ مسئلہ آتا ہو کہ بیع فاسد کے اندر شفعہ ثابت نہین ہوتا اگرچہ مشتری کا قبضہ ہو گیا ہو اسلیے کہ فسخ کا احتمال باقی رہتا ہو مگر عمارت وغیرہ بنانے سے اگر فسخ ساقط ہو جائے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہو۔

(٦١) وفى المبسوط الهبة بشرط العوض انما تثبت الملك للموهوب له اذا قبض الكل فلو وهب دارا على عوض الف درهم فقبض احد العوضين دون الآخر ثم سلم الشفيع الشفعة فهو باطل حتى اذا قبض العوض الآخر كان له ان ياخذ الدار بالشفعة۔

(٦١) ہبہ بشرط العوض مین موہوب لہ اوسوقت مالک ہوتا ہو جب عوض اور معوض دونون قبضہ مین آجائین لہذا اگر ہوض ہزار روپیہ کے ایک مکان ہبہ کیا اور صرف مکان یا صرف روپیہ پر کسی کا قبضہ ہوا تھا کہ شفیع نے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوس کا شفعہ باطل ہوگا اور جب دوسری عوض پر قبضہ ہو جائیگا تو شفیع شفعہ کے ذریعے مکان کو لے لیگا۔

* * * *

باب ما تثبت هى فيه او لا تثبت

اس امر کا بیان کہ کن چیزون مین شفعہ ثابت ہوتا ہو اور کن چیزون مین نہین ثابت ہوتا

(٦٢) لا تثبت قصدا الا فى عقار ملك بعوض خرج الهبة هو مال

٦٢ اصالةً صرف عقار کے اندر شفعہ ثابت ہوتا ہو بشرطیکہ بعوض کسی قسم کے مال کے انسان کو عقار کی ملکیت حاصل ہو

خرج المهر وان لم يكن يقسم خلافا للشافعي كرحى اى بيت الرحى مع الرحى نهاية وحمام وبير ونهر وبيت صغير لا يمكن قسمته۔

اگرچہ وہ عقار ایسی چیز ہو جسکی تقسیم نہو سکے لہذا ہبہ کے طور پر یا مہر کے عوض مین اگر ملکیت حاصل ہو تو شفعہ ثابت نہین ہوتا اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک اوس عقار مین بھی شفعہ ثابت ہو جاتا ہے جسکی تقسیم نہین ہو سکتی جسطرح پنچکی حمام کنوان نہر چھوٹا سا مکان۔

(۶۳) لا فی عرض بالسکون ما ليس بعقار فيكون ما بعده من عطف الخاص على العام وذلك خلافا لمالك وبناء ونخل اذا بيعا قصدا ولو مع حق القرار خلافا لما فهمه ابن الكمال لمخالفته المنقول كما افاده شيخنا الرملي۔

(۶۳) غیر منقولات مین اور کشتی مین شفعہ ثابت نہین ہوتا مگر کشتی مین امام مالک رحمہ کا اختلاف ہے اور دیوار یا درخت مستقل طور پر فروخت ہو تو اوسمین بھی شفعہ نہین ثابت ہوتا اگرچہ مع حق قرار کے اوسکی بیع کیجائے مگر ابن کمال نے اسکے خلاف سمجھا ہے اسلیے کہ حق قرار کے ساتھ فروخت ہونے سے وہ منقول کے مانند ہو جائیگی جیسا کہ شیخ رملی نے اسکو بیان کیا ہے۔

* * * * *

(۶۴) ولا فی ارث وصدقة وهبة لا بعوض مشروط ودار قسمت او جعلت اجرة او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد ومهر وان قوبل ببعضها اى الدار مال لان معنى البيع تابع فيه واوجباها فى حصة المال۔

(۶۴) اگر ہبہ یا ارث یا صدقہ یا اوس ہبہ کے جسمین عوض کی شرط ہو کوئی مکان ملے یا ایک مکان کو شریک آپس مین تقسیم کرین یا بعوض ایک مکان کے کچھ مدت کے لیے کوئی مکان کرایہ پر لیا جائے یا بعوض ایک مکان کے بیوی اپنے خاوند سے خلع کرائے یا بعوض ایک مکان کے غلام کو آزاد کیا جائے یا قاتل مقتول کے وارثون کو ایک مکان دیکر صلح کرے یا ایک مکان مہر قرار دیا جائے تو ان مکانات مین شفعہ نہین ثابت ہوتا اگرچہ مکان کے ایک حصہ کے عوض مین کچھ مال دیا جائے

(۶۵) او دار بيعت بخيار البائع ولم يسقط خياره فان سقط وجبت ان طلب عند سقوط الخيار فى الصحيح وقيل عند البيع وصحح۔

(۶۵) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمین بائع کا اختیار شرط کیا گیا تو جب تک بائع کا اختیار ساقط نہو گا شفعہ ثابت نہو گا اور ساقط ہونے کے بعد ثابت ہو جائیگا بشرطیکہ اختیار کے ساقط ہوتے ہی طلب شفعہ پائی جائے قول صحیح یہی ہے اور بعض کے نزدیک قول صحیح یہ ہے کہ بیع کے

(۶۶) او بيعت الدار بيعا فاسدا ولم يسقط فسخه فان سقط حق فسخه كان بنى المشترى

(۶۶) اسیطرح اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہوا تو جب فسخ کا اختیار ساقط نہو گا شفعہ ثابت نہو گا اور اگر فسخ کا اختیار ساقط

فيها تثبت الشفعة كما مر او رد بخيار
رؤية او شرط او عيب بقضاء
متعلق بالاخير فقط خلافا لما زعمه
المصنف تبعا للدرر بعد ما سلمت
اى اذا بيع وسلمت الشفعة ثم رد
المبيع بخيار رؤية او شرط كيف
ما كان او بعيب بقضاء فلا شفعة
لانه فسخ لا بيع۔

ہو گیا مثلاً مشتری نے اوس میں کچھ عمارت بنالی تو شفعہ ثابت رہیگا
اسیطرح اگر خیار رویت یا شرط کیوجہ سے یا بحکم قاضی عیب کیوجہ سے
ایک مکان واپس ہوا اور واپس ہونے سے پہلے شفیع شفعہ کو ترک
کر دیکا تھا تو شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ وہ بیع نہیں ہے بلکہ پہلی بیع کا
فسخ ہے۔ درر کے موافق مصنف کا گمان یہ ہے کہ خیار رویت
اور شرط میں بھی واپس کرنے کے لیے قاضی کا
حکم چاہیے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(٦٧) بخلاف الرد بعيب بعد القبض
بلا قضاء او باقالة فان له الشفعة
لان الرد بعيب بلا قضاء والاقالة
بمنزلة بيع مبتدأ۔

(٦٧) اگر قبضہ کرنے کے بعد مشتری نے بلا حکم قاضی عیب کی
وجہ سے مکان کو واپس کر دیا یا باہمی رضامندی سے بائع اور مشتری نے
بیع کا اقالہ کر لیا تو شفیع کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ بغیر حکم قاضی
عیب کیوجہ سے واپس کرنے اور اقالہ کرنیکا بیع جدید کا حکم ہے۔

(٦٨) وتثبت الشفعة للعبد المأذون المستغرق بالدين
احاطة الدين برقبته وكسبه ليس
بشرط ابن كمال في مبيع
سيده۔
وتثبت لسيده في مبيعه
بناء على ان الاخذ بالشفعة
بمنزلة الشراء وشراء احدهما
من الآخر يجوز۔

(٦٨) اگر ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اوسکا ایک غلام ہے جسکو
اسنے تجارت کی اجازت دے رکھی ہے اور یہ غلام لوگوں کے قرض میں
مستغرق ہے تو اس مکان میں غلام کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اسقدر
دین کا ہونا شرط نہیں ہے کہ اوسکی ذات اور مال کو محیط ہو اسیطرح
اگر ایسا غلام کوئی مکان فروخت کرے تو مالک کو بھی شفعہ ہو جاتا ہے اسلیے
کہ بذریعہ شفعہ کے مکان کا لینا خریدنے کے حکم میں ہے اور ایسے
غلام اور مالک کے مابین خرید فروخت ہو سکتی ہے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(٦٩) وتثبت لمن شرى اصالة ووكالة او اشترى له
بالوكالة او فائدته انه لو كان
المشتري او الموكل بالشراء شريكا
وللدار شريك آخر فلهما الشفعة
ولو هو شريكا وللدار جار فلا شفعة

(٦٩) اگر ایک شخص اصالۃً یا وکالۃً ایک مکان خریدے
یا دوسرے کو وکیل کرکے خریدے تو اوسکا شفعہ باطل نہیں ہوتا اور اسکا
نتیجہ یہ ہے کہ یہ خریدنے والا یا موکل اوس مکان کے اندر شریک ہو
اور اوس مکان میں ایک شریک اور ہو تو ان دونوں کا شفعہ
ثابت رہیگا اور اگر شریک فقط یہی ہے مگر ایک شخص اوس مکان کا

للجار مع وجوده۔

(٧٠) لاشفعة لمن باع اصالة او وكالة او بيع له اي وكل بالبيع او ضمن الدرك والاصل ان الشفعة تبطل باظهار الرغبة عنها لا فيها۔

باب ما يبطلها

(٧١) يبطلها ترك طلب المواثبة تركه بان لا يطلب في مجلس اخبر فيه بالبيع ابن كمال وتقدم ترجيحه او ترك طلب الاشهاد عند عقار او ذي يد لا الاشهاد عند طلب المواثبة لانه غير لازم مع القدرة كما مر

(٧٢) ويبطلها تسليمها بعد البيع علم بالسقوط او لا فقط لا قبله كما مر ولو تسليمها من اب او وصي خلافا لمحمد فيما بيع بقيمته او اقل ملتقى۔

(٧٣) الوكيل يطلبها اذا سلم الشفعة او اقر على الموكل بتسليمه الشفعة صح لو كان التسليم او الاقرار عند القاضي والا لم يصح لكنه يخرج من الخصومة

(٧٤) وسكوت من يملك التسليم تسليم۔

(٧٥) ويبطلها صلحه منها على عوض

جار بھی ہو تو شریک کے ہوتے ہوئے جار کو شفعہ نہوگا۔

(٧٠) اگر اصالۃً یا وکالۃً ایک مکان کو فروخت کیا یا کسی دوسرے نے اوسکی طرف سے فروخت کیا یا یہ شخص بایں طور ضامن ہوگیا کہ اس مکان میں کسی کا حق برآمد ہو تو میں ذمہ دار ہوں ان سب صورتوں میں اس شخص کو شفعہ کا استحقاق نرہیگا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز سے شفیع کا شفعہ سے اعراض ظاہر ہو

اون امور کا بیان جنسے شفعہ باطل ہوجاتا ہے

(٧١) قول مرجح یہی ہے کہ اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوس جلسہ میں اوسنے طلب مواثبت نہیں کی تو شفعہ باطل ہوجائیگا اسیطرح اگر مکان یا بائع یا مشتری کے پاس جاکر طلب مواثبت کے بعد باوجود امکان کے طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔ مگر طلب مواثبت کے وقت گواہ کرنے سے شفعہ باطل نہیں ہوتا اسواسطے کہ گواہ کرنا ضروری نہیں ہے۔

(٧٢) اگر بیع کے بعد شفعہ کو ترک کردیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا خواہ شفیع کو اختیار کے ساقط ہونے کا علم ہو یا نہو اور بیع سے قبل ترک کردینے سے شفعہ باطل نہیں ہوتا اور اگر باپ یا وصی نے شفعہ کو ترک کردیا تو بھی نابالغ کا شفعہ باطل ہوجائیگا اور جس صورت میں

(٧٣) اگر ایک شخص کو طلب شفعہ کے لیے وکیل کیا اور وکیل نے شفعہ کو ترک کردیا یا اسبات کا اقرار کیا کہ میرے موکل نے شفعہ کو ترک کردیا ہو تو شفعہ باطل ہوجائیگا بشرطیکہ قاضی کے روبرو وکیل ترک یا اقرار کرے ورنہ باطل نہوگا البتہ اوسکے اوپر دعوی نہوسکیگا

(٧٤) جو شخص شفعہ کو زبان سے ترک کرسکتا ہو اوسکا سکوت کرنا بھی زبان سے ترک کرنے کے حکم میں ہے۔

(٧٥) اگر شفیع مدعی علیہ سے بجز اس مکان کے کچھ مال

ہو اوس سے شفعہ باطل ہوجاتاہے اور جس سے رغبت ظاہر ہو اوس سے نہیں باطل ہوتا۔

ہو برابر قیمت یا کم قیمت سے مکان فروخت ہوا ہو تو امام محمد رح کے نزدیک نابالغ کا شفعہ باطل نہوگا۔

ای غیر المشفوع لما یاتی وعلیہ ردہ لانہ رشوۃ ویبطلہا بیع شفعتہ بمال ولا یلزم المال وکذا الکفالۃ بالنفس بخلاف القود۔

(۷۶) ولو صالح علی اخذ نصف الدار ببعض الثمن صح ولو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا لجہالۃ الثمن عند الاخذ ولا تسقط شفعتہ۔

(۷۷) ویبطلہا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبلہ ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا تبطل۔

(۷۸) لا یبطلہا موت المشتری لبقاء المستحق۔

(۷۹) ویبطلہا بیع ما یشفع بہ قبل القضاء بالشفعۃ مطلقا علم ببیعہا ام لا وکذا لو جعل ما یشفع بہ مسجدا او مقبرۃ او وقفا مسجلا در ر۔

(۸۰) ولو باع بشرط الخیار لنفسہ لا تبطل لبقاء السبب۔

(۸۱) ویبطلہا شراء الشفیع من المشتری فلمن دونہ او مثلہ اخذہا منہ بالشفعۃ بالعقد الاول او الثانی بخلاف ما لو اشتراہا ابتداء

لیکر صلح کرلی تو شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑے گا اسلیے کہ وہ رشوت ہے اسیطرح اگر کوئی شخص شفعہ کو بعوض کچھ مال کے فروخت کر ڈالے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور مال لازم نہین ہوتا اور کفالت کا بھی یہی حکم ہے بخلاف قصاص کے۔

(۷۶) اگر شفیع نے مشتری سے نصف ثمن دیکر نصف مکان کے لینے پر صلح کرلی تو صحیح ہوگی اور اگر اوس مکان مین سے ایک کمرہ کے لینے اور اوسکی قدر ثمن ادا کرنے پر صلح کی تو صحیح نہوگی اسلیے کہ لیتے وقت ثمن مجہول ہے مگر اوس کا شفعہ نہ ساقط ہوگا۔

(۷۷) اگر شفیع مکان کو لینے سے پہلے مر گیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثون کو شفعہ کا حق نہ رہیگا خواہ طلب شفعہ کے بعد مرا ہو یا اوس سے پہلے مگر شافعی رح کے نزدیک نہین باطل ہوتا اور اگر قاضی نے اوسکی زندگی مین شفعہ کا حکم دیدیا تھا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(۷۸) اگر مشتری مر جائے تو شفعہ باطل نہین ہوتا اسلیے کہ شفعہ کا حقدار سو جود ہے۔

(۷۹) جس مکان کے ذریعہ سے شفیع کو شفعہ کا استحقاق تھا اگر وہ مکان شفیع نے فروخت کر ڈالا اور ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا تو بہرحال اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا خواہ اوسکو مکان مشفوعہ کی بیع کا اوسوقت تک علم ہوا ہو یا نہو اسیطرح اگر شفیع اپنے مکان کو مسجد یا مقبرہ کر دیا یا وقف کر دیا تو بھی اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۸۰) اگر شفیع نے اپنا مکان فروخت کیا اور اپنے لیے اختیار رکھنے کی شرط کر لیا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ ہنوز وہ مکان اوسکی ملک سے خارج نہین ہوا ہے۔

(۸۱) اگر شفیع نے مشتری سے مکان مشفوعہ کو خرید لیا تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اس شفیع کے برابر درجہ کا یا ادنی درجہ کا شفیع اوس مکان کو لے سکتا ہے خواہ بیع اول کے اعتبار سے لیوے خواہ بیع دوم کے اعتبار سے بخلاف اوس صورت کے کہ شفیع اول ہی مرتبہ اوس مکان کو

حیث لا شفعة لمن دونه۔

(۸۲) ولکن ابطلها ان استاجرها
او ساومها بیعا او اجارة ملتقی
او طلب منه ان یولیه عقد الشراء
او ضمن الدرک مستدرک بما مر
انها تبطل فی الکل لدلیل الاعراض
زیلعی۔

(۸۳) قیل للشفیع انها بیعت بالف
فسلم ثم علم انها بیعت باقل او ببر
او شعیر او عددی متقارب قیمته
الف او اکثر فله الشفعة ولو بان
انها بیعت بدنانیر او بعروض
قیمتها الف فلا شفعة والفرق
بینهما ان هذا قیمی وذاک مثلی
فربما یسهل علیه وان کثر۔

(۸۴) ولو علم ان المشتری زید
فسلم ثم بان انه بکر فله الشفعة
ولو علم ان المشتری هو مع غیره
کان له اخذ نصیب غیره لعدم التسلیم فی حقه۔

(۸۵) ولو بلغه شراء
النصف فسلم ثم بلغه شراء الکل
فله الشفعة فی الکل۔

(۸۶) وفی عکسه بان اخبر بشراء
الکل فسلم ثم ظهر شراء النصف
لا شفعة له علی الظاهر لان التسلیم

بائع سے خریدے کہ اسکا شفعہ باطل نہیں ہوتا اور اس سے ادنی درجہ کو ثابت نہیں

(۸۲) اگر شفیع نے مشتری سے مکان کو کرایہ پر لیا یا اس سے مکان کی
قیمت یا کرایہ ٹھیرایا یا مشتری سے اسبات کی درخواست کی کہ جتنے کو
تو نے خریدا ہو اسی قیمت کو میرے ہاتھ فروخت کردے یا فروخت
ہوتے وقت مشتری کے لیے ضامن ہوگیا کہ اس مکان میں کسی کا حق
برآمد ہو تو میں ذمہ دار ہوں تو ان سب صورتوں میں اعراض کی دلیل
پائے جانے سے شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۸۳) شفیع کو اولا معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے
یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان معلوم ہوا ہزار سے کم کو فروخت
ہوا ہے یا بعوض گیہوں یا جو یا ایسی چیز کے جو شمار کے حساب سے فروخت
ہوتی ہے وہ مکان فروخت ہوا ہے جسکی قیمت ہزار یا ہزار سے زیادہ ہے
تو پھر اسکا شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر دوسری مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ
بعوض اشرفیوں یا بعوض غلام یا گھوڑے وغیرہ کے فروخت ہوا ہے جنکی قیمت
ایکہزار ہے تو شفعہ ثابت نہوگا اور فرق یہ ہے کہ یہ ذوات القیم میں سے ہیں اور
وہ ذوات الامثال میں سے اور بسا اوقات مثل کا دینا آسان ہوتا ہے اگرچہ زیادہ ہو

(۸۴) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان زید نے خریدا ہے اور یہ سنکر اوسنے
شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان معلوم ہوا کہ بکر نے خریدا ہے تو اوسکو شفعہ ثابت
ہو جائیگا اور اگر دوسری دفعہ یہ معلوم ہوا کہ زید نے اور بکر نے ملکر خریدا ہے تو بکر
کے حصہ کو لیسکتا ہے زید کے حصہ کو نہیں لے سکتا اسلیے کہ بکر کے حصہ میں اوسنے
شفعہ [illegible]

(۸۵) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان کا نصف حصہ فروخت ہوا ہے اور
یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان معلوم ہوا کل فروخت ہوا ہے تو وہ کل
مکان میں شفعہ کر سکتا ہے۔

(۸۶) شفیع کو اولا معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہوگیا بعد ازان
معلوم ہوا اوسکا نصف فروخت ہوا ہے تو ظاہر مذہب کے موافق اوسکو
اب شفعہ نہ ثابت ہوگا اسلیے کہ جب کل مکان میں شفعہ کو ترک کردیا تو

فی الکل تسلیم فی کل ابعاضه بخلاف عکسه۔

اوس کے کل اجزا مین بھی ترک کر دیا بخلاف پہلی صورت کے۔

(۸۷) ثم شرع فی الحیل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب حد الشفیع فلا شفعة لعدم الاتصال والقول بان نصب ذراعا سهو۔

(۸۷) بعض حیلے ایسے ہین جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے یا خود شفیع دعوی نہین کرتا۔ ازانجملہ ایک حیلہ یہ ہے کہ بائع اپنے کل زمین کو فروخت کرے مگر ایک ذراع شفیع کے قریب سے بیچ اندر مستثنی کر دے کہ اب وہ شفیع باقی زمین مین شفعہ کا دعوی نہین کر سکتا اسلیے کہ باقی زمین کو اوسکی زمین سے اتصال نہین پایا جاتا۔

(۸۸) وکذا لا شفعة لو وهب هذا القدر للمشتری وقبضه۔

(۸۸) اگر ایک مکان مین سے صرف ایک ذراع ہبہ کے طور پر مشتری کو دیدیا اور مشتری کا اوسپر قبضہ کرا دیا اور باقی مکان کو اوسکے ہاتھ فروخت کر دیا تو شفیع کچھ نہین کر سکتا ہے۔

(۸۹) وان ابتاع سهما منه بثمن ثم ابتاع بقیتها فالشفعة للجار فی السهم الاول فقط والباقی للمشتری لانه شریك۔

وحیلة کله ان یشتری الذراع او السهم بکل الثمن الا درهما ثم الباقی بالباقی ولیس له تحلیفه بالله ما اردت به ابطال شفعتی وله تحلیفه بالله ان البیع الاول ما کان تلجئة مؤید زاده معزیا للوجیز۔

(۸۹) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری مکان کے ایک حصہ کو یا بالفرض ایک گز زمین کو جو شفیع کی زمین سے متصل ہے پورے مکان کے ثمن مین سے ایک روپیہ کم کر کے خریدے بعدازان باقی مکان کو ایک روپیہ سے خریدے کہ یہان صرف پہلے حصہ مین شفیع دعوی کر سکتا ہے مگر گرانی کی وجہ سے وہ اوسکو نہ لیگا اور باقی مکان مین دعوی نہین کر سکتا اسلیے کہ مشتری اوس مکان کا شریک اور یہ شفیع اوسکا جار ہے اور شریک کو جار پر تقدم ہے اور اس مین یہ شفیع اسبات کا حلف نہین لے سکتا کہ یہ کارروائی مین نے تیرا شفعہ باطل کرنے کی غرض سے نہین کی البتہ اسبات کا حلف لیسکتا ہے کہ یہ بیع جو میرے اور مشتری کے مابین ہوئی ہے فرضی طور پر نہین تھی۔

(۹۰) وان ابتاعه بثمن کثیر ثم دفعه ثوبا عنه فالشفعة بالثمن لا بالثوب فلا یرغب فیه وهذه حیلة تعم الشریك والجار لکنها تضر بالبائع اذ یلزمه کل الثمن اذا یستحق المنزل فالاولی بیع دراهم الثمن بدینار

(۹۰) ایک حیلہ ایسا ہے کہ اوسمین نہ شریک کا شفعہ چلسکتا ہے نہ جار کا چل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ بائع اوس مکان کو مشتری کے ہاتھ بہت زیادہ ثمن سے فروخت کرے اور یہ مشتری بعوض اوس ثمن کے بائع کو ایک کپڑا دیدے جسکی قیمت مکان کی اصل قیمت کے برابر ہو کہ اس صورت مین اگر شفیع مکان کو لینا چاہیگا تو اوس کپڑے کی قیمت دیکر نہین لے سکتا بلکہ اوسکو وہی ثمن دینا پڑیگا جو بیع کے وقت قرار پایا ہے مگر اسمین بائع کا ضرر ہے اسلیے کہ اگر بالفرض

ليبطل الصرف اذا استحق وحيلة
اخرى احسن واسهل وهي المتعارفة
في الامصار ذكرها بقوله۔
وكذا لو اشترى بدراهم
معلومة بوزن او اشارة مع قبضة
فلوس اشير اليها وجهل قدرها
وضيع الفلوس بعد القبض في المجلس
لان جهالة الثمن تمنع الشفعة
درر قلت ونحوه في المضمرات
وينبغي ان الشفيع لو قال
انا اعلم قيمة الفلوس وهي كذا
ان ياخذها بالدراهم وقيمتها
كما لو اشترى دارا بعرض او عقار
للشفيع اخذها بقيمته كما مر
قاله۔
المصنف ثم نقل عن مقطعات
الظهيرية ما يوافقه قلت ووافقه
في تنوير البصائر واقره شيخنا لكن
تعقبه ابنه في زواهر الجواهر
بانه مخالف للاول ولما في المتون
والشروح مقدم على الفتاوى كما
مر مرارا انتهى۔
(۹۱) وقد منا انه لا شفعة فيما بيع
فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال
الفسخ نعم اذا اسقط الفسخ بالبناء ونحوه

مکان کے اندر کسی کا حق برآمد ہوا تو مشتری کو وہی ثمن واپس کرنا پڑیگا بخلاف
ہو اور اگر یہ کیا جائے کہ اوس کا ثمن روپیہ قرار دیکر اشرفیان اوسکے بدلے
لے لی جائین کہ حق برآمد ہونے سے یہ اشرفیاں کہ روپیہ کے ساتھ بیع باطل
ہوجائیگی اور اشرفیان واپس کرنا پڑینگی۔ اور ایک حیلہ مشہور و متعارف
یہ ہے کہ مثلاً ایک مکان کچھ روپیون کے ساتھ فروخت کیا جائے جنکی تعداد معلوم ہو بلحاظ
وزن یا اشارہ سے انکو تعین کر دیا جائے اور روپیہ کے ساتھ ایک مٹھی پیسے بھی
دیدیے جائین جنکی تعداد بھی مجہول ہو مگر صرف اشارہ سے انکو تعین کر دیا
جائے اور اوسی جلسہ مین قبضہ کر لینے کے بعد وہ پیسے کہین صرف کر دیے جائین
تو اب شفیع اوس مکان کو نہین لے سکتا ہے اسواسطے کہ اسوقت اوسکے ثمن کا
تعین نہین ہوسکتا مگر اس صورت مین اگر شفیع بیان کرے کہ پیسونکی قیمت
مجکو معلوم ہے اور وہ قیمت یہ ہے تو مناسب ہے کہ وہ مکان شفیع کو روپیہ کے
بدلہ روپیہ اور پیسون کے بدلہ اونکی قیمت لیکر دلا دیا جائے جسطرح کوئی
مکان بعوض مکان یا بعوض غلام وغیرہ کی فروخت ہو تو شفیع کو اوسکے
بدلہ قیمت ادا کرنا پڑتی ہے مصنف کا قول یہی ہے پھر مقطعات ظہیریہ سے
بھی اسی کے مطابق نقل کیا ہے۔ مین کہتا ہون تنویر الابصار مین بھی
اوسکی موافقت کی ہے اور ہمارے اوستاذ نے بھی اوسکو تسلیم کیا ہے
مگر اونکے فرزند نے زواہر الجواہر مین اونکا تعاقب کیا ہے کہ یہ قول
پہلے قول کے مخالف ہے اور متون اور شروح کے اندر جو مسائل
مذکور ہین فتاوے پر اون کو تقدم ہے چنانچہ
کئی مرتبہ ہم اس بات کو پہلے بھی بیان کر چکے
ہین۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۹۱) بیع فاسد کے اندر شفعہ نہین ثابت ہوتا اگرچہ مشتری کا
قبضہ ہوگیا ہو اسلیے کہ اوسمین فسخ کا احتمال باقی رہتا ہے البتہ
جسوقت کہ یہ احتمال جاتا رہے مثلاً مشتری زمین کے اندر عمارت

وجبت والله اعلم۔

وغیرہ بنالے تو شفعہ ثابت ہو جائیگا واللہ اعلم۔

(۹۲) تكره الحيلة لاسقاط الشفعة بعد ثبوتها وفاقا كقوله للشفيع اشتره مني ذكره البزازي۔

(۹۲) کسی کا شفعہ ثابت ہو جانے کے بعد اوسکے ساقط کرنے کیواسطے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہو مثلاً شفیع سے کہنا کہ تو مجھسے مکان خرید لے اگر وہ دہوکہ مین آگیا اور اوسنے کہا اچھا تو شفعہ باطل ہو جایگا۔

(۹۳) واما الحيلة لدفع ثبوتها ابتداء فعند ابي يوسف لا تكره وعند محمد تكره ويفتى بقول ابي يوسف في الشفعة قيده في السراجية بما اذا كان الجار غير محتاج اليه واستحسنه محشي الاشباه وبعده وهو الكراهة في الزكوة والحج واية السجدة جوهرة ولا حيلة موجودة في كلامهم لاسقاط الحيلة بزازية قال وطلبناها كثيرا فلم نجدها۔

(۹۳) ثبوت شفعہ سے پہلے اگر حیلہ کیا جائے جس سے شفعہ نہ ثابت ہونے پائے تو ابو یوسف رح کے نزدیک مکروہ نہین ہو مگر محمد رح کے نزدیک مکروہ ہو اور فتوی ابو یوسف رح کے قول پر ہو اور سراجیہ کے اندر حیلہ کرنے کو اوس صورت کے ساتھ خاص کیا ہو جسمین جار کو اوسکی ضرورت نہو اور اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہو اور زکوۃ و حج و آیت سجدہ کے اندر حیلہ کرنا مکروہ ہے۔ فقہاء کے کلام مین اسقاط حیلہ کے لیے بھی کوئی حیلہ کرنا مذکور نہین ہے بزازیہ والے نے بیان کیا ہے کہ ہم نے اس کی بہت تلاش کی مگر ہم کو نہین ملا۔

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

(۹۴) اذا اشترى جماعة عقارا والبائع واحد تعدد الاخذ بالشفعة بتعددهم فللشفيع ان ياخذ نصيب بعضهم ويترك الباقي وبعكسه وهو ما اذا تعدد البائع واتحد المشتري لا يتعدد الاخذ بها بل ياخذ الكل او يترك لان فيه تفريق الصفقة على المشتري بخلاف الاول لقيام الشفيع مقام احدهم فلم تتفرق الصفقة بلا فرق بين كونه قبل القبض او بعده سمى لكل بعض ثمنا

(۹۴) اگر چند لوگون نے ملکر ایک شخص سے مکان خریدا تو شفیع کو اختیار ہوتا ہو کہ صرف ایک خریدار کے حصہ کو شفعہ کے ذریعہ سے لیلے اور باقی کے حصہ کو ترک کردے اور اگر چند لوگون سے ایک مکان مشترک ایک شخص نے خریدا تو شفیع کو اختیار نہوگا کہ صرف ایک بایع کے حصہ کو لیلے اور باقی کو ترک کردے بلکہ یا تو اوسکو کل مکان لینا پڑے گا یا بالکل ترک کرنا پڑے گا اسلیے کہ اس صورت مین ایک بیع کا مشتری پر تفرقہ لازم آئیگا بخلاف پہلی صورت کے کہ اوسکے اندر شفیع ایک مشتری کے قائم مقام ہو جائیگا اور عقد کی تفریق نہ لازم آئیگی اور اس حکم مین اسبات کی کچھ تخصیص نہین ہو کہ قبل از قبضہ ہو یا بعد از قبضہ ہر حصہ مکان یا ہر ایک مشتری کا جدا جدا ثمن قرار پایا ہو یا اسکی کچھ تفصیل نہو اسلیے کہ بیان اتحاد بیع کا اعتبار ہو

او سمى لكل جملة لان العبرة هنا لاتحاد الصفقة لا لاتحاد الثمن۔

اتحاد ثمن کا اعتبار نہین ہے۔

\+ + + + + +

(۹۵) واعلم انه لو طلب الحصة فهو على شفعته۔

(۹۵) معلوم کرو کہ صورت مذکورہ مین اگر شفیع نے صرف ایک حصہ مین شفعہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہوگا۔

(۹۶) ولو اشترى دارين او قريتين بمصرين صفقة اخذها شفيعهما معا او تركهما لا احدهما ولو احدهما بالمشرق والاخرى بالمغرب شرح مجمع ويأتى۔

(۹۶) اگر دو مکان یا دو گانون جو دو شہرونکے اندر واقع ہین ایک بیع سے فروخت ہوے اور ایک شخص کا ان دونون مین شفعہ ہو تو اس شفیع کو اختیار ہوگا کہ ان دونون کو لے لیوے یا دونون کو ترک کر دے صرف ایک کو نہین لے سکتا ہو اگرچہ ایک مشرق مین اور دوسرا مغرب مین ہو۔

(۹۷) والمعتبر فى هذا اى العدد والاتحاد العاقد لتعلق حقوق العقد به دون المالك فلو وكل واحد جماعة فللشفيع اخذ نصيب بعضهم

(۹۷) وحدت اور تعدد کے اندر صرف عقد کرنے والے کا اعتبار ہو اسلیے کہ عقد کے احکام اوسیکے ساتھ متعلق ہوتے ہین اصل مالک کا اسمین کچھ اعتبار نہین ہو لہذا اگر ایک شخص نے چند لوگون کو مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ صرف ایک وکیل کے حصہ کے قدر لے

(۹۸) اشترى نصف دار غير مقسوم فقاسم المشترى البائع اخذ الشفيع نصيب المشترى الذى حصل له بالقسمة وان وقع فى غير جانبه على الاصح وليس له اى للشفيع نقضها مطلقا سواء قسم بحكم او رضى على الاصح لانها من تمام القبض حتى لو قاسم الشريك كان للشفيع النقض كما ذكره بقوله بخلاف ما اذا باع احد الشريكين نصيبه من دار مشتركة وقاسم المشترى الشريك الذى لم يبع حيث يكون للشفيع نقضه كنقض بيعه وهبته كما لو

(۹۸) اگر ایک شخص نے غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خرید کر بعد ازان بائع سے اوس نے مکان کو تقسیم کر لیا تو جس طرف کا حصہ مشتری کے حصہ مین آئیگا شفیع کو وہی حصہ لینا پڑے گا خواہ وہ حصہ شفیع کے مکان سے متصل ہو قول صحیح یہی ہے اور نیز قول صحیح کے موافق شفیع کو اوس تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار نہوگا خواہ وہ تقسیم باہمی رضامندی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے ہو اسلیے کہ تقسیم قبضہ کرنے کا تتمہ ہو بخلاف اوس صورت کے کہ زید و عمر ایک مکان مین شریک ہین اور عمر اپنا حصہ کسی کے ہاتھ فروخت کر دے بعد ازان مشتری زید سے مکان کو تقسیم کرے تو شفیع کو اس تقسیم کے باطل کرنے کا استحقاق ہوگا جسطرح مشتری کی بیع اور ہبہ وغیرہ کے باطل کرنے کا شفیع کو اختیار رہتا ہو علی ہذا القیاس اگر دو شخص ایک مکان کو خریدین جسمین یہ دونون شفیع ہون بعد ازان تیسرا شفیع حاضر ہو جائے اور اس عرصہ مین یہ دونون مشتری مکان کو باہم تقسیم کر چکے ہون

اشتری اثنان دارا وهما شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسما بقضاء او غیره فله ای للشفیع ان ینقض القسمة ضرورة صیرورة النصف ثلثا شرح وهبانیه۔

خواہ باہمی رضامندی سے تقسیم کرین یا بحکم قاضی تو اس تیسرے کو اونکی تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ اب دو مکان اون دونون کو نصف نصف نہ ملیگا بلکہ ثلث ثلث ملیگا۔

* * * * *

(۹۹) اختلف الجار والمشتری فی ملکیة الدار التی یسکن فیها الشفیع الذی هو الجار فالقول للمشتری لانه ینکر استحقاق الشفعة وللجار تحلیفه ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبه یفتی کما لو انکر المشتری طلب المواثبة فانه یحلف علی العلم وان انکر المشتری طلب الاشهاد عند لقائه حلف المشتری علی البتات لانه محیط به علما دون الاول حاوی الزاهدی ولو برهنا فبینة الشفیع احق وقال ابو یوسف بینة المشتری **فروع**۔

(۹۹) اگر شفیع بالجوار اور مشتری کے مابین اسبات مین اختلاف ہوا کہ جس مکان کے ذریعے سے شفیع دعوی کرتا ہے وہ اوسکی ملک ہے یا نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ استحقاق شفعہ سے منکر ہے اور شفیع کو ابو یوسف رح کے نزدیک یہ اختیار ہوگا کہ مشتری سے بایں طور حلف لے کہ خدا کی قسم مجھے نہین معلوم کہ وہ مکان شفیع کا ہے اور اسی پر فتوی ہے جسطرح مشتری طلب مواثبت کرنے سے منکر ہو تو شفیع مشتری سے اوسکے علم کے موافق حلف لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ شفیع نے مجھسے ملاقات کے وقت طلب اشہاد نہین کی تو مشتری سے قطعی طور پر حلف لیا جائیگا اسلیے کہ اوسمین شک کا احتمال نہین ہے بخلاف صورت اول کے اور اگر دونون نے گواہ پیش کردیے تو شفیع کے گواہون کو تقدم ہوگا اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کے گواہ مقدم ہون گے۔

* * * * *

(۱۰۰) باع ما فی اجارة الغیر وهو شفیعها فان اجاز البیع اخذها بالشفعة والا بطلت الاجارة وان ردها۔

(۱۰۱) شری لطفله والاب شفیعه فله الشفعة والوصی کالاب۔

قلت لکن فی شرح المجمع ما یخالفه۔

(۱۰۰) ایک مکان کسی کے پاس کرایہ پر ہے اور اوس کرایہ دار کا اوسمین شفعہ بھی ہے اب مالک مکان نے مکان کو فروخت کیا اور شفیع کی اجازت پر اوسکو موقوف رکھا اگر شفیع نے بیع کی اجازت دیدی تو اوسکا شفعہ باطل

(۱۰۱) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے ایک مکان خریدا اور شخص کا اوس مکان مین شفعہ بھی تھا تو شفعہ باطل ہوگا اور وصی کو بھی ایسا حکم ہے مین کہتا ہون مگر شرح مجمع مین اسکے خلاف بیان کیا ہے۔

(۱۰۲) لو كانت دار الشفيع ملاصقة لبعض المبيع كان له الشفعة فيما لازقه فقط ولو فيه تفريق الصفقة

(۱۰۲) اگر ایک مکان فروخت ہوا جسمین متعدد کمرے ہین اور ایک شخص کا مکان صرف ایک کمرے سے ملا ہوا ہو تو اس بیچکو صرف اوس کمرہ مین شفعہ ہوگا اگرچہ اوسمین عقد واحد کی تفریق لازم آئیگی۔

(۱۰۳) الابراء العام من الشفيع يبطلها قضاء مطلقا لا ديانة ان لم يعلم بها۔

(۱۰۳) اگر شفیع نے بائع سے کہدیا کہ تیرے اوپر جو کچھ میرا حق ہو بریکو اوس سے بری کرتا ہون اور اسکو یہ معلوم نہو کہ اسکے اوپر میرا شفعہ ہو تو عند القاضی

(۱۰۴) اذا اصبغ المشتري البناء فجاء الشفيع خير ان شاء اعطاه مازاد الصبغ او تركه۔

(۱۰۴) اگر مشتری نے اوس مکان پر قلعی وغیرہ کرادی بعد ازان شفیع نے حاضر ہو کر دعوی کیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ ثمن کے ساتھ قلعی وغیرہ کی لاگت بھی دیکر مکان کو لیلے۔ یا بالکل چھوڑ دے۔

(۱۰۵) اخر الطلب لكون القاضي لا يراها فهو معذور۔ ورمبره

(۱۰۵) اگر شفیع کے شہر مین ایسا قاضی کوئی نہین تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو اسواسطے اوسنے طلب تملک مین تاخیر کی تو اسکا شفعہ باطل نہ

(۱۰۶) يهودي سمع بالبيع يوم السبت فلم يطلب لم يكن عذرا قلت يوخذ منه ان اليهودي اذا طلب خصمه من القاضي احضاره يوم سبته فانه يلزمه الحضور ولا يكون سبته عذرا وهي واقعة الفتوى قاله المصنف قلت وهي في واقعات الحسامي۔ بكاء مير قره

(۱۰۶) اگر شفیع ایک یہودی شخص ہو اور ہفتہ کے روز اسکو بیع کا حال معلوم ہوا اسوجہ سے اوسنے طلب شفعہ نہین کی تو وہ معذور نہوگا اور شفعہ باطل ہو جائیگا۔ مین کہتا ہون اس سے ایک یہ مسئلہ نکلتا ہو کہ اگر یہودی کے اوپر کوئی شخص دعوی کرے اور یہ مدعی قاضی سے ہفتہ کے روز اوسکے حاضر کروانے کی درخواست کرے تو ہفتہ کی وجہ سے وہ معذور نہوگا بلکہ اسکو حاضر ہونا پڑیگا واقعۃ الفتوی مین اسی کا بیان کیا ہے مین کہتا ہون واقعات حسامی مین

(۱۰۷) ادعى الشفيع على المشتري انه احتال لابطالها يحلف في الوهبانية خلافه قلت وسنذكره لان ابن المصنف في حاشيته للاشباه ايده بما لا مزيد عليه فليحفظ۔

(۱۰۷) شفیع نے مشتری پر اسبات کا دعوی کیا کہ تو نے میرا شفعہ باطل کرنے کی غرض سے حیلہ کیا ہو تو شفیع اوس سے حلف لے سکتا ہے مگر وہبانیہ مین اوسکے خلاف مذکور ہو مین کہتا ہون اسکو عنقریب ہم بیان کرینگے اسواسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے حاشیہ مین نہایت درجہ اسکی تائید کی ہے۔

(۱۰۸) تعليق ابطالها بالشرط جائز۔

(۱۰۸) ابطال شفعہ کو کسی شرط کے ساتھ مشروط کرنا جائز ہے۔

(۱۰۹) لمدعوى في رقبة الدار وشفعته فيها يقول هذه الدار داري وانا

(۱۰۹) اگر ایک شخص کسی مکان مین شفعہ کا بھی مدعی ہو اور خود اوس مکان کے مالکیت کا بھی مدعی ہو تو یہ بات ممکن ہو مگر اوسکو

ادعیها فان وصلت الی ولانا علی شفعتی فیها

(۱۱۰) استولی الشفیع علیها بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لا یکون ظالما والا کان ظالما۔

(۱۱۱) اشیاء علی عدد الرؤس لعقل والشفعة واجرة القسام والطریق اذا اختلفوا فیه الکل فی الاشباه۔

(۱۱۲) لا شفعة لمرتد عنایة۔

+ + + + + +

(۱۱۳) صبی شفیع لا ولی له لا تبطل شفعته وان نصب القاضی فیما یطلبها جاز جواهر۔

(۱۱۴) شری کرما وله شفیع غائب فاثمرت الاشجار فاکلها المشتری ثم الی الشفیع واخذه ان الاشجار وقت القبض مثمرة سقط بقدره والا لا لانه لا حصة له من الثمن حینئذ مؤید زاده معزیا لواقعات الحسامی۔

(۱۱۵) وفی الوهبانیة ویاخذ فیما اشتری لصغیره اب ووصی للبلوغ یؤخر ولیس له تفریق دارین بیعتا ولو غیر جار فالتفرق احدث وما ضر اسقاط التحیل مسقطا وتعلیفه فی المنکر لا شک انکر

بایں طور دعوی کرنا چاہیے کہ یہ مکان میرا ہے اور میں اسکا مدعی ہوں گر …

(۱۱۰) اگر بغیر حکم قاضی شفیع نے مکان پر قبضہ کر لیا تو دیکھا جائیگا کہ اسنے کیونکر قبضہ کیا ہے اگر کسی عالم کے قول پر اعتماد کر کے ایسا کیا ہے تو کچھ ظلم نہوگا ورنہ وہ ظالم سمجھا جائیگا۔

(۱۱۱) چند چیزیں ایسی ہیں کہ جتنے لوگ اونکے شریک ہوتے ہیں اونپر وہ چیزیں برابر برابر تقسیم ہوتی ہیں اگرچہ اونکی شرکت مختلف طور پر ہو …

(۱۱۲) مرتد کا شفعہ نہیں ثابت ہوتا۔

+ + + + + + +

(۱۱۳) ایک نابالغ کا کسی مکان میں شفعہ ہے اور اسکا کوئی ولی نہیں ہے تو اوسکا شفعہ باطل ہوگا اور اگر قاضی اوسکی طرف سے کسی شخص کو طلب کے لیے مقرر کر دے جو اوسکا پیرو کار ہو تو بھی جائز ہے۔

(۱۱۴) ایک شخص نے باغ خریدا اور اوسکا شفیع غائب تھا اس عرصہ میں درختوں پر پھل تیار ہو گئے اور مشتری نے اونکو کھا لیا بعد اسکے شفیع نے حاضر ہو کر شفعہ کے ذریعہ سے باغ کو لے لیا تو دیکھا جائیگا کہ مشتری کے قبضہ میں جس وقت وہ باغ آیا ہے اوس وقت اوسکے اوپر پھل تھا یا نہیں اگر اوس وقت پھل تھا تو بقدر اوسکے شفیع کے ثمن میں کمی ہو جائیگی ورنہ کمی نہوگی اسواسطے کہ ثمن کا کوئی حصہ ایسی صورتیں اونکے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔

(۱۱۵) وہبانیہ میں بیان کیا ہے اگر باپ یا باپ کے وصی نے نابالغ کے لیے ایک مکان خریدا جسمیں انکا شفعہ ہو تو انکا شفعہ باطل نہوگا مگر اوسکی وقت بلوغ تک تاخیر کیجائیگی اور اگر ایک شخص نے دو مکان فروخت کیے جن میں کسیکا شفعہ ہو تو اس شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ ایک مکان کو خرید لے اور دوسرے کو چھوڑ دے اور اگر وہ دوسرے مکان کا جار دوسرا ہو تب تو خواہ مخواہ تفریق کیجائیگی اور اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور حیلہ کر نیکی

تمام شد

شرح الوقاية فى الفقه لمولانا عبيد الله بن مسعود بن تاج الشريعة

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الشفعة

(١) م هى تملك عقار على مشتريه جبرا بمثل ثمنه ش اى بمثل ثمن المشترى وهو الثمن الذى اشترى به۔

(١) شفعه کے معنے ہین مالک ہونا عقار کا مشتری پر جبر کر کے اوس کی مثل ثمن ادا کر کے یعنے جس ثمن سے مشتری نے لیا ہے اوسکے مثل ثمن دیکر جبرا اُس سے لے لینا۔

(٢) م وتجب بعد البيع ش المراد بالوجوب الثبوت۔

(٢) شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے۔

(٣) م وتستقر بالاشهاد ش اذ حق الشفعة قبل الاشهاد متزلزل لانه بحيث لو اخر فى الطلب تبطل فاذا اشهد استقراى لا تبطل بعد ذلك بالتاخير۔

(٣) گواہ کرنے سے شفعہ کا استحکام ہو جاتا ہو اسلیے کہ حق شفعہ بطلب اشہاد کے پہلے متزلزل رہتا ہے کیونکہ شفیع اگر اوسکی طلب مین تاخیر کرے تو باطل ہو جایگا اور اگر طلب اشہاد کر دے تو اُسکا استحکام ہو جایگا اب اسکے بعد تاخیر کرنے سے اوسکا بطلان نہین ہو سکتا۔

(٤) م ويملك بالاخذ بالتراضى

(٤) شفیع زمین کا اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ یا تو مدعی علیہ

او بقضاء القاضی بقدر رؤس الشفعاء لا الملک ش ای انما یملک العقار اذا اخذه الشفیع برضا وبرضی المشتری وقوله او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لا علی التراضی لان القاضی اذا حکم یثبت الملک للشفیع قبل اخذه۔

اپنی خوشی سے وہ زمین اوسکو دیدے یا قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے اور اوسکی تقسیم موافق تعداد شفعاء کے ہوتی ہے نہ بقدر حصے کے یعنے شفیع اوس عقار کا مالک جبھی ہوتا ہے کہ باہمی رضامندی سے عقار کو مشتری سے لیلے اگر بغیر اوسکے رضامندی کے لیگا تو مالک نہو جائیگا اور بقضاء القاضی کا عطف لفظ اخذ پر ہے نہ التراضی پر اسلیے کہ جب اوسکے لیے قاضی کا حکم ہو جائیگا تو لینے سے قبل اوسکی ملکیت ثابت ہو جائیگی۔

(٥) م للخلیط فی نفس المبیع ثم له فی حق المبیع ش ای ثم للشریک فی حق المبیع۔

(٥) اولا شفعہ اوس شخص کے لیے ثابت ہوتا ہے جو خاص مبیع کے اندر شریک ہو ازان بعد اوس شخص کے لیے ثابت ہوتا ہے جسنے شریک سے اپنا حصہ جدا کر لیا ہو مگر حقوق مبیع مین اوسکی شرکت باقی ہے۔

(٦) م کالشرب والطریق الخاصتین ش کشرب نهر لا تجری فیه السفن وطریق لا ینفذ۔

(٦) طریق خاص اور شرب خاص مین شرکت ہونے سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو بند ہو اور شرب خاص سے اتنی چہوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چل سکتی ہو۔

(٧) م ثم لجار ملاصق بابه فی سکة اخری کواضع جذع علی الحائط ش انما ذکر واضع الجذع لیعلم انه جار ولیس بخلیط ولا یشترط للجار الملاصق وضع الجذع حتی لو لم یکن له شیء علی الحائط یکون جارا ملاصقا۔

(٧) شریک فی حق المبیع کے بعد اوس جار کو حق شفعہ ہے جسکا مکان مکان مبیعہ سے ملا ہوا ہو لیکن اوسکے مکان کا دروازہ کسی دوسرے کوچہ مین ہو مثلا ایک شخص اپنے مکان کی کڑیان مکان مبیعہ پر رکھے کیونکہ کڑیان رکھنے والا جار ہی شمار کیا جائیگا شریک نہ شمار کیا جائیگا اور جار ملاصق کے لیے کڑیون کا رکھنا کچھ ضروری نہیں ہے کہ اگر مکان مبیعہ کی دیوار پر اس جار کا کچھ بھی حق نہو گا تب بھی وہ جار ملاصق سمجھا جائیگا۔

✦ ✦ ✦ ✦

(٨) وعند الشافعی رح لا یثبت الشفعة للجار بل للاولین۔

(٨) شافعی رح فرماتے ہین کہ شفعہ خاص خلیط فی نفس المبیع اور خلیط فی حق المبیع کے لیے ثابت ہوتا ہے نہ جار ملاصق کے لیے۔

(٩) م ویطلبها الشفیع فی مجلس علمه بالبیع بلفظ یفهم طلبها کطلبت الشفعة ونحوه ش مثل انا طالب

(٩) شفیع کو جب بیع کی اطلاع ہو تو مجلس علم مین وہ ایسے الفاظ سے شفعہ طلب کرے جنسے طلب شفعہ سمجھی جائے مثلا یون کہے کہ مین شفعہ کا طالب ہون یا مین نے شفعہ کی طلب کی اسکے کرخی رح قائل ہین۔

للشفعة اما طلبها واعتبار مجلس العلم اختيار الكرخي۔

* * * * *

(۱۰) وعند بعض المشائخ رح ليس له خيار المجلس حتى ان سكت ادنى سكوت تبطل شفعته۔

(۱۰) بعض مشائخ رحمہ فرماتے ہین کہ شفیع کو خیار مجلس نہین ہو بلکہ اوسکو جسوقت شفعہ کی خبر ہو پہنچے فوراً اوسکی طلب کرے اگر تھوڑی سی دیر بھی سکوت کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جایگا۔

م و هو طلب مواثبة ش انما سمي بهذا ليدل على غاية التعجيل كان الشفيع يثب ويطلب الشفعة۔

اور اس طلب کا نام طلب مواثبت ہو اور طلب مواثبت کے نام رکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اس طلب مین بہت جلدی کا ہونا گویا کہ شفیع کودتا جاتا ہے اور شفعہ کو طلب کرتا جاتا ہے۔

(۱۱) م ثم يشهد عند العقار او على من معه من بائع او مشتر فيقول اشترى فلان هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهدوا عليه وهو طلب اشهاد ش۔

(۱۱) طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد کرنا چاہیے اور اوسکا یہ طریقہ ہو کہ شفیع عقار پر جاکر یا اوس شخص کے پاس کہ جسکے قبضہ مین وہ جایداد ہو خواہ وہ بائع ہو یا مشتری یون کہے کہ اس مکان کو زید نے خرید اہو اور مین اوسکا شفیع ہون اور بلاشبہ مین نے اپنا شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی مین اسکو طلب کرتا ہون تم اوسپر گواہ رہو۔

(۱۲) اعلم ان هذا الطلب انما يجب عند التمكن من الاشهاد عند الدار او عند صاحب اليد حتى لو تمكن ولم يشهد بطلت شفعته۔

(۱۲) معلوم کرو کہ یہ طلب ایک ضروری امر ہے جبکہ شفیع کو مکان یا قابض کے پاس جاکر گواہ کرنے کی قدرت ہو حتے کہ اگر باوجود قدرت کے طلب اشہاد نہ کی تو اوس کا شفعہ باطل ہو جایگا۔

* * * * *

(۱۳) وفي الذخيرة اذا كان الشفيع في طريق مكة فطلب طلب المواثبة وعجز عن طلب الاشهاد عند الدار او عند صاحب اليد يوكل وكيلا ان وجد وان لم يجد يرسل

(۱۳) ذخیرہ مین مذکور ہے کہ اگر شفیع مکہ کے راستہ مین ہو اور اوسنے بیع کا حال معلوم کرکے طلب مواثبت کی درخواست کی اور مکان پر یا قابض کے پاس جاکر طلب اشہاد سے عاجز ہو تو جسوقت موقع پائے تو ایک وکیل کرے اور اگر کوئی وکیل دستیاب نہو تو اوسکو قاصد یا خط کا بھیجنا چاہیے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے

رسولا او کتابا فان لم یجد فهو علی شفعته فاذ احضر طلب وان وجد ولم یفعل بطلت شفعته۔

(۱۴) م ثم یطلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار الکذا وانا شفیعها بدار کذا فمره یسلم الیّ وهو طلب تملیك وخصومة وبتاخیره لا تبطل الشفعة وقال محمد رح[۱۵] اذا اخره شهرا بطلت وبه یفتی واذا طلب سأل القاضی الخصم عنها ش ای عن مالکیة الشفیع الدار المشفوع بها۔

(۱۶) م فان اقر بملك ما یشفع به او نکل عن الحلف علی العلم بانه مالك کذا او برهن الشفیع سأله عن الشراء فان اقر به او نکل من الحلف علی الحاصل او السبب ش۔

(۱۷) اعلم ان ثبوت الشفعة ان کان متفقا علیه یحلف علی الحاصل بالله ما یستحق هذا الشفیع الشفعة علیّ وان کان مختلفا فیه کشفعة الجوار یحلف علی السبب بالله ما اشتریت هذه الدار لانه ربما یحلف علی الحاصل بمذهب

[illegible]

تو وہ اپنے شفعہ پر قائم ہی اور جب حاضر ہو طلب کرے اور اگر باوجود ان قدرت کے ان امور پر کچھ کارروائی نکی تو اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۴) شفیع کو ان طلبون کے بعد تیسری طلب قاضی کے پاس یون کرنی چاہیے کہ زید نے فلان مکان خریدا ہی اور مین اپنے فلان مکان کیوجہ سے اوس مکان بیچکا شفیع ہون تم مشتری کو حکم دو کہ وہ مکان مجکو حوالہ کردے اور اس طلب کا نام طلب تملیک اور طلب خصومت ہی اور اون دونون طلبون کے بعد اس طلب مین تاخیر کرنے سے شفعہ باطل نہین ہوتا امام محمد رح[۱۵] نے فرمایا ہی کہ اگر ایک مہینہ کی مدت تک طلب تملیک مین تاخیر کی تو شفعہ باطل ہو جایگا اور یہی قول مفتی بہ ہے۔

(۱۶) جسوقت شفیع نے قاضی کے پاس جا کر اپنے شفعہ کی درخواست کی تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ شفیع اوس مکان کا مالک ہے جسکی وجہ سے وہ دعوی کرتا ہی یا نہین اگر اقرار کر لیا یا اپنے علم پر قسم کہانے سے انکار کیا یا شفیع نے گواہ سنائے تو اسکے بعد قاضی کو اوس سے سوال کرنا چاہیے کہ تو نے مکان خریدا ہی یا نہین پس اگر اوسنے خریدنے کا اقرار کیا یا قسم کہانے سے حاصل

(۱۷) معلوم کرو کہ جسجگہ شفعہ کا ثابت ہونا متفق علیہ ہی تو اوسجگہ حلف حاصل پر لیا جایگا کہ قسم خدا کی اس شفیع کا مجہپر استحقاق شفعہ نہین ہی اور جس جگہ شفعہ کا ثابت ہونا متفق علیہ نہو بلکہ اوسمین اختلاف ہو جیسے شفعہ جوار تو وہان سبب پر حلف لیا جایگا کہ قسم خدا کی مین نے اس مکان کو نہین خریدا ہی اسواسطے کہ اگر یہان بھی حاصل پر حلف لیا جائے تو اوسکو گنجائش ہی کہ موافق مذہب شافعی رحمہ اللہ کے حلف کرے اور کتاب الدعوی مین

الشافعي رح وقد سبق في كتاب الدعوى۔

(١٨) م او برهن الشفيع قضى له بها وان لم يحضر الثمن وقت الدعوى واذا قضى لزمه احضاره وللمشتري حبس الدار بقبض ثمنه فلو قيل للشفيع اد الثمن فاخر لا تبطل شفعته والخصم البائع ان لم يسلم ش اى خصم الشفيع البائع ان لم يسلم المبيع الى المشتري۔

(١٩) م ولا تسمع البينة عليه حتى يحضر المشتري فيفسخ بحضوره ش۔

(٢٠) انما يشترط حضور البائع والمشتري لان الملك له واليد للبائع فاذا سلم الى المشتري لا يشترط حضور البائع لانه صار اجنبيا۔

(٢١) م ويقضى للشفيع بالشفعة والعهدة على البائع ش حتى يجب تسليم الدار على البائع وعند الاستحقاق يكون عهدة الثمن على البائع فيطلب منه

(٢٢) م وللشفيع خيار الروية والعيب وان شرط المشتري البراءة عنه۔

اوسکا بیان ہوچکا ہے۔

* * * * *

(١٨) اگر شفیع نے مدعی علیہ کے خریدنے پر گواہ سنا دے تو قاضی ان سب صورتون مین شفعہ کا حکم دے دیگا اگرچہ شفیع نے وقت دعوی کے ثمن حاضر عدالت نکیا ہو اور جب قاضی شفیع کو شفعہ کا حکم دیدے تو اب شفیع کو ثمن کا حاضر کردینا لازمی بات ہے اور مشتری کو اختیار ہے کہ تا قبضہ ثمن مکان مشفوعہ کو روک رکھے اور اگر شفیع سے ادائے ثمن کے لیے کہا گیا اور اوسنے ادائے ثمن مین تاخیر کی تو شفعہ باطل نہوگا اور جب تک بائع نے مکان مشفوعہ کو حوالہ مشتری کے نہین کیا ہو تو شفیع کا مدعی علیہ بائع ہوگا

(١٩) جب تک کہ مشتری حاضر عدالت نہو تو اوسکے اوپر گواہ نہ سماعت ہونگی اسلیے کہ وہی مالک ہے تو اوسکی موجودگی مین بیع کا فسخ ہونا چاہیے۔

(٢٠) بائع اور مشتری کے حاضر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ملک مشتری کی ہے اور قبضہ بائع کا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اگر مکان مشفوعہ مشتری کے قبضہ مین آگیا ہو تو بائع کو اجنبی ہونے کی وجہ سے عدالت مین حاضر ہونے کی ضرورت نہین۔

(٢١) اگر قاضی شفیع کو حکم شفعہ کا دے اور مکان مبیعہ بائع کے قبضہ مین ہے تو ثمن کی ذمہ داری بائع پر ہوگی حتے کہ بائع پر مکان کا تسلیم کرنا ضروری ہے اور اگر مکان مین کسی کا حق برآمد ہو تو ثمن کی ذمہ داری بائع پر ہے اوسی سے مطالبہ ثمن کا کیا جائیگا۔

(٢٢) شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوگا اگرچہ مشتری نے اوس سے ہر ایک قسم کی براءت شرط کرلی ہو

(٢٣) وان اختلف الشفيع والمشتري في الثمن صدق المشتري ش اي مع الحلف لان الشفيع يدعي استحقاق الدار عند نقد الاقل والمشتري ينكره۔

(٢٣) اگر مشتری اور شفیع کے مابین ثمن کے اندر اختلاف واقع ہو تو اوس مین مشتری کا قول مع حلف کے معتبر ہوگا اسلیے کہ شفیع فی الحقیقت اسبات کا مدعی ہے کہ مین تھوڑا ثمن دیکر اس مکان مبیعہ کا مستحق ہون اور مشتری اوس کا منکر ہے۔

(٢٤) م ولو برهنا فالشفيع احق ش هذا عند ابي حنيفة ومحمد رح وحجتهما ما ذكرنا وايضا يمكن صدق البينتين بجريان العقد مرتين فياخذ الشفيع بالاقل وعند ابي يوسف رح بينة المشتري احق لانها اكثر اثباتا۔

(٢٤) اگر مشتری اور شفیع دونون نے اختلاف ثمن کی صورت مین اپنے اپنے گواہ سنا دیے تو ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہون گے اون دونون کی دلیل ہم بیان کر چکے ہین اور نیز دونون کے گواہون کا سچا ہونا یون ممکن ہے کہ عقد بیع دو مرتبہ ہوئی ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ بذریعہ اس کے کہ کم داموں سے ہوئی ہے لیلے اور ابو یوسف رح کے نزدیک اس صورت مین مشتری کے گواہون کا اعتبار ہوگا اسلیے کہ اون سے

(٢٥) م وان ادعى المشتري ثمنا وبائعه اقل منه بلا قبضه فالقول له ش اي بلا قبض الثمن فالقول للبائع۔

(٢٥) اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ مین نے یہ مکان اتنی قیمت پر خریدا ہو اور بائع نے اوس سے کم قیمت مین فروخت کرنے کا دعوی کیا اور مشتری کو ہنوز اس اختلاف کی صورت مین ثمن نہین وصول ہوا ہو تو بائع کا قول معتبر ہوگا۔

(٢٦) م ومع قبضه للمشتري ش اي مع قبض الثمن القول للمشتري

(٢٦) اگر صورت مذکورہ بالا مین مشتری ثمن کو وصول کر چکا ہو تو مشتری کا قول مقبول ہوگا۔

(٢٧) م واخذ في حط الكل بالكل ش مسئلة حط البعض قد مرت في باب المرابحة بقوله والشفيع ياخذ بالاقل في الفصلين۔

(٢٧) اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دے تو شفیع کو مشتری کے لیے کل قیمت دینی ہوگی اور بعض ثمن کے کم کر دینے کا مسئلہ باب المرابحت مین والشفیع یاخذ بالاقل فی الفصلین کے تحت مین گذر چکا ہے۔

(٢٨) م وفي الشراء بثمن مثلي بمثله وفي غيره بالقيمة وفي عقار بعقار اخذ كل بقيمة الآخر وفي ثمن

(٢٨) اگر مشتری نے بعوض ثمن مثلی کے مکان خریدا ہو تو شفیع کو بھی ثمن کا مثل دینا چاہیے اور اگر اوسنے ثمن غیر مثلی سے خریدا ہو تو شفیع کو ثمن کی قیمت دینا چاہیے اور اگر کوئی جائداد

موجل بحال او طلب فی الحال واخذ بعد الاجل ش هذا عندنا واما عند زفر والشافعی رح فی قوله القديم فله ان ياخذه فی الحال بالثمن الموجل۔

(٢٩) م ولو سكت عنه بطلت ش ای ان سكت عن الطلب وصبر حتی يطلب عند الاجل بطلت شفعته۔

(٣٠) م وفی شراء ذمی بخمر او خنزير والشفيع ذمی بمثل الخمر وقيمة الخنزير والشفيع المسلم بقيمة كل وفی بناء المشتری وغرسه بالثمن وقيمتهما مقلوعين كما فی الغصب او كلف المشتری قلعهما ش ای اخذ الشفيع فيما اذا بنی المشتری او غرس بالثمن وقيمتهما مقلوعين او كلف المشتری قلع البناء والغرس والمراد بقيمتهما مقلوعين قيمتهما مستحق القلع كما مر فی الغصب وعن ابی يوسف رح انه لا يكلف بالقلع بل يخير بين ان ياخذ بالثمن وقيمة البناء والغرس وبين ان يترك وهو قول الشافعی رح لان التكليف بالقلع من احكام العدوان والمشتری هنا محق فی

بعوض کسی جايداد کے فروخت ہو تو ہر ايک جائداد کا شفيع اوس جايداد کو دوسرے جايداد کی قيمت ادا کرکے ليگا۔ اگر قرض کے طور پر ايک مکان کی بيع ہوی تو شفيع کو اختيار ہے کہ خواہ فی الحال ثمن ديکر اوس مکان کو لے لے يا قرض کی مدت پوری ہونے تک انتظار کرے جب مدت پوری ہو جائے تو اوسکو ثمن ديکر ليلے۔

(٢٩) اگر شفيع نے طلب سے صورت مذکورہ مين سکوت کيا تو اسکا شفعہ باطل ہو جائيگا۔

✦ ✦ ✦ ✦

✦ ✦ ✦ ✦

(٣٠) اگر ذمی نے بدلے شراب يا سوٴر کے مکان خريدا اور اسکا شفيع بھی ذمی ہو تو شراب کے بدلے شراب اور سوٴر کے بدلے اوسکی قيمت ديکر مکان کو لے سکتا ہے اور اگر شفيع مسلمان ہے تو وہ دونوں صورتوں مين قيمت ديکر مکان لے سکتا ہے۔ اور اگر شفيع مکان مشفوعہ کو ايسے وقت مين لينا چاہے کہ مشتری نے اوسمين عمارت بنالی يا درخت لگا ليے ہون تو شفيع اوسکو زمين کا ثمن اور درختون اور عمارت کی وہ قيمت ديکر لے لے جو اوکھاڑنے کی غرض سے اونکی قيمت لگائی جائے يا مشتری کو عمارت کے ڈھانے اور درختون کے گرانے پر مجبور کرے اور ابو يوسف رح فرماتے ہين شفيع مشتری پر اوسکے اوکھاڑنے کا جبر نکريگا بلکہ اوسکو صرف اختيار ہوگا کہ خواہ ثمن اور عمارت اور درختون کی قيمت ديکر لے لے يا بالکل چھوڑ دے اور شافعی رح کا بھی يہی قول ہے اسليے کہ عمارت اور درختون کے اوکھاڑنے کا اوسپر جبر کرنا ظلم ہے کيونکہ مشتری نے يہ عمارت بيجا نہين بنائی ہے بلکہ اوسکو بنانے کا حق تھا حنفيہ رح

البناء قلنا بنی فی موضع تعلق بہ حق متاکد للغیر من غیر تسلیط۔

فرمائے ہیں کہ مشتری نے ایسی جگہ میں عمارت بنائی ہی یا درخت لگائیے ہیں جسمین غیر یعنی شفیع کا حق ثابت ہو رہا ہے اور شفیع نے اوسکو تصرف کا اختیار نہیں دیا ہے۔

(۳۱) م ورجع الشفیع بالثمن فقط ان بنی او غرس ثم استحقت ش ای ان اخذ الشفیع بالشفعۃ وبنی او غرس ثم استحقت الارض رجع بالثمن فقط ولا یرجع بقیمۃ البناء او الغرس علی احد بخلاف المشتری فانہ یرجع بقیمۃ البناء او الغرس علی البائع لانہ مسلط من جہتہ بخلاف الشفیع فانہ اخذ جبرا۔

(۳۱) اگر شفیع نے ایک مکان کو حق شفعہ میں لیکر اوسمین عمارت بنائی اور درخت لگائیے اسکے بعد اوسمین کسیکا حق برآمد ہوا تو ایسی صورت مین شفیع مشتری سے صرف ثمن واپس کر سکتا ہی اور عمارت اور درختوں کی قیمت نہ بائع سے واپس کر سکتا ہی نہ مشتری سے بخلاف مشتری کے کہ اگر وہاں ایسی صورت پیش آئے تو وہ عمارت اور درختوں کی قیمت بائع سے واپس کر سکتا ہے اسلیے کہ مشتری نے بائع کی طرف سے اوس بیع پر تسلط حاصل کیا ہی بخلاف شفیع کے کہ اوس نے جبرا اوس پر قبضہ کیا ہے۔

+ + + + + + +

(۳۲) م ویکل الثمن ان خربت او جف الشجر ش اشتری دارا فخربت او بستانا فجف الشجر فالشفیع ان اراد ان یاخذ بالشفعۃ یاخذ بجمیع الثمن۔

(۳۲) اگر مشتری نے ایک مکان خریدا ازان بعد وہ خراب ہو گیا یا اوسنے باغ خریدا اوسکے بعد درخت خشک ہو گئے تو اگر شفیع اوس مکان یا باغ کو لینے کا قصد کرے تو پورا ثمن دیکر اوسکو لے سکتا ہے مکان کے خراب ہونے اور درختوں کے خشک ہو جانے سے اوسکی قیمت مین کمی نہیں کر سکتا۔

(۳۳) م واخذ العرصۃ لا النقض بحصتہا ان ہدم المشتری البناء ش انما یاخذ بالحصۃ لان المشتری قصد الاتلاف وفی الاول تلف بآفۃ سماویۃ ولا یاخذ النقض لانہ لیس عقارا ولم یبق تبعا۔

(۳۳) اگر مشتری نے ایک مکان خرید کر اوسکو منہدم کر دیا تو شفیع فقط زمین کی قیمت دیکر لے سکتا ہے اینٹ پتھر وغیرہ مشتری کا ہو گا اسلیے کہ مشتری نے خود اوسکے برباد کرنے کا قصد کیا تھا بخلاف پہلی صورت کے کہ وہان آفت سماوی سے وہ تلف ہوا ہی اور اسکا اینٹ پتھر اسلیے نہیں لے سکتا کہ نہ وہ خود عقار ہو نہ تابع عقار رہی اسلیے

[illegible]

(۳۴) م وفی شراء ارض مع ثمر نخیل

(۳۴) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختوں اور پھل کے خریدا ...

فیها اولا ثمر علیها فاثمر معه اخذها
بثمرها وبحصتها من الثمن ان جذه
المشتری فی الاول وبالکل فی الثانی
ش شری ایضا وذکر ثمر النخیل
فی البیع اذ لا یدخل بدون الذکر
او شری ولم یکن علی الشجر
ثمر فاثمر فی ید المشتری
فالشفیع یاخذ الارض مع الثمر
فی الفصلین وان جذه المشتری
فالشفیع یاخذ الارض بدون
ثمر النخیل لکن فی الاصل الاول
یاخذ بحصة الارض من الثمن
وفی الاصل یاخذ بکل الثمن لان
الثمر لم یکن موجودا وقت العقد
فلا یقابله شئ من الثمن۔

یا خریدنے کے بعد مشتری کے پاس آکر درختوں پر پھل آگیا
تو شفیع کو اختیار ہے کہ دونوں صورتوں مین درخت
اور پھل لیلے اور اگر مشتری نے اوسکو توڑ لیا
تو پہلی صورت مین شفیع پھل کی قیمت منہا کرکے زمین کی
قیمت دے گا اور دوسری صورت مین شفیع کو کل ثمن
دینا ہوگا اسلیے کہ مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد وہ پھل
پیدا ہوا ہے تو وہ مبیع کے اندر بالذات داخل ہوگا
اور ثمن کا کوئی حصہ اوسکے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔

م باب ما هی فیه اولا وما یبطلها

اس امر کا بیان کہ کن چیزون مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کن چیزون مین نہین ثابت ہوتا اور کن چیزون سے باطل ہو جاتا ہے

ش ای باب ما یکون فیه الشفعة
او لا یکون وما یبطل الشفعة۔
۳۵۔ م انما یجب قصدا فی عقار
ملك بعوض هو مال وان لم
یقسم کرحی وحمام وبیر ش
ای الشفعة القصدیة تختص
بالعقار بخلاف غیر القصدیة

۳۵۔ شفعہ بالذات غیر منقول مین ثابت ہوتا ہے
جو بعوض کسی قسم کے مال کے ملک مین داخل ہوا گو جبکہ
اوس غیر منقول کی تقسیم نہ ہوسکے جیسے چکی اور حمام اور کنوان
یعنے شفعہ بالذات غیر منقول کے ساتھ مخصوص ہے اور جن
چیزون کو منقولات کے ساتھ تعلق ہے اونمین بھی بالتبع

فانها تثبت فی غیر العقار فان الشجر والثمر یوخذان بالشفعة تبعا للعقار ثم لابد ان یکون العقار مُلِكَ بعوض حتی لو ملك بهبة لاتثبت الشفعة ثم العوض لابد ان یکون مالا حتی لو خولع علی دار لاتثبت الشفعة وانما قال وان لم یقسم لان الشفعة لاتثبت عند الشافعی رح فیما لا یقسم لان الشفعة لدفع مؤنة القسمة عنده وعندنا لدفع ضرر الجوار۔

شفعہ ثابت ہوتا ہے جیسے درخت اور پھل مین کہ زمین کے ساتھ شفعہ ثابت ہو جاتا ہے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اوس غیر منقول کا ملک بعوض ہونا ضروری ہے حتی کہ اگر کوئی شخص بذریعہ ہبہ بلا عوض کے مکان کا مالک ہوا تو اوس مین شفیع کو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اور عوض مین مال کی شرط اسواسطے لگائی ہے تاکہ وہ صورت نکل جائے جسمین کہ عوض مال نہو حتی کہ اگر کوئی مکان خلع کے عوض مین دیا جائے تو اوسمین شفعہ نہ ثابت ہوگا اور یہ بات کہ وہ غیر منقول اگرچہ تقسیم کے قابل نہو اوسمین شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اسلیے بیان کی ہے کہ شافعی رح کے نزدیک غیر قابل القسمۃ چیز مین شفعہ نہین ثابت ہوتا کیونکہ انکے نزدیک تقسیم کے وقت دور کرنے کے لیے شفعہ مقرر کیا گیا ہے اور حنفیہ رح کے نزدیک ضرر جوار دور کرنے کے لیے۔

(۳۶) م لا فی عرض وفلك وبناء ونخل بیعا قصدا ش حتی ان بیع البناء والنخیل بتبعیة الارض تجب فیهما الشفعة۔

(۳۶) غیر منقول چیز مین اور کشتی مین اور دیوارون اور درختون مین اگر خود تنہا بلا زمین کے فروخت کیے جائین تو شفعہ نہین ہے حتے کہ اگر زمین کے تابع ہو کر فروخت ہون تو اونمین شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(۳۷) م ودار ورث وصدقة وهبة الا بعوض ودار قسمت ش لان فی القسمة معنی الافراز۔

(۳۷) اگر بذریعہ ارث یا صدقہ یا ہبہ بلا عوض کے کوئی شخص ایک مکان کا مالک ہو یا ایک مکان مشترک کو شریک لوگ باہم تقسیم کرین تو ان سب صورتون مین اوس مکان مین

(۳۸) م او جعلت اجرة او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد او مهرا وان قوبل ببعضها مال۔ ش فمن قوله او جعلت اجرة خلاف الشافعی رح فان هذه الاعواض متقومة عنده ولنا ان تقوم المنافع

(۳۸) اگر ایک مکان اجرت مین یا بدلے خلع یا آزادی کے یا بدلے صلح دم خون کے جو قصداً کیا گیا ہو یا وہ مکان جو مہر قرار دیا گیا ہو اگرچہ بعض مکان کے مقابلے مین مال بھی ہو ان سب صورتون مین مکان کے اندر شفعہ نہین ہے اور شافعی رح ان سب صورتون مین خلاف کرتے ہین اسلیے کہ اون کے نزدیک یہ سب عوض متقوم چیزین ہین اور حنفیہ کی

ضروری فلا تظهر فی حق الشفعة وكذا الدم والعتق واذا قوبل بعضها بمال كما اذا تزوجها على دار على ان ترد عليه الفا فلا شفعة فی جميع الدار عند ابی حنيفة رح وقالا تجب فی حصة الالف اذ فيها مبادلة مالية وهو يقول معنى البيع تابع فيه ولهذا ينعقد بلفظ النكاح ولا يفسد بشرط النكاح ولا شفعة فی الاصل فكذا فی البيع۔

(۳۹) م او بيعت بخيار البائع وما سقط خياره ش حتى اذا سقط الخيار ثبت الشفعة

(۴۰) م او بيعا فاسدا وما سقط فسخه ش فانه اذا بيع بيعا فاسدا وسقط حق الفسخ بان بنى المشترى فيها تثبت الشفعة۔

(۴۱) م او رد بخيار رؤية او شرط او عيب بقضاء بعد ما سلمت ش اى بيع وسلمت الشفعة ثم رد البيع بخيار الرؤية وبقضاء القاضی فلا شفعة لانه فسخ لا بيع۔

(۴۲) م وتجب برد بلا قضاء وباقالة ش اى يثبت الشفعة فی الرد بالعيب بلا قضاء القاضی لانه لما لم يجب الرد فاخذه بالرضاء صار كانه اشترا ه وكذا تجب الشفعة بالاقالة لان الاقالة بيع فی حق الثالث والشفيع

دليل ہے كہ منافع كا متقوم ہونا ضرورت كی وجہ سے ہے لہذا شفعہ کے حق میں اونکے متقوم ہونے کا کچھ اثر نہو گا بعض مكان کے مقابلے میں مال کے ہونے کی یہ صورت ہے کہ مثلا ایک شخص نے ایک عورت کا مہر مكان اس شرط پر مقرر کیا کہ وہ ایکہزار روپیہ مجھے ادا کردے تو اس صورت میں ابوحنیفہ رح کے نزدیک مكان کے کسی چیز میں شفعہ نہ ثابت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک مكان کے اندر ہزار روپیہ کے حصہ میں شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ مكان کے اوس جز میں مبادلہ مالیہ پایا جاتا ہے اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ بیع کے معنے اوسمیں تبعا ہیں اسلیے لفظ نکاح سے اوسکا انعقاد ہوجاتا ہے اور نکاح کی شرط

(۳۹) اگر ایک مكان فروخت ہوا اور اوسمیں بائع کا اختیار شرط کیا گیا تو جب تک بائع کا اختیار ساقط نہو گا شفعہ ثابت نہو گا اور ساقط ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوجائیگا بشرطیکہ اختیار ساقط ہو

(۴۰) اگر ایک مكان بیع فاسد سے فروخت ہوا تو جبتک فسخ کا اختیار ساقط نہو گا شفعہ ثابت نہو گا اور اگر فسخ کا اختیار ساقط ہوگیا مثلا مشتری نے اوسمیں کچھ عمارت بنالی تو شفعہ ثابت ہوجائیگا۔

(۴۱) اگر خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے یا بحکم قاضی عیب کی وجہ سے ایک مكان واپس ہوا اور واپس ہونے سے قبل شفیع اپنے حق شفعہ کو چھوڑ چکا تھا تو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ واپس کرنا بیع جدید نہیں ہے بلکہ بیع کا فسخ ہے۔

(۴۲) اگر قبضہ کرنے کے بعد مشتری نے بلا حکم قاضی کے عیب کی سبب مكان کو واپس کردیا یا باہمی رضامندی سے بائع اور مشتری نے بیع کا اقالہ کرلیا تو شفیع کا شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ جب اوسکا واپس لازم نہیں تھا تو اس تقدیر پر خوشی سے اوسکا واپس لینا خریدنے کے حکم میں ہوگا اور اسیطرح اگرچہ بائع اور مشتری کے حق میں بیع کا فسخ ہو مگر شفیع کے حق میں وہ ایک بیع جدید ہے

ثالثهما۔

۴۳، م وللعبد الماذون مديونا في مبيع سيده ولسيده في مبيعه ش اى يجب الشفعة للعبد الماذون حال كونه مديونا دينا محيطا برقبته وكسبه فله الشفعة فيما باع سيده وكذا للسيد حق الشفعة فيما باع العبد الماذون المذكور بناء على ان ما في يده ملك له۔

۴۳، اگر ایک شخص نے مکان فروخت کیا اوسکا ایک غلام ہو جسکو اسنے تجارت کی اجازت دی رکھی ہو اور یہ غلام لوگون کے قرض مین مستغرق ہو تو اس مکان مین غلام کا شفعہ ثابت ہو جائے گا اور اسیطرح اگر غلام مذکور نے مکان فروخت کیا تو اوسکے مالک کو اوس مین حق شفعہ ہے اسلیے کہ جو چیز غلام کے قبضہ مین ہے وہ مالک کی ملک ہے۔

۴۴، م ولمن شرى او اشترى له لا لمن باع او بيع له او ضمن للدرك ش اى يجب الشفعة للمشترى سواء اشترى اصالة او وكالة وكذا تجب الشفعة لمن اشترى له اى لمن وكل اخر بالشراء فاشترى لاجل الموكل والموكل شفيع كان له الشفعة وفائدته انه لو كان المشترى او المؤكل بالشراء شريكا وللدار شريك اخر فلهما الشفعة ولو كان هو شريكا للدار جار فلا شفعة للجار مع وجوده ولا يكون للبائع شفعة سواء كان اصيلا او وكيلا وكذا لا شفعة لمن بيع له اى ان وكل بالبيع والمؤكل شفيع فلا شفعة له وكذا اذا ضمن

۴۴، اگر ایک شخص نے اصالۃً یا وکالۃً ایک مکان خریدا تو اوسمین حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر ایک شخص کو خریدنے کے لیے وکیل مقرر کیا اور اوسنے اپنے موکل کے لیے مکان خریدا اور وہ موکل اوس مکان کا شفیع بھی ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اوسکا یہ نتیجہ ہے کہ یہ خریدنے والا یا موکل اگر اوس مکان مین شریک ہو اور اوس مکان مین ایک شریک اور بھی ہو تو دونون کا شفعہ رہیگا اور اگر صرف یہی شریک ہو مگر ایک شخص اوس کا جار ہے تو شریک کے ہوتے ہوئے جار کو شفعہ نہ ملے گا اور بائع نے خواہ اصالۃً فروخت کیا ہو یا وکالۃً کسیطرح سے اوسکو حق شفعہ نہوگا۔ اسیطرح اگر شفیع نے کسی دوسرے کو وکیل کر کے وہ مکان فروخت کیا اور یہی حکم ہے کہ اگر ایک شخص بایع کا ضامن ہوگیا کہ اوس مکان مین کسیکا حق برآمد ہو تو مین اوس کا ذمہ دار ہون اور وہ شخص شفیع ہو تو اوسکو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اسلیے کہ ذمہ دار ہونے سے

الدرك فيبيع وهو شفيع لا شفعة
له لان الاستخلاص عليه۔
۷۵، م ولا فيما بيع الا ذراعا من
طول حد الشفيع ش هذا حيلة
لاسقاط شفعة الجوار وهو ان
يباع الدار الا مقدار عرضه
ذراع او شبر او اصبع وطوله
تمام ما لاصق من الدار المبيعة
دار الشفيع فانه اذا لم يبع ما لا
يلاصق دار الشفيع لا يثبت
الشفعة۔
۷۶، م اوشرى سهما منها بثمن
ثم باقيها الا في السهم الاول ش
هذا حيلة اخرى لاسقاط شفعة
الجوار وهي انه اذا اراد ان يشتري
الدار بالف يشتري شيئا قليلا
منها كسهم واحد من الف سهم
مثلا بالف الا درهما ثم يشتري
الباقي بدرهم فالشفيع لا ياخذ
الشفعة الا في السهم الاول بثمنه
لا في الباقي لان المشتري صار
شريكا وهو احق من الجار۔
۷۷، م اوشرى بثمن ثم دفع عنه
ثوبا الا بالثمن ش هذه حيلة
اخرى تعم الجوار وغيره وهي ما

سالم مکان کا مشتری کو دینا شفیع پر لازم
ہوگا
۷۵، اگر کسی شخص نے اپنی زمین کی بیع اس صورت
کے ساتھ کی کہ جو شفیع کے حد کی طرف ملی ہوئی ہے
اوسطرف سے ایک گز زمین بیع سے مستثنے کردی تو
شفیع کو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اور اصل مین یہ اسقاط شفعہ
بالجوار کا حیلہ ہے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ ایک مکان کو
بیع کیا مگر کسیقدر زمین جسکا عرض مثلاً ایک گز یا ایک
بالشت یا ایک انگشت ہو اور طول مین شفیع کے مکان سے
ملی ہوئی ہو مستثنے کردی گئی کہ اسصورت مین شفعہ نہ ہوگا اسلیے کہ شفیع کا شفعہ فقط اتصال کے
سبب سے تھا اور اس جگہ باقی مکان کو شفیع سے اتصال نہ رہا تو شفعہ
۷۶، اگر زمین کے حصون مین سے ایک حصہ خرید کیا
اسکے بعد باقی زمین کو خرید لیا تو اس صورت مین شفیع کو
فقط پہلے حصہ مین شفعہ ملے گا نہ باقی حصونمین شفعہ جوار کے
ساقط کرنے کا یہ دوسرا حیلہ ہے اور اوسکی صورت یہ ہے
کہ ایک شخص نے ہزار روپیہ مین مکان خریدنے کا ارادہ کیا
تو اوسکا یہ حیلہ ہے کہ اوس مکان مین سے کسیقدر حصہ اگرچہ
ہزاروان حصہ ہو اوسکو ایک کم ہزار مین خریدے اسکے بعد
باقی مکان کو ایک روپیہ مین خریدے تو شفیع صرف اپنے حق شفعہ
مین مکان کا ہزاروان حصہ ایک کم ہزار روپیہ مین خرید سکتا
ہے اور باقی مکان کو ایک روپیہ مین نہین خرید سکتا اسلیے کہ مشتری
دوسرے حصون مین شریک ہے اور شفیع جار ہے اور شریک جار پر مقدم ہوتا ہے
۷۷، اگر ایک شخص نے بعوض ثمن کے ایک مکان خریدا
اوسکے بعد ثمن کے بدلے مین بائع کو ایک کپڑا دیدیا تو شفیع
بعوض ثمن کے اوس مکان کو لے سکتا ہو کپڑے کی قیمت

اذا ارید بیع الدار بساعة فیشتری الدار بالف ثم یدفع ثوبا یساوی مائة فی مقابلة الالف فالشفیع لایاخذه الا بالالف۔

(۷۸) م ولایکره حیلة اسقاط الشفعة والزکوة عند ابی یوسف رحمه الله وبه یفتی فی الشفعة وبضده فی الزکوة ش۔

اعلم ان حیلة اسقاطهما لایکره عند ابی یوسف رح ویکره عند محمد رح ویفتی فی الشفعة بقول ابی یوسف رح لانه منع عن وجوب الحق لا اسقاط للحق الثابت وهکذا یقول فی الزکوة لکن هذا فی غایه الشناعة لانه ایثار للبخل وقطع رزق الفقراء الذین قدره الله تعالی فی مال الاغنیاء والانخراط فی سلک الذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله والاستبشار بما بشرهم الله تعالی وقول الشفعة انما شرعت لدفع ضرر الجوار فالمشتری ان کان ممن یتضرر به الجیران لایحل اسقاطها وان کان رجلا صالحا ینتفع به الجیران و

اگر اوس مکان کو [illegible] ہزار روپیہ [illegible]

دیگر نہین ہے سکتا اور یہ بھی اسقاط شفعہ کا ایک حیلہ ہے جسمین شریک اور جوار سب یکسان ہین اور اوسکی صورت یہ ہے کہ ایک مکان سو روپیہ کو خریدنا منظور ہے تو فرضی طور پر ایکہزار کو خرید لے اسکے بعد بمقابلہ ہزار روپیہ کے سو روپیہ کی مالیت کا کپڑا دیدے کہ شفیع

(۷۸) شفعہ اور زکوۃ کے ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف کے نزدیک برا نہین ہے اور محمد رح کے نزدیک برا ہی اور شفعہ کے باب مین ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہی اسلیے کہ اونے ثبوت حق سے اعراض کیا ہے حق ثابت کا اسقاط نہین کیا ہی اور زکوۃ کے اندر بھی ابو یوسف رح حیلہ کے برا نہونے کی یہی وجہ بیان کرتے ہین مگر اس بارے مین اونکا قول نہایت درجہ کا ناپسندیدہ ہی اسلیے کہ اس حیلہ مین بخل کا اختیار کرنا اور فقرا کے رزق کا قطع کرنا ہے جسکو خدائے تعالی نے امرا کے مال مین مقرر فرمایا ہے اور اس حیلہ کی وجہ سے اون لوگون کے زمرہ مین داخل ہونا اور عذاب الیم کی خوشخبری کا مستحق ہونا ہے جنکی شان مین یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ہے الذین یکنزون الذهب والفضة ولاینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم الایه یعنے جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہین اور خدا کی راہ مین اونکو خرچ نہین کرتے الخ اور شفعہ دفع ضرر جوار کے لیے مقرر کیا گیا ہی پس مشتری اگر اون لوگون مین ہے کہ جن سے ہمسایہ کے لوگ تکلیف پاتے ہین تو ایسی صورت مین اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا درست نہین اور اگر وہ نیک بخت آدمی ہے اور ہمسایہ لوگ اوس سے نفع پاتے ہین اور شفیع ایک ظالم شخص ہے جو اپنے ہمسایون سے عداوت

الشفيع متعنت لايجب جاره فتحتال في اسقاطها

رکھتا ہی اوسکا رہنا نہین چاہتا تو اوسوقت مین اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے۔

(۴۹) م ويبطلها ترکه طلب المواثبة او الاشهاد وتسليمها بعد البيع فقط ش اي التسليم قبل البيع لايبطلها۔

(۴۹) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اُس جلسہ مین اُسنے طلب مواثبت یا طلب اشہاد نکی اور بیع کے بعد شفعہ کو ترک کردیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور بیع کے قبل طلب کرنے سے شفعہ باطل نہ

(۵۰) م ولو من الاب او الوصي والوكيل ش اي الوكيل بطلب الشفعة فان تسليم هولاء يبطل الشفعة عند ابي حنيفة رح وابي يوسف رح خلافا لمحمد وزفر رح فان هذا ابطال حق ثابت للصغير وانها شرعت لدفع الضرر ولهما انه في معنى ترك الشراء۔

(۵۰) اگر باپ یا وصی یا وکیل طلب شفعہ نے شفعہ کو تسلیم کردیا تو نابالغ اور موکل کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ ان لوگون کا تسلیم شفعہ ابوحنیفہ اور قاضی ابویوسف رح کے نزدیک شفعہ کو باطل کردیتا ہے اور امام محمد اور زفر رح کا اسمین اختلاف ہے وہ فرماتے ہین کہ اس صورت مین نابالغ کے حق کا باطل کردینا ہو اور شفعہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور انکے نزدیک یہ معنے ہین کہ اوس نے خریدنے کو ترک کردیا ہی کسی حق ثابت کو نہین باطل کیا۔

(۵۱) م وصلحه منها على عوض ورد عوضه ش اي الصلح على العوض يبطل الشفعة لانه تسليم لكن الصلح غير جائز لانه مجرد حق التملك فيجب رد العوض۔

(۵۱) اگر شفیع نے مدعی علیہ سے کچھ مال لیکر شفعہ سے صلح کرلیا تو اس صورت مین حق شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑے گا کیونکہ صلح کرنے مین شفعہ کا باطل کرنا ہی لیکن یہ صلح عوض کے اعتبار سے درست نہین اسلیے کہ یہان محض حق تملک ہی لہذا عوض واپس کرنا ضرور ہے

(۵۲) م وموت الشفيع لا المشتري ش فان الشفيع اذا مات تبطل الشفعة ولا تورث عنه خلافا للشافعي رح لانها ليست بمال وهذا اذا مات بعد البيع قبل القضاء اما اذا مات بعد قضاء القاضي قبل نقد الثمن او بعده تصير للورثة۔

(۵۲) اگر شفیع مرجاے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثون کو حق شفعہ کا نہ ملیگا مگر شافعی رح کے نزدیک نہیں باطل ہوتا اسلیے کہ وہ مال نہین ہی یہ جب ہی کہ اگر شفیع بیع کے بعد اور قاضی کے حکم دینے سے پہلے مرجائے اور اگر بعد از حکم قبل ادائے ثمن یا بعد ادائے ثمن کے مرگیا تو اوسکے وارثون کو حق شفعہ ثابت ہوگا اور مرنے سے باطل نہوگا۔